ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے بارے میں عظیم خدائی بشارات

"ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو تیرا پوتا ہوگا"

"ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی بشارت دیتے ہیں وہ مبارک احمد کی شبیہ ہوگا"

- حضرت مسیح موعود علیہ السلام "مواہب الرحمٰن" صـ ۱۳۹ پر فرماتے ہیں:۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اَرْبَعَۃً مِّنَ الْبَنِیْنَ وَاَنْجَزَ وَعْدَہٗ مِنَ الْاِحْسَانِ وَبَشَّرَنِیْ بِخَامِسٍ فِیْ حِیْنٍ مِّنَ الْاَحْیَانِ یعنی اللہ تعالیٰ کو حمد وثناء ہے جس نے پیرانہ سالی میں چار لڑکے مجھے دیئے اور اپنا وعدہ پورا کیا۔ (اور) پانچواں لڑکا جو چار سے علاوہ بطور نافلہ پیدا ہونیوالا تھا اسکی خدانے مجھے بشارت دی کہ وہ کسی وقت ضرور پیدا ہوگا" (۱۹۰۳ء)

- حضرت مسیح موعود ...... کو ۲۷ر دسمبر ۱۹۰۵ء کو بشارت ہوئی:۔

"اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَّافِلَۃً لَّکَ نَافِلَۃً مِّنْ عِنْدِیْ یعنی ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں وہ تیرے لئے نافلہ ہے وہ ہماری طرف سے نافلہ ہے۔"

- پھر مارچ ۱۹۰۶ء میں الہام ہوا:۔

اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَّافِلَۃً لَّکَ (ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو تیرا پوتا ہوگا۔

- حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں" ممکن ہے کہ اس کی یہ تعبیر ہو کہ محمود کے ہاں لڑکا ہو کیونکہ نافلہ پوتے کو بھی کہتے ہیں یا بشارت کسی اور وقت تک موقوف ہو" (بدر ۵ راپریل ۱۹۰۶ء، الحکم ۱۰ راپریل ۱۹۰۶ء)

- ستمبر ۱۹۰۷ء میں اس موعود پوتے کے بارہ میں بتایا گیا:۔

"اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ یعنی ہم تجھے ایک حلم والے لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں"

- اور پھر ۱ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا

"اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ یَنْزِلُ مَنْزِلَ الْمُبَارَکِ"

"ساقیا آمدنِ عید مبارک بادت" یعنی ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں وہ مبارک احمد کی شبیہ ہوگا۔ اے ساقی عید کا آنا تجھے مبارک ہو۔

ان پیشگوئیوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو موعود، دردمند دل رکھنے والا ہمدرد اور شفیق کہا گیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نمبر

جلد ۳۷/۷۲	ہفتہ ۲۶ جمادی الاول ۱۴۰۳ھ ۱۲ امان ۱۳۶۲ہش ۱۲ مارچ ۱۹۸۳ء	نمبر ۵۹

آنکھوں کو خیرہ کرنے والا
ایک انتہائی تابندہ و درخشندہ نشان

اُن رفیع الشان نعمتوں میں سے جن سے اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وساطت سے جماعت احمدیہ کو بطور خاص نوازا ہے ایک عظیم الشان نعمت خلافتِ حقہ کا آسمانی نظام بھی ہے۔ اِس لحاظ سے قدرتِ ثانیہ کا ہر مظہر جسے اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے بموجب خلافتِ احمدیہ کے منصب جلیل پر فائز فرماتا ہے اُس کی معیت اور تائید و نصرت کے ایک نہایت مہتم بالشان نشان کی حیثیت رکھتا ہے۔

سو بلاشبہ ہمارے محسن و محبوب آقا سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ بھی جنہوں نے اپنے مقدس و مبارک سترہ سالہ دورِ خلافت میں بہت عظیم الشان اور انقلاب انگیز کارنامے سرانجام دینے کے بعد ۹ر جون ۱۹۸۲ء کو اِس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت و برکت اور غیر معمولی تائید و نصرت کا نگاہوں کو خیرہ کرنے والا نہایت تابندہ و درخشندہ نشان تھے۔ آپ نے اپنے نورانی وجود کے لمعاتِ نور سے ایک جہان کو منور کیا اور مشرق و مغرب میں بسنے والی قوموں کے ہزاروں ہی نہیں لاکھوں افراد کو برکت بخش کر انہیں مہبطِ انوارِ سماوی بنایا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ صحفِ سابقہ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سیدنا حضرت المصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ کی پیشگوئیوں اور متعدد بشارتوں کے مصداق تھے اور اپنی اس مخصوص حیثیت اور مقام کے لحاظ سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پانچویں موعود بیٹے نافلۂ موعود، اور موعود خلیفہ ہونے کے علاوہ ناصر الدین کے نہایت معزز آسمانی لقب سے ملقب تھے۔ پھر حضرت المصلح الموعود نور اللہ مرقدہٗ کے فرزندِ ارجمند ہونے کی وجہ سے آپ کی خلافت کا زمانہ خود حضرت المصلح الموعود کا ہی زمانہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت کے منصب جلیل پر فائز کر کے ممتد کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا حضرت مصلح موعود کی صفاتِ خاصہ ایک رنگ میں آپ کے وجود میں بھی جلوہ گر ہوئیں۔ چنانچہ تعلق باللہ اور قربِ الٰہی کی نعمتوں سے آپ کو حصہ وافر عطا ہوا، علوم ظاہری و باطنی آپ کو عطا کئے گئے، اور خاص طور پر اولوالعزمی آپ کو بطور نشان ودیعت ہوئی۔ اِسی لئے حضرت مصلح موعود کے زریں عہد خلافت کی برکاتِ خاصہ کے ظہور کا سلسلہ آپ کے عہدِ خلافت میں بڑی شان کے ساتھ جاری و ساری رہا۔ اور اب خلافتِ رابعہ کے دَور میں بھی بفضل اللہ تعالیٰ اُسی شان سے جاری و ساری ہے۔

آپ کے اس بلند مرتبہ و مقام، اخلاقِ حمیدہ، اوصافِ عالیہ اور برکاتِ خاصہ پر آپ کی دعاؤں کی قبولیت کے لاتعداد نشان نیز فضل عمر فاؤنڈیشن، نصرت جہاں سکیم، اور صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ کے تحت غلبۂ دین حق کے سلسلہ میں انجام پانے والے انقلاب انگیز کارنامے اور آپ سے برکت پانے والی قوموں کے خوش نصیب افراد کی زندگیوں میں رونما ہونیوالی پاک تبدیلی اور ان کے اخلاص و وفا اور جاں نثاری و فدائیت کے قابلِ رشک نمونے شاہد ناطق ہیں۔ آپ کے یہ انقلاب انگیز کارنامے آپ کے نام اور آپ کے کام کو رہتی دنیا تک قائم و دائم رکھیں گے۔ اور اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح آشکار کرتے چلے جائیں گے کہ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ شاں

(یعنی اس جہان کے دفتر میں ان کا نام ہمیشہ کے لئے ثبت کر دیا گیا ہے)

آپ کی نہایت مطہر و پاکیزہ زندگی، ظاہری و باطنی حُسن سے آراستہ دلآویز شخصیت، مظہر قدرتِ ثانیہ کی حیثیت میں آپ کی ارفع و اعلیٰ شان، آپ کے تعلق باللہ و قربِ الٰہی، آپ کے اخلاقِ عالیہ و اوصافِ حمیدہ نیز غلبۂ دین حق کے سلسلہ میں آپ کے انقلاب انگیز کارناموں کی تفصیل بیان کرنا آسان نہیں ہے اس لئے کہ ان کی تفصیل اس قدر پھیلاؤ کی حامل اور ایسے دل موہ لینے والے لاتعداد واقعات اور کبھی فراموش نہ ہونے والی بے شمار حسین یادوں پر مشتمل ہے کہ ضخیم جلدوں میں بھی ان کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ الفضل کے اس خاص نمبر میں جو آپ کی یاد میں عقیدت کے پھول نچھاور کرنے کی غرض سے ترتیب دیا گیا ہے، آپ کے حسن و احسان کی صرف ایک جھلک ہی دکھائی جا سکی ہے۔ ہم اپنی کوتاہ دامنی کی وجہ سے صرف چند مضامین، نظمیں اور تصاویر ہی ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنے محسن و مربی و محبوب آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اپنی بساط کے مطابق نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔ ہماری اس حقیر کوشش پر وہی مثل صادق آتی ہے ع

دامانِ نگہ تنگ و گُلِ حُسنِ تو بسیار

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے انقلاب انگیز کارناموں اور مقبول خدماتِ جلیلہ کو پورے جذبہ و جوش سے جاری رکھنے اور انہیں آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ جن عظیم احسانوں سے آپ نے ہمیں نوازا اور اپنے قلبِ مطہر میں موجزن محبتوں اور شفقتوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے ہمیں جس فیاضی اور فراخ دلی سے فیضیاب فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی اعلیٰ ترین جزا عطا فرمائے، اور اپنے آقا و مطاع محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ پانے کے طفیل اعلیٰ علیین میں آپ کے درجات مسلسل بلند سے بلند تر ہوتے چلے جائیں اور آپ کی مقدس و مطہر روح رضوانِ یار کے تاج سے سدا مزین رہے۔ اور ملائکۃ المقربین، رب العالمین کی جناب سے علو مرتبت کی بشارتیں پیہم آپ کو پہنچاتے رہیں۔

اے قادر و کریم اور ارحم الراحمین خدا! تو ایسا ہی کر۔ آمین اللّٰھم آمین

"یادِ خدا میں دل کو لگاتے تو خوب تھا"

منظوم کلام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانۂ طالب علمی میں شاعری سے بھی شغف رکھتے تھے۔ اسی دور کے چند اشعار حصولِ برکت کی غرض سے ذیل میں ہدیۂ قارئین کئے جا رہے ہیں:

زندہ خدا سے دِل کو لگاتے تو خوب تھا
مُردہ بُتوں سے جان چھڑاتے تو خوب تھا

قِصّے کہانیاں نہ سُناتے تو خوب تھا
زندہ نشان کوئی دکھاتے تو خوب تھا

اپنے تئیں جو آپ ہی مُسلم کہا تو کیا
مُسلم بنا کے خود کو دِکھاتے تو خوب تھا

تبلیغِ دین میں جو لگا دیتے زندگی!
بے فائدہ نہ وقت گنواتے تو خوب تھا

دُنیا کی کھیل کود میں ناصر پڑے ہو کیوں
یادِ خُدا میں دِل کو لگاتے تو خوب تھا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴ پبلشر مسعود احمد۔ پرنٹر سید عبد الحی۔ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقام اشاعت دفتر روزنامہ الفضل دار الرحمت غربی ربوہ قیمت ۱۰/۔ روپے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے ارشادات

اے جانیوالے! ہم تیری نیک یادوں کو زندہ رکھیں گے اور تیرے نیک کاموں میں حُسن کے رنگ بھرنے کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک استعمال کریں گے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی بیقرار دُعاؤں نے "سپین" کی تقدیر بدل ڈالی

آپ بیحد ہمدرد اور شفیق تھے، لوگوں کے ذرا سے دُکھ سے آپ کو بہت دکھ پہنچتا تھا

جس طرح آپ نے اللہ کی رضا پر سرِ تسلیم خم کیا آج ساری جماعت اس تقدیر کے حضور سر تسلیم خم کر رہی ہے

مورخہ ۱۰ رجون ۱۹۸۲ء کو مسجد مبارک میں پہلی بیعت عام کے تاریخی موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احباب جماعت کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے لیے خصوصی دُعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا۔

"دوست دعاؤں میں اپنے نہایت ہی محبوب اور پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی خاص طور پر یاد رکھیں۔ آپ نے بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ ہم سے سلوک فرمایا اور بڑے تحمل اور عفو کے ساتھ ہماری غفلتوں سے پردہ پوشی کی۔ آپ کامل وفا کیساتھ اپنے رب کے کاموں پر لگے رہے۔ اتنا بوجھ آپ پر ڈالا گیا کہ میں جب دیکھتا تھا تو لرز اُٹھتا تھا کہ کیسے انسان میں طاقت ہے کہ وہ اتنا بوجھ اُٹھا سکے۔ مسلسل بیماریوں کے باوجود، اپنی عمر کی زیادتی کے باوجود، کمزوری کے باوجود جب بھی حضور کو وقت ملا میں نے دیکھا کہ رات بعض دفعہ دو بجے تک، بعض دفعہ صبح تین بجے تک آپ نے لوگوں کے خطوط کے جواب دیئے اور ڈاک کو دیکھا اور ختم کیا۔ مسلسل دُعائیں کرتے رہے۔ ایسی راتیں آپ کی زندگی میں آئیں ابتلاء کے دنوں میں، جبکہ ایک لمحہ کیلئے بھی آپ نہیں سوئے اور ساری رات اپنے رب کو یاد کرتے رہے اُس سے رحمت اور فضل مانگتے رہے۔ جبتک مجھے واسطہ پڑا میں نے دیکھا آپ بیحد ہمدرد تھے، بیحد شفیق تھے۔ لوگوں کے ذرا سے دُکھ سے آپ کو بہت دکھ پہنچتا تھا۔

آپ کا حق ہے، جانے والے کا حق ہے کہ ہم آپ سے کامل وفا اور محبت کا سلوک کرتے ہوئے ہمیشہ آپ کو دُعاؤں میں یاد رکھتے رہیں۔"

(الفضل ۱۹ رجون ۱۹۸۲ء)

خلافت کے بابرکت منصب پر فائز ہونے کے بعد سب سے پہلے خطبہ جمعہ (۱۱ رجون ۱۹۸۲ء) میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

"حضور کی یاد دل سے محو ہونیوالی یاد نہیں۔ اس کے تذکرے انشاء اللہ تعالیٰ جاری رہیں گے۔

آخری بیماری کا ایک واقعہ میں صرف آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ وفات سے غالباً ایک یا دو دن پہلے آپا طاہرہ کو حضور نے فرمایا کہ گزشتہ چار دنوں میں میری اپنے رب سے بہت باتیں ہوئی ہیں۔ میں نے اپنے رب سے عرض کیا کہ اے میرے اللہ! اگر تو مجھے بلانے ہی میں راضی ہے تو میں راضی ہوں، مجھے کوئی تردد نہیں۔ میں ہر وقت تیرے حضور بیٹھا ہوں، لیکن اگر تیری رضا یہ اجازت دے کہ جو کام میں نے شروع کر رکھے ہیں ان کی تکمیل اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں، تو یہ تیری عطا ہے ۔ خدا کی تقدیر جس طرح راضی تھی اور جس طرح آپ نے سرِ تسلیم خم کیا آج ساری جماعت اس تقدیر کے حضور سرِ تسلیم خم کر رہی ہے۔" (الفضل ۲۲ جون ۱۹۸۲ء)

۱۱ رجون ۱۹۸۲ء کے خطبہ جمعہ میں حضور نے فرمایا:۔

"ہمیں ریزولیوشنز کچھ اور رنگ کے کرنے چاہئیں اور وہ اس قسم کے ہونے چاہئیں کہ اے جانیوالے! ہم تیری نیک یادوں کو زندہ رکھیں گے۔ ان تمام نیک کاموں کو پوری وفا کے ساتھ یا پوری ہمت کے ساتھ خدا تعالیٰ سے توفیق مانگتے ہوئے چلاتے رہیں گے اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک ان کاموں میں حُسن کے رنگ بھرنے کے لیے استعمال کرینگے جو رضائے باری تعالیٰ کی خاطر تُو نے جاری کئے تھے اور اگر اس دُنیا میں تیری رُوح ان کی تکمیل کے نظاروں سے تسکین نہیں پا سکی تو اے ہمارے جانیوالے آقا! اُس دنیا میں تیری روح اُن کی تکمیل کے نظاروں سے تسکین پائیگی۔ ہم تجھ سے یہ عہد کرتے ہیں یعنی تیری یاد سے یہ عہد کرتے ہیں۔"

(الفضل ۲۲ جون ۱۹۸۲ء)

۲۲ رجون ۱۹۸۲ء کو ملاقات کے لیے آنیوالے بیرونی دوستوں سے خطاب کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

"حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ساری دنیا میں ایک عزت اور احترام کا مقام رکھتے تھے۔ غانا کے ریڈیو نے جہاں پاکستان کی نسبت احمدیوں کی تعداد کم ہے بار بار ریڈیو، ٹیلیویژن پر اعلانات کئے، آپ کا بار بار تعارف کروایا، آپ کے اخلاق کی تعریف کی، آپ کے علم کی تعریف کی اور اسی طرح دوسرے افریقن ممالک میں بھی۔ نیز بی بی سی نے انگلینڈ سے اعلان کیا حالانکہ وہاں جماعت کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔"

(الفضل ۲۹ رجون ۱۹۸۲ء)

خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ جولائی ۱۹۸۲ء میں حضور نے فرمایا:۔

"حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص وعدہ بھی تھا اور وہ مالی اعانت کا وعدہ تھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑے پیار کے انداز میں پنجابی کے کلام میں یوں فرمایا

"میں تینوں اینا دیاں گا کہ رج جائیں گا"

رَجنے کی ایک علامت ہوتی ہے کہ اس کا پس خوردہ بچا کرتا ہے۔ جو رَجے نہ، جس کا پیٹ نہ بھرے، اُس کی تو طلب باقی رہ جایا کرتی ہے اور پلیٹ میں کچھ نہیں رہتا۔ رَجا ہوا تو اپنی پلیٹ کو چھوڑ جاتا ہے۔ دوسرے بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے منصب خلافت پر آنے کے بعد دیکھا کہ اللہ کے فضل سے بیشمار روپیہ نیک کاموں پر خرچ کرنے کے لیے آپ کا پس خوردہ موجود ہے اور سلسلہ کو مالی لحاظ سے کوئی کمی نہیں ہے اور کوئی کمی خدا کے فضل سے نہیں ہوگی۔"

(الفضل ۲۰ جولائی ۱۹۸۲ء)

مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء کو پیدرو آباد (سپین) میں جو خطبہ جمعہ حضور نے ارشاد فرمایا اس کی ابتداء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"سب سے پہلے اس موقع پر مجھے ایک یاد ستا رہی ہے اس وجود کی یاد جو آج ہم میں نہیں وہ سب سے زیادہ اس بات کا حقدار تھا کہ آج یہ جمعہ پڑھاتا اور آج اس تقریب (مسجد بشارت کی افتتاحی تقریب۔ ناقل) کا آغاز کرتا۔ اسی کی وہ بیقرار دعائیں جن کی قبولیت کا پھل ہم آج کھانے لگے ہیں وہی دُعائیں ہیں جنہوں نے سپین کی تقدیر کی کایا پلٹ دی۔ جنہوں نے ان اہل سپین کو آزادی نصیب کی اور اسی آزادی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس مسجد کی تعمیر کی توفیق بخشی ۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا تھا یہ بھی ایک خوشی کا وقت ہے۔ آپ کی یاد بھی ایک خوشی کی یاد ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں اور اپنے رب کے حضور التجا کرتے ہیں کہ آج آپ کی روح سب سے زیادہ ان نظاروں سے لذت یاب ہو رہی ہے۔"

وصالِ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ ★

از مکرم عبدالمنان صاحب ناہید

آج پھر دل پہ ایک چوٹ لگی — پھر ہرا دل کا زخم زخم ہوا
کیا بتاؤں کسے بتاؤں میں — آج میں نے گنوا دیا کیا کیا
جوشِ گریہ ہے یا کوئی سیلاب — دل ہے یا ایک درد کا دریا
مل گئی خامشی کو گویائی — اٹھ رہی ہے کنِ آنسوؤں کی صدا
ہر کنارا زمیں کا نوحہ کناں — ہے سرِ عرش ایک حشر بپا
شدتِ غم سے دم بخود ناہید — بےکس و بےنوا و بےچارا

کسی پہلو نہ جب قرار آیا
درمیانِ دیارِ یار آیا

ارضِ ربوہ! ترے حسیں ذرّے — ہم نے ہمرنگِ آسماں پائے
تیرے نظارے آنکھ کی ٹھنڈک — تیرا ہر نغمہ دل کو گرمائے
تیری گلیوں میں تیرے دیوانے — آبلہ پا شکستہ دل آئے
آج پھر حکمِ اسجُدُوا سن کر — اپنے سجدے سمیٹ کر لائے
ہر طرف تپتی دھوپ کی تیزی — ٹھنڈے ٹھنڈے ترے گھنے سائے
چاند روشن رہے سدا تیرا — تیرا سورج کبھی نہ گہنائے

وقت پھر لے گا امتحاں تیرا
آگیا تجھ میں کارواں تیرا

احتیاط! احتیاط! ہمسفرو! — آگیا پھر مقامِ بیم و رجا
قافلہ آگیا دوراہے پر — اور سالارِ قافلہ نہ رہا
اپنے سجدوں کو دو وہ سوزِ دروں — راکھ ہو جائے جس سے روحِ اِبا
جلوہ گر ہو گی قدرتِ ثانی — رُک نہ پائے گا کارواں اپنا
ہو گا پورا یُمَکِّنَنَّ لَھُمْ — پاؤ گے پاؤ گے وفا کا صلہ
امن پھر خوف کی جگہ لے کر — وجہِ تسکین و تمکنت ہو گا

تھام لے گا کوئی تو ہاتھ اپنا
ہے یقیں مجھ کو دے گا کوئی صدا

جانے والے تری محبت کو — دل کی دھڑکن کے ساتھ رکھیں گے
روحِ ناصر! تری امنگوں میں — اپنی ہر آرزو کو ڈھالیں گے
راہِ منزل پہ زندگی کے چراغ — تیری یادوں سے روشنی لیں گے
تیرے قدموں کے برگزیدہ نشاں — رہ نوردوں کو حوصلہ دیں گے
کام آئے گی تیری عظمتِ فکر — زیست کی عظمتیں بھی دیکھیں گے
تیرے احساں سحاب کی صورت — آنے والے دنوں پہ برسیں گے

تیری یادوں کو لے کے گام بہ گام
آئے گا دورِ غلبۂ اسلام

دورِ نو کی انوکھی قدروں میں — تو پرانی محبتوں کا سفیر
فکرِ دوراں، خرابی و تخریب — سوچ تیری ترقی و تعمیر
شورِ آشوبِ روزگار میں تو — تمکنت اور وقار کی تصویر
فتنے اٹھ اٹھ کے ہو گئے خاموش — تھی تری خامشی میں کیا تاثیر

ہر طرف سنگ و خشت کی بارش — تیری شفقت تھی اک ردائے حریر
سوئے منزل رواں دواں ہر دم — تھی کوئی شے نہ باعثِ تاخیر

جا! خدا کی رضا کے دامن میں
اَبدی راحتوں کے مامن میں

مقبرہ کی بہشت زار زمیں! — لے یہ اور اک امانتِ دل و جاں
تیری خاموشیوں میں آسودہ — کتنے محنت کش و جنوں ساماں
سوچتا ہوں قدم قدم پہ یہ میں — کتنا نازک ہے رشتۂ تن و جاں
کوئی دیکھے تو کتنے پیارے چاند — تیری تاریکیوں میں ہیں تاباں
تجھ سے گزروں تو مجھ کو آتی ہے — تیری مٹی سے بوئے گل بدناں
ذہن میں خود بخود ابھرتا ہے — کیفِ جنت تصورِ جاناں

لے یہ اک اور گلعذار آیا
اک نمائندۂ بہار آیا

پھر سے تجدیدِ عہدِ بیعت کی — آج طاہر کے ہاتھ پر ہم نے
پھر ہوئی دور اپنی تیرہ شبی — آج رو رو کے کی سحر ہم نے
وجہِ تسکین و تمکنت ساماں — پائی اک حسن کی نظر ہم نے
چشمِ خونبار سے کیا رخصت — ایک محبوب راہبر ہم نے
رہبری کے مقام پر پایا — اپنا ہی ایک ہمسفر ہم نے
سامنے اک نئی اڑان آئی — پھر سنوارے ہیں بال و پر ہم نے

مختصر سا تھا امتحاں اپنا
کارواں ہے رواں دواں اپنا

آنے والے! تجھے ہمارا سلام — آ بصد شانِ دلربائی آ
تیری رہ میں بچھائیں گے آنکھیں — تو ہے والی ولائتِ دل کا
اوڑھ کر تو قبا خلافت کی — تختِ دل پر ہوا سریر آرا
ہم اطاعت گزار بندے ہیں — حق اطاعت کا ہم کریں گے ادا
دیکھتے ہیں تو ایک تیری طرف — سن رہے ہیں تو ایک تیری صدا
مرتعش ہوں گے نغمہ ہائے وفا — اک ذرا تو دلوں کے تار ہلا

اپنی پیشانیاں سجودِ آثار
دور ہم سے اِبا و استکبار

آنے والے! تری نگاہوں میں — کتنے زخمی دلوں کا مرہم ہے
جذبۂ دل کو کیا کہوں اس دم — یہ طرب ہے کہ موجۂ غم ہے
دیکھ کس جذبۂ تشکر سے — دل بھر آیا ہے آنکھ پرنم ہے
آج پھر اسجُدُوا کا حکم ہوا — سرِ تسلیم آج پھر خم ہے
زندگی کی زمام ہاتھ میں لے — زندگی کا نظام برہم ہے
تو ہے محور کِن آرزوؤں کا — کیا کہوں! حرفِ آرزو کم ہے

آ! زمانے میں کر مسیحائی!
آ کہ تو بھی تو ابنِ مریم ہے

خلافت اتنی بڑی ذمہ داری ہے کہ کوئی احمق، پاگل ہو گا جو یہ کہے کہ یہ مجھے مل جائے

یہ سمجھنا کہ جس آدمی کو خدا نے چنے دنیا کا کوئی انسان یا منصوبہ اس کے انتخاب کو غلط کر سکتا ہے یہ غلط ہے

نئی نسل یاد رکھے کہ انتخاب ہوتا ہے، لیکن خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے

اصل اہمیت شریعت اسلامیہ کا وقار قائم کرنا ہے اس سلسلے میں ہر خلیفہ اپنے حالات کے مطابق فیصلے کرتا ہے

خدا تعالیٰ خود میری رہنمائی کرتا ہے، میں نے تم سے دین نہیں سیکھنا۔ تم نے مجھ سے دین سیکھنا ہے

ساری دنیا کے انسان کیلئے دعائیں کریں خصوصاً گندی زیست کی خو گر اور نام نہاد تہذیب نو کی قوموں کے لئے کہ وہ اپنے رب کو پہچانیں:

"میں کسی پر احسان نہیں جتاتا میرے دل میں آپ کا پیار سمندر کی طرح موجیں مار رہا ہے"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے سفر یورپ ۱۹۷۸ء کے دوران مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۷۸ء کو مسجد فضل لندن میں ایک بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تھا۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نیک یادوں میں سے اس ایک نہایت ہی پیاری یاد کو، جو حضور کے اپنے پُر از معارف کلمات پر مشتمل ہے، خاکسار نے اسے اپنی ڈائری میں محفوظ کیا ہوا تھا، اسے اب قارئین "الفضل" کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے: (از یوسف سلیم ملک انچارج صیغہ زود نویسی)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

رمضان کی اہمیت:

ہم ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہ مہینہ بہت سی عبادات کا مجموعہ ہے۔ اس میں روزے رکھے جاتے ہیں۔ قرآن کریم کی غیر معمولی طور پر کثرت سے تلاوت کی جاتی ہے۔ صدقہ و خیرات کا حکم ہے یہ بھی ہدایت ہے کہ اپنے نفسوں کا اخلاقی لحاظ سے محاسبہ کیا جائے۔ اسلام نے حسنِ اخلاق کی جو تعلیم دی ہے اس کی طرف خاص طور پر توجہ کرنی چاہیئے اور دعاؤں پر بہت زور دینا چاہیئے۔

رمضان اور اجابتِ دعا:

قرآنِ کریم کی یہ بھی شان ہے کہ وہ بنیادی اصول ایسی جگہ بیان کر دیتا ہے جہاں اس کے پہلے مضمون کے ساتھ خاص تعلق ہو۔ گو وہ مضمون ماقبل کے ساتھ بندھا ہوا تو نہ ہو لیکن اس کا خاص تعلق ہو۔ رمضان کے ساتھ دعا کا ذکر کر دیا۔ فرمایا:۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ○

(البقرۃ: ۱۸۷) اب دعا صرف رمضان کے مہینے میں ہی تو نہیں کرنی ہوتی۔ لیکن رمضان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی عبادات کو اکٹھا کر کے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ انسان اگر چاہے تو خاص طور پر اپنے ربّ کریم کی طرف زیادہ خشوع و خضوع اور ابتہال کے ساتھ متوجہ ہونے کے مواقع پاتا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں اُس کی دعائیں عام حالات کی نسبت کثرت سے خدا تعالیٰ کے حضور مقبول ہو سکتی ہیں اگر دل میں اخلاص ہو اور کوئی کجی اور فساد نہ ہو۔ لیکن ویسے یہ ایک عام اصول ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ تو ہر آن اور ہر گھڑی ہر شئے کا تعلق ہے اور خدا سے زندہ تعلق قائم کرنا یہ ایک مسلمان کا فرض ہے۔ خدا تعالیٰ کی خدائی تو اپنا کام کر رہی ہے۔ خواہ انسان اس کی طرف متوجہ ہو یا نہ ہو۔ اس کے جسم میں ہزار ہا تغیر اللہ تعالیٰ کے براہ راست حکم سے پیدا ہو رہے ہیں۔

قدرت کا عجیب کرشمہ :

سائینسدان کہتے ہیں کہ ہمارا دماغ جب جسم کے کسی حصہ کو حکم بھیجتا ہے کہ یہ کام کرے تو NERVES (نروز) کے ذریعہ وہ حکم چلتا ہے اور NERVES مختلف ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک لمبی رسّی نہیں ہے جو دماغ کھینچ لیتا ہے بلکہ مختلف ٹکڑے ہیں جن کے درمیان فاصلہ ہے۔ جب تک وہ فاصلہ BRIDGE (برج) نہ ہو، پُل نہ بنے تو وہ حکم آگے نہیں چل سکتا اور ایک خاص کیمیادی مادہ ہے جو آگے برج کرتا ہے۔ پس ہر حکم جو دماغ سے جاری ہوتا ہے وہ اپنی جگہ پہنچنے تک ایسے سینکڑوں پُلوں پر سے گزر کر پہنچتا ہے جو خاص اس حکم کو پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ پیدا کئے جاتے ہیں اور سائینسدان یہ بھی کہتے ہیں کہ جب دماغ کا یہ حکم آگے نکل جائے اور پُل کو کراس CROSS کرے تو اگر وہ کیمیادی مادہ اسی طرح رہے، تو اسی وقت انسان کی موت واقع ہوجائے۔ اس لئے جس وقت وہ حکم اس پُل کو عبور کرتا ہے اسی وقت خدا تعالیٰ کا دوسرا حکم آجاتا ہے اور اس کیمیاوی مادہ کو تبدیل کردیتا ہے۔ یہ تو ایک مثال ہے تم جسم کے کسی حصّے کو لے لو، وہ خدائی سے آزاد نہیں۔ لیکن عام حالات میں انسان کو ایک آزادی دی۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف حالات پیدا کئے۔ صرف انسان ہی محدود دائرہ میں اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرسکتا ہے۔ مثلاً مادی جسم ہے وہ اسی طرح خدا تعالیٰ کے احکام کو سنتا ہے اور اس کی وحی کو سنتا ہے اور اس کے مطابق کام کرتا ہے جس طرح درخت اور اس کے پتّے۔ جاندار، نباتات اور جمادات غرضیکہ ہر چیز پر خدا تعالیٰ کا حکم جاری ہوتا ہے۔ جس طرح فرشتوں کے متعلق آتا ہے:

یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ

خدا کا حکم آتا ہے اور اُن کے لئے خدا تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں ہوتا۔ اسی طرح انسان کا جسم جو اعمال بجا لاتا ہے آزادانہ اعمال کے علاوہ یعنی وہ اعمال جو انسان اپنی مرضی سے بجا لاتا ہے خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے یا اِبا اور اِستکبار کی راہوں کو اختیار کرکے، دونوں راستے اس کے لئے کُھلے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرنے سے انسان کو جو جزا ملتی ہے اور اس کی روح کو ابدی جنّتوں کا جو وعدہ دیا گیا ہے وہ بڑا زبردست ہے۔ پس ہر وقت ہی دعا کی ضرورت ہے۔ لیکن قبولیتِ دعا کے سامان رمضان میں زیادہ اکٹھے کردیئے گئے ہیں اس لئے یہ مضمون جو مستقل حیثیت رکھتا ہے اور بڑا اہم ہے وہ رمضان کے ذکر کے ساتھ قرآن کریم میں بیان کردیا گیا ہے۔

قبولیتِ دعا کی شرائط:

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر میرے بندے میرے متعلق پوچھیں یعنی قربِ الٰہی کے حصول کا خیال آئے کہ وہ کس طرح اپنے رب سے تعلقات پیدا کرسکتے ہیں تو اُن سے کہدو مَیں تم سے دُور تو نہیں ہوں۔ اجیب دعوۃ الدّاع اذا دعان۔ میرے قرب کی علامت اور نشان یہ ہے کہ مَیں دعاؤں کو سنتا ہوں اور دعا سننے کے بعد یہ اطلاع دیتا ہوں کہ مَیں نے دعا کو قبول کرلیا ہے۔ "اُجِیْبُ" میں محض اجابت یعنی قبول کرنا ہی نہیں بلکہ بسا اوقات اس کی اطلاع دینا بھی شامل ہوتا ہے۔ یہ اطلاع یا تو عملاً ہوتی ہے اور یا لفظاً بھی رؤیا اور کشوف کے ذریعہ یا الہام کے ذریعہ بھی ہوتی ہے۔ دعا کرنے والے کے روحانی مقام اور ضرورت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا سلوک ہوتا ہے۔ یہ لمبی تفصیل ہے اس میں اس وقت جانے کا وقت نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں کی دعا کے نتیجہ میں پیار اور قبولیت کی کیفیت تب پیدا ہوگی جب وہ میرا حکم مانیں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں گے اور میری نازل کردہ ہدایت پر قائم ہوجائیں گے تاکہ جس غرض کے لئے مَیں نے انسان کو پیدا کیا ہے وہ غرض پوری ہو۔

دعا کی قسمیں:

دعا کے سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر انسان دعا اپنے لئے بھی کرتا ہے اور دوسرے فرد کے لئے بھی کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں جیسا کہ پہلے اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اذا دعان کے ترجمہ میں مَیں بتا چکا ہوں خدا تعالیٰ بتاتا بھی ہے۔ انسان اپنے لئے دعا کرتا ہے۔ دوسرے فرد کے لئے بھی دعا کرتا ہے حدیث میں آتا ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یَرٰی وَیُرٰی لَہٗ کہ اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کو خواب کے ذریعہ اطلاع دیتا ہے اور دوسرا آدمی اس کے لئے دعا کر رہا ہو تو اسے بھی اطلاع دیتا ہے کہ اس کے دوست یا بزرگ یا بھائی یا بیٹے یا خلیفۂ وقت کے متعلق دعا قبول ہوگئی ہے۔ اور دعا اجتماعی بھی ہے۔ اجتماعی دُعا بعض حالات میں اور بعض زمانوں میں بہت ضروری ہوجاتی ہے اور اگر انسان انفرادی دعائیں اجتماعی دعا پر قربان کردے تو میری یہ ذاتی رائے ہے اور جو تاریخ مَیں نے پڑھی ہے اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ پھر اپنے لئے نہیں بھی دعا کر رہا ہوتا ہے تب بھی اس کی دعا قبول کرلی جاتی ہے کیونکہ وہ خدا کی مخلوق کے لئے دعائیں کر رہا ہوتا ہے۔

عظیم الشان روحانی انقلاب:

حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے متعلق حضرت (اقدس...... نامکمل) نے فرمایا ہے کہ آپؐ نے عرب میں ایک عظیم روحانی انقلاب بپا کردیا۔ عرب وحشی اور درندہ صفت تھے عمل کرنا تو درکنار اُن کو حسنِ اخلاق کا علم ہی نہیں تھا کُتوں اور سُوروں کی طرح وحشیانہ زندگی گزار رہے تھے لیکن رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے قوم کی زندگی کے اندر ایک انقلاب عظیم بپا ہوگیا۔ آپ فرماتے ہیں۔ تمھیں پتہ ہے۔ یہ انقلاب کیوں پیدا ہوا۔ یہ ایک فانی فی اللہ کی راتوں کی عاجزانہ دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ محمد صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے اتنی دعائیں کیں۔ پہلے عرب

کے لئے اور پھر سب بنی نوع انسان کے لئے (کیونکہ اسلام کا پیغام ساری دنیا میں پہنچنا تھا) کہ ایک انقلاب عظیم بپا ہو گیا ایسا انقلاب جسے آج کی دنیا بھی سمجھنے سے قاصر ہے حالانکہ سائنس بہت ترقی کر چکی ہے

اسلامی تعلیم کا معجزانہ اثر:

اسی جگہ میں نے پہلے بھی ایک موقع پہ بتایا تھا کہ ایک امریکی رسالہ میں مضمون چھپا کہ بچپن سے یا جوانی کی عمر میں جو عادت پڑ جائے تو بڑے ہو کر وہ عادت چھوٹا نہیں کرتی۔ ہماری ایک احمدی بہن نے اس رسالہ کو خط لکھا کہ تمہاری یہ بات غلط ہے کہ عادت چھوٹا نہیں کرتی۔ عادتیں چھوٹ جاتی ہیں۔ اُس نے مثال دی کہ مسلمانوں پر شراب بڑی دیر کے بعد حرام ہوئی۔ تیرہ سالہ مکّی زندگی میں شراب حرام نہیں تھی۔ مدنی زندگی میں بھی ایک عرصہ تک شراب حرام نہیں تھی۔ ایک رات دوستوں کی مجلس لگی ہوئی تھی۔ وہ شراب پی رہے تھے اور شراب میں مست تھے کہ اسی حال میں اُن کے کان میں یہ آواز آئی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شراب ممنوع قرار دے دی ہے تو صاحب خانہ جس کے کمرے میں یہ مجلس لگی ہوئی تھی اور بہت سے شراب کے مٹکے سامنے رکھے ہوئے تھے وہ کھڑا ہوا اور مٹکوں کو توڑنے لگا تو ایک دوست نے کہا ہمارے ساتھ کسی نے شرارت نہ کی ہو۔ پہلے پتہ تو کر لو کہ واقع میں خدا تعالےٰ کی طرف سے شراب ممنوع قرار دے دی گئی ہے اور یہ اعلان واقع میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس نے کہا پہلے مٹکے توڑوں گا بعد میں جا کر پوچھوں گا کہ یہ واقع میں صحیح ہے یا غلط۔!

اس احمدی خاتون نے یہ واقعہ لکھ کر پوچھا۔ تم کیسے کہتے ہو کہ عادتیں نہیں بدلتیں۔ ایک آواز نے ان لوگوں کی عادتیں بدل دیں۔ شراب میں مست رہنے والے تھے (پہلے انہوں نے اَور بہت سی عادتیں چھوڑی تھیں۔ اس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں) لیکن حُرمتِ شراب کا بڑا نمایاں واقعہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ ایک آواز نے اُن کی برسوں کی شراب کی عادت کو بدل دیا۔ اسی طرح اسلام سے قبل لوگ بڑے شغف کے ساتھ جُوا کھیلتے تھے۔ قرآنِ کریم نے بھی اس کا ذکر کیا ہے لیکن قرآن کریم نے کہا بند! تو وہ بند ہو گیا۔ ساری عمر کی وراثتے میں لی ہوئی عادتیں اسلام نے بدل دیں۔

غلبۂ اسلام اور دُعا کا ھتھیار:

اس زمانہ میں محمّد صلّی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں کے مطابق حضرت (اقدس ...... ناقل) کی بعثت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ذمّہ یہ فرض لگایا کہ اسلام کو دنیا میں غالب کیا جائے۔ ایک وقت میں حضرت (اقدس ...... ناقل) نے مناظرے بھی کئے اور بہتوں نے آپ سے مباہلے بھی کئے اور اس کا انجام بھی دیکھا اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ آپ نے کہا جو حجّت تھی، وہ مَیں نے پوری کر دی۔ اب دعائیں کرو کہ جس طرح پہلے زمانہ میں ایک انقلابِ عظیم اُس دنیا میں دعاؤں کے نتیجہ میں بپا ہُوا تھا، اِس دنیا میں بھی ویسا ہی ایک انقلابِ عظیم دعاؤں کے نتیجہ میں پیدا ہو جائے۔

پس یہ رمضان کا مہینہ اور خاص طور پر آخری عشرہ بڑی اہمیت رکھتا ہے اس میں بعض احمدی مسلمان بھی اعتکاف بیٹھتے ہیں۔ ان دنوں اجتماعی دعائیں بھی بہت کریں۔ ان مغربی قوموں کے لئے دعائیں کریں۔ ان کی عادتیں تو دعاؤں ہی سے بدل سکتی ہیں۔ یہ لوگ سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ہم ان کو بڑا سمجھاتے ہیں۔ سمجھیں بھی تب بھی نہیں مانتے۔ یعنی عجیب ان کے دماغ ہو گئے ہیں۔ ان کو ایسی گندی عادتیں پڑ گئی ہیں کہ گند سوچنا اور گندہ کام کرنا اُن کی زندگی کا حصّہ بن گیا ہے۔ جب ہم ان کے سامنے اسلام کی تعلیم پیش کرتے ہیں تو کبھی کوئی یہ کہہ دیتا ہے کہ آپ نے اتنی دیر کیوں کر دی اسلام کی اتنی اچھی تعلیم بتانے میں۔ جب ہم اَور بھی زیادہ گند میں دھنس گئے تب آپ یہ تعلیم لے کر آ گئے۔ کوئی یہ کہہ دیتا ہے اسلام کی اتنی اچھی اور حسین تعلیم ہے۔ آپ اسے ہمارے عوام تک کیوں نہیں پہنچاتے۔ پس کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ لیکن خود کہنے والے بھی اپنی عادتوں کو بدلنے کے لئے تیار نہیں۔ وہ اپنی جگہ پر کھڑے ہیں۔ اُن کو خدا تعالےٰ کی قدرت ہی بدل سکتی ہے۔ اس لئے مَیں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ ساری دنیا کے انسان کے لئے دعائیں کریں۔ خصوصاً اُن کے لئے دعائیں کریں جو گندی زلیست کی خوگر اور نام نہاد تہذیبِ نَو کی حامل قومیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی زندگیوں میں انقلاب بپا کرنے کے سامان پیدا کرے اور وہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان کو پہچانیں اور جس خدائے واحد و یگانہ کو محمد صلّی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس کی معرفت حاصل کریں اور خدا کے پیار کے دروازے ان قوموں پر بھی اسی طرح کُھلیں۔ جس طرح ہزاروں لاکھوں احمدیوں پر کُھلے ہیں۔

مقامِ خلافت:

ایک اَور دعا ہے جماعت کی۔ مَیں نے یورپ میں بھی کہا۔ ۱۹۶۷ء میں کوپن ہیگن میں پادری اور کچھ اَور دوست بارہ حواریوں کی تعداد میں مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے ان سے بھی مَیں نے کہا تھا کہ مَیں سمجھتا ہوں مجھ میں اور جماعت میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ یہ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ سب کا مقصد ایک ہے۔ ایک جہت ہے جس کے لئے ہم کوشش کر رہے ہیں ایک مقصد ہے جس کے لئے ہم دعائیں کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی اپنی لحاظ کے مطابق قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔ اور اخلاص اور وفا کا نمونہ دکھا رہے ہیں۔ پس خلیفۂ وقت اور جماعت کو علیحدہ کیسے کیا جا سکتا ہے ساری جماعت اپنی جگہ دعائیں کر رہی ہے لیکن یہ جو ایک وجود ہے اس میں خلافت کا ایک بڑا ہی اہم مقام ہے اور یہ نہ خریدا جا سکتا ہے اور نہ چھینا جا سکتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ اسی سفر میں مجھ سے کسی نے پوچھا کہ خلافت سے پہلے کبھی آپ نے سوچا کہ خلیفہ بن جائیں گے۔ مَیں نے کہا:-

"NO SANE PERSON CAN ASPIRE TO THIS."

کوئی عقلمند آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ اتنی بڑی ذمہ داری ہے، کوئی

سوچے گا کیسے۔ کوئی احمق ہی ہوگا۔ پاگل ہوگا جو یہ کہے گا کہ مجھے یہ ذمہ داری مل جائے۔

خلافت کے متعلق یہ جاننا چاہیئے کہ بعض بیوقوف دماغ یہ سمجھتے ہیں کہ مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ ایک وقت آئے گا جہنم میں سے ہر آدمی کا جب علاج ہو جائے گا تو باہر نکل آئے گا۔ خدا کی پرسش کے مطابق جو سزا ہے وہ مل چکی ہوگی تو جہنم خالی ہو جائے گی۔ جب جہنم خالی ہو جائے گی تو وہاں تمثیلی زبان میں نہ دروازے بند ہوں گے نہ پہرہ دار ہوں گے۔ اور ہوا جہنم کے دروازوں کو ہلا رہی ہوگی۔ وہ کھلے ہوں گے۔ آگ ختم ہو چکی ہوگی۔ کوئی بھی نہیں ہوگا اس میں۔ بعض بیوقوف یہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا دربار بھی نعوذ باللہ اسی طرح اس کی حمد و ثناء کرنے والوں سے خالی ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے دربار میں تو ہر وقت ایسے لوگ موجود رہتے ہیں جو اپنی سمجھ کے مطابق اور استعداد کے مطابق اس کو پہچاننے والے، اس کے آگے جھکے ہوئے، اس کی حمد کرنے والے، اس کی تسبیح کرنے والے اور اس کے قرب کو حاصل کرنے کی تڑپ رکھنے والے ہوتے ہیں۔ حضرت (اقدس ...... ناقل) نے کیا ہی پیارا شعر فرمایا ہے ؎

"یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار"

ہزاروں لاکھوں آدمی، خدا کے بندے خدا کے دربار میں حاضر رہتے ہیں۔ کوئی ایک آدمی یہ سمجھے کہ خدا مجبور ہو گیا میں اکیلا اس کے دربار میں تھا اور اس نے مثلاً میں اپنی مثال لیتا ہوں، اگر میں یہ سمجھوں کہ میں اکیلا ہی تھا اور خدا مجبور ہوا مجھے خلیفہ مقرر کرنے کے لئے یعنی مجھے پکڑے اور خلیفہ مقرر کر دے تو میرے جیسا پاگل دنیا میں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس بھرے دربار میں سے خدا نے اپنی مرضی چلائی۔ ہم تو اُس وقت (یعنی انتخاب خلافتِ ثالثہ کے وقت) آنکھیں نیچی کئے ہوئے اپنے غم میں اور اپنی فکروں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن یہ سمجھنا کہ جس آدمی کو خدا تعالیٰ کسی کام کے لئے چُنتے دنیا کا کوئی انسان یا منصوبہ خدا تعالیٰ کے اس انتخاب کو غلط کر سکتا ہے تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ دینے والا تو وہی خدا ہے۔ عقل ہے، سمجھ ہے، ہمت ہے، خدا کے دَر کے علاوہ آپ کون سی چیز کہاں سے لے کر آتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کی اولوالعزمی:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا بوڑھا آدمی اور بے چین رُوح۔ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنا پیار تھا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ ان کی زندگی کا مطالعہ کریں تو پتہ لگتا ہے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنا پیار تھا کہ آپؐ کے بعد ایک گھڑی زندہ رہنا ان کے لئے مشکل تھا۔ لیکن جب خدا تعالیٰ نے اُن کو خلافت کے لئے چُنا تو سارا عرب مرتد ہو گیا۔ مگر خدا تعالیٰ کا وہ شیر جسے خدا نے خلافت کے لئے منتخب کیا تھا، اس نے کہا میں ان مرتدین کی سرکوبی بھی کروں گا اور جو فوج محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے باہر بھجوانے کے لئے تیار کی تھی وہ بھی نہیں روکوں گا خواہ مدینہ کے اندر مسلمانوں کی لاشیں کُتے گھسیٹتے پھریں۔ میں وہ حکم نہیں بدلوں گا۔

حضرت صدیقِ اکبرؓ کی فراست:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی فراست اور ان کے فعل میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ بعد میں ایک موقع پر خالدؓ بن ولید نے کمک مانگی اور لکھا کہ میرے پاس چودہ ہزار فوج ہے اور یہی سرمیدان میں کسریٰ کی ساٹھ ستّر بلکہ اسّی لاکھ تازہ دم فوج کے ساتھ لڑیں گے اور ہر تیسرے چوتھے دن لڑائی ہوگی۔ ہمارے پاس چودہ ہزار فوج ہے ان میں سے بھی کچھ شہید ہو جائیں گے۔ کچھ زخمی ہو جائیں گے۔ اس لئے کمک بھیجیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کی کمک بھیج دی۔ یہ دیکھ کر صحابہؓ پیٹ اُٹھے۔ صحابہؓ کا اپنا مقام تھا۔ خلیفہؓ وقت کا اپنا مقام تھا۔ صحابہؓ نے کہا یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ خالدؓ بن ولید نے تفصیل سے خط لکھا ہے کہ ایسے حالات ہیں اور آپ ایک آدمی کی کمک بھیج رہے ہیں۔ آرام سے اُن کو کہہ دیا کہ جس فوج میں اس جیسا آدمی ہو جسے میں کمک کے طور پر بھیج رہا ہوں وہ فوج شکست نہیں کھایا کرتی۔ چنانچہ پہلے ہی معرکہ میں کسریٰ کے جرنیل نے غدّاری کی جو عام طور پر دنیوی طاقتیں نہیں کیا کرتیں۔ لیکن اس دن اس نالائق نے غدّاری کی اور PLAN کیا کہ وہ خالدؓ بن ولید کو مقابلہ کے لئے بُلائے اور پھر چار پانچ آدمی آئیں اور ان کو قتل کر دیں۔ اُس نے پہلے نیزہ بازی کی۔ پھر تلوار کی جنگ کی اور پھر اس نے کہا۔ آؤ کُشتی کرلو۔ چنانچہ دونوں گھوڑے سے نیچے اُتر گئے۔ کسریٰ کا بھی بڑا طاقتور اور تجربہ کار جرنیل تھا۔ اس نے کُشتی میں طاقتور پہلوان کی طرح خالدؓ کی باہوں (بازو) کو پکڑ لیا اور اپنے اُن آدمیوں کو جو اس نے درپردہ تیار کئے ہوئے تھے اشارہ کیا کہ اس حالت میں حملہ کر کے خالدؓ کی گردن اڑا دیں۔ عین اس وقت یہ ایک آدمی کی کمک جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھجوائی تھی یہ گھوڑے پر سوار تھے۔ انہوں نے فوراً بھانپ لیا کہ غدّاری ہوگئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کسی اَور سے مشورہ کرنے یا کسی اَور کو ساتھ چلنے کے لئے کہنے کا وقت ہی نہیں تھا۔ انہوں نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور فوراً وہاں پہنچے جہاں وہ تین چار ماتحت جرنیل اس غدّاری میں حصّہ لینے یعنی خالدؓ بن ولید کو قتل کرنے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ انہوں نے ایک ایک کو قتل کیا اور جب قتل کر لیا ان تین یا چار کو یا جتنے بھی تھے، تو (یہ ہے مسلمان کی شان اور اس کی جسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منتخب کیا تھا کہ) کسریٰ کے غدّار جرنیل کی باہیں بھی تو جکڑی ہوئی تھیں اسے کہنے لگے اب تم اپنی کُشتی لڑو اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر واپس آ گئے حالانکہ اس کو قتل کر سکتے تھے لیکن یہ مسلمان کی شان کے خلاف تھا کہ اس نے جو غدّاری کی ہے اس کو اس رنگ میں سزا بھی دیں لیکن ایسا نہیں کیا تا کہ کل کو اسلام پر الزام نہ آجائے۔

خلیفہ خدا بناتا ہے:

یہ مقام ہے خلافت کا۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں جس کو خلیفہ بناؤں گا اور یہ یاد رکھیں خصوصاً نئی نسل کہ انتخاب ہوتا ہے لیکن خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے۔

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بعض لوگوں نے جو بعد میں الگ ہو گئے تھے ان میں سے کسی نے کہا کہ ہم نے خلیفہ منتخب کیا ہے آپ نے فرمایا میں تمہارے انتخاب خلافت پر تھوکتا بھی نہیں ہوں۔ مجھے جس نے خلیفہ بنانا تھا اس نے بنا دیا۔

میری خلافت کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مجھے اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا۔ یا داوٗد انّا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض۔ اور یہ بتانے کے لئے کہ میں تیرے ساتھ ہوں خدا تعالیٰ بڑا پیار کرنے والا ہے اس کے پیار کو حاصل کریں۔ بالکل شروع خلافت کے زمانہ کی بات ہے۔ حضرت مصلح موعود .... کا جب وصال ہوا تو میں ٹی آئی کالج میں پرنسپل تھا۔ کالج لاج میں میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ میں وہاں آیا۔ میری طبیعت پر بڑا بار تھا۔ کہ میں آپا صدیقہ ام متین صاحبہ کو یا چھوٹی آپا کو یا ہماری تیسری والدہ تھیں ان کو DISTURB کروں اپنی رہائش کے لئے۔ لیکن میرے پرائیویٹ سیکرٹری کا دفتر وہاں تھا۔ وہیں سارے کام کرنے پڑتے تھے۔ چنانچہ دفتر کے اوپر دو تین کمرے تھے اُن ہی میں ہم ٹکے رہے اس وقت تک جب تک کہ سہولت کے ساتھ سب کا دوسری جگہ انتظام نہیں ہو گیا۔ خلافت کے بڑے تھوڑے سے عرصہ کے بعد غالباً ۶۶ء میں نومبر کی بات ہے۔ ظہر کی نماز پڑھانے کے بعد میں واپس آیا اور دفتر کے اوپر کمرے میں سنّتوں کی نیّت جب باندھی تو میرے سامنے خانہ کعبہ آگیا یعنی کشفی حالت میں نہیں جس میں آنکھیں بند ہو جاتی ہیں بلکہ کھلی آنکھوں کے ساتھ دیکھا یعنی نظارہ یہ دکھایا گیا کہ میرا رُخ ایک ANGLE بائیں طرف اور میں نے سیدھا کر لیا منہ، خانہ کعبہ کی طرف اور نظارہ بند ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ یہ تو نہیں خدا کا منشاء کہ میں ہر دفعہ (ہمارے مکان قبلہ رُخ نہیں بنے ہوئے اپنا خود ہی ایک اندازہ کرنا پڑتا ہے) اگر قبلہ ٹھیک کروایا کروں گا۔ مطلب یہ ہے کہ میں تمہارا منہ جس مقصد کے لئے تمہیں کھڑا کیا ہے اس سے اِدھر اُدھر نہیں ہونے دوں گا۔

خدائی شان:

یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ خدا تعالیٰ اس جماعت کے جو چھوٹے چھوٹے شعبے ہیں اُن کے لئے بڑی غیرت دکھاتا ہے۔ ابھی میرے (دوبارہ سفر یورپ پر) جانے سے پہلے اُس خاندان کا ایک آدمی آیا جس کے بارہ میں میں بتایا کرتا ہوں کہ اُن کا بڑا ہوشیار لڑکا تھا TOP کے نمبر لئے میٹرک میں۔ ہمارا کالج لاہور میں تھا۔ اس کے والد کو میں ذاتی طور پر جانتا تھا۔ وہ لڑکا ہمارے کالج میں داخل ہو گیا۔ میں نے بڑے پیار سے اُسے داخل کیا۔ وہ میرے دوست کا بچہ تھا جو سیالکوٹ کے ایک گاؤں کے رہنے والے اور زمیندار تھے۔ اس کے چند رشتہ دار غیر مبائع تھے انہوں نے لڑکے کے باپ کا دماغ خراب کیا۔ اس سے کہنے لگے اتنا ہوشیار بچہ سپیریئر سروسز SUPERIOR SERVICES کے COMPETITION میں یہ پاس ہونے والا۔ کہیں D.C. لگے گا۔ تم نے یہ کیا ظلم کیا اپنے بچے کو جا کر احمدیوں کے کالج میں داخل کروا دیا۔ جس وقت یہ انٹرویو میں جائے گا لوگوں کو یہ پتہ لگے گا یہ ٹی آئی کالج میں رہا ہے اس کو لیں گے نہیں۔ اور یہ دنیوی طور پر ترقی نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ وہ میرے پاس آگیا۔ میں خالی پرنسپل نہیں تھا اس کا دوست بھی تھا۔ میرے دل میں اس کے بچے کے لئے بڑا پیار تھا۔ میں نے اس کو پندرہ بیس منٹ تک سمجھایا کہ اپنی جان پر ظلم نہ کرو خدا تعالیٰ بڑی غیرت رکھتا ہے جماعت احمدیہ اور اس کے اداروں کے لئے تمہیں سزا مل جائے گی۔ خیر وہ سمجھ گیا اور چلا گیا۔ پھر انہوں نے بھڑکایا۔ پھر میرے پاس آگیا۔ پھر میں نے سمجھایا۔ پھر چلا گیا۔ پھر تیسری دفعہ جب آیا۔ تو میں نے سمجھا اس کے باپ کو ٹھوکر نہ لگ جائے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ میں دستخط کر دیتا ہوں مگر تمہیں یہ بتا دیتا ہوں کہ یہ لڑکا جس کے متعلق تم یہ خواب دیکھ رہے ہو کہ وہ سپیریئر سروسز کے امتحان میں پاس ہو کر ڈی سی بنے گا۔ یہ الیف اے بھی نہیں پاس کر سکے گا۔ اس نے مائیگریشن فارم پُر کیا ہوا تھا۔ اتنے اچھے نمبر تھے کہ ٹی آئی کالج سے گورنمنٹ کالج اُسے بڑی خوشی سے لے لیتا۔ چنانچہ میں نے اس کے فارم پر دستخط کئے اور وہ اسے لے کر چلے گئے۔ پھر مجھے شرم کے مارے ملا بھی نہیں۔ کوئی چار پانچ سال کے بعد مجھے ایک خط آیا جو شروع یہاں سے ہوتا تھا کہ میں آپ کو اپنا تعارف کروا دوں۔ میں وہ لڑکا ہوں جس کے مائیگریشن فارم پر آپ نے دستخط کئے تو مجھے اور میرے باپ سے کہا تھا کہ میں الیف اے بھی نہیں پاس کر سکوں گا اور چار پانچ سال کا زمانہ ہو گیا ہے اور میں واقعی الیف اے پاس نہیں کر سکا۔ پھر وہ تجارت میں لگ گیا۔ اب پھر مجھے یہاں ایک خط آیا جو اسی سفر میں ملا جو اس کے بیٹے کا تھا اور اُس نے بھی تعارف یہ کہہ کر کروایا کہ میں اُس کا بیٹا ہوں جس کو آپ نے یہ کہا تھا کہ تو الیف اے پاس نہیں کر سکے گا۔

پس خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کے ایک کالج اور اس کے ایک پرنسپل کے لئے اتنی غیرت دکھاتا ہے تو خلیفہ وقت کے لئے کتنی غیرت دکھائے گا آپ پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ ہمارے ایک زمیندار پرانے احمدی ہیں۔ مجھے دو تین دفعہ انہوں نے کہا کہ میں تو اپنے بچوں کو سمجھاتا ہوں کہ دیکھو! نبوت کے زمانہ میں میں نے دیکھا اگر کوئی غلطی ہو تو معاف ہو جاتی ہے لیکن جو خلافت کے خلاف کھڑا ہو تو مجھے اُسے میں نے ہمیشہ گرتے ہی دیکھا ہے بنتے نہیں دیکھا۔

پھر لوگوں کی عجیب عجیب حرکتیں سامنے آتی ہیں۔ وہ دنیا کی خاطر شریعتِ اسلامیہ بنانے لگ جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں بعض احکام تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں اور بعض اصول بیان کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً فرمایا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جَزٰؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا۔ حضرت (اقدس .... ناقل) نے فرمایا کہ قرآن کریم کی شان دیکھو۔ کسی عیسائی نے اعتراض کیا تھا کہ ایک طرف تفصیل بیان کر دی اور دوسری طرف یہ کہہ دیا کہ جتنا جرم ہو اس کے مطابق سزا ملے گی۔ آپ نے فرمایا اگر کوئی اندھا کسی کی آنکھ نکال دے تو تم اس کا بدلہ کس طرح لو گے۔ اگر یہ ہوتا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ تو آنکھ ہے ہی نہیں جس سے آپ نے بدلہ لینا ہے اس لئے فرمایا جَزٰؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا۔ بعض بنیادی چیزیں ہیں۔ آیتِ استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ دین جس پر میں تمہارے لئے راضی ہوا دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ اس کو مضبوطی

کے ساتھ قائم کرنے کا ذریعہ خلافت کو بناؤں گا اور تمہارے خوف کو خلافت کی برکتیں دور کریں گی۔ میرا اصل مضمون اس وقت دعا کا ہے۔ یہ باتیں میں ضمناً بتا رہا ہوں۔

خلیفۂ وقت کی دعاؤں کا معجزانہ اثر:

سینکڑوں بعض دفعہ ہزاروں اسال کے اندر ایسی پریشانیاں ہیں کہ جو خلیفۂ وقت کی دعاؤں سے معجزانہ طور پر دور ہو جاتی ہیں۔ کئی ایک کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ پریشانیاں آتی رہتی ہیں۔ میں تو خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ ہوں۔ وَلا فخر۔ میرے لئے تو فخر کی بات نہیں۔ خدا تعالیٰ میرے ذریعہ مومنین کی جماعت کے خوف کو بدلتا ہے تو یہ اس کی شان ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی خدا تعالیٰ نے آپؐ کی امت میں اس قسم کے سامان پیدا کر دیئے۔ میں تو خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ ہوں۔ میں یاد بھی نہیں رکھتا۔ میں نے ایسے کوئی رجسٹر بھی نہیں بنائے ہوئے۔ میں بھول جاتا ہوں۔ کئی دفعہ لوگ آ کر بتلاتے ہیں کہ جی آپ نے اپنی فلاں خواب بتائی تھی اور وہ پوری ہو گئی ہے اور مجھے وہ خواب یاد بھی نہیں ہوتی۔ میری یہ عادت ہے۔ میرے ساتھ خدا کا یہ سلوک ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ میں پانی کے کنارے کھڑا ہوں مجھے سٹور کرنے کی ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ مجھے دیئے چلے جاتا ہے اس قسم کے نشان بھی دکھلاتا ہے اور بڑی کثرت کے ساتھ دکھلاتا ہے۔

خلافت کی سب سے بڑی ذمہ داری:

یہ مسئلہ دوست اچھی طرح سے یاد رکھیں کہ تمکینِ دین یعنی وہ دین جسے خدا تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کے لئے پسند کیا اس کو مستحکم طور پر قائم کرنا یہ خلافت کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے اور یہ ایک بنیادی اصول ہے اور اس کے مقابلہ میں جزئیات نہیں پیش کی جا سکتیں۔ مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت گزر گئی۔ اس خلافت میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ جنہوں نے آپؐ سے تربیت حاصل کی تھی بڑی کثرت سے پائے جاتے تھے۔ اور پھر اسلام پھیلنا شروع ہوا اور عرب سے بھی باہر نکل گیا۔ کم تربیت یافتہ لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان میں سے بعض نے جزئیات میں اپنی مرضی چلانی شروع کر دی مثلاً قرآن کریم نے کہا ہے کہ تیسری طلاق بائن ہے یعنی اس کے باوجود رجوع نہیں ہو سکتا جس طرح پہلی دو طلاقوں میں ہو سکتا ہے اور یہ تین طلاقیں جن میں تیسری بائن ہو جاتی ہے یہ ایک معین وقفہ کے بعد ہونی چاہئیں جو کم سے کم وقفہ ہے اس کا قرآنِ کریم میں ذکر ہے۔ یہ ایک فقہی مسئلہ ہے اس کی تفصیل میں میں نہیں جانا چاہتا۔

حضرت عمرؓ کا فتویٰ:

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں نے یہی کرنا شروع کر دیا کہ تین طلاقیں اکٹھی کہہ دیں اور جس وقت معاملہ قاضی کے پاس گیا تو کہہ دیا کہ شرع تو یہ کہتی ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی ہو ہی نہیں سکتیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں سے فرمایا میں تمہیں شرع سے مذاق نہیں کرنے دوں گا اور استہزاء نہیں کرنے دوں گا۔ آپ نے ایسے لوگوں سے کہا تم تین کہو گے میں تین کہہ دوں گا۔ بائن کر دوں گا۔ صحابہؓ موجود تھے۔ ان میں سے کسی نے نہیں کہا کہ شریعت موجود ہے آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں اس لئے کہ شریعت کا بڑا اور بنیادی حکم یہ ہے کہ شریعتِ اسلامیہ سے استہزاء نہیں کرنے دیا جائے گا۔ اور طلاق کے سلسلہ میں ہی ہے کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ اس کے احکام کو استہزاء کا نشانہ نہ بناؤ۔ آیت کے اسی جزو کے ماتحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا تھا۔

فقہی مسلک:

جہاں تک خُلع اور طلاق کا تعلق ہے اگر کوئی خاوند صرف مہر کی ادائیگی سے بچنے کے لئے عورت کو تنگ کرتا ہے کہ وہ خلع لے لے اور سمجھتا ہے کہ اس طرح اس کو مہر نہیں دینا پڑے گا تو وہ بڑا احمق ہے۔ اُسے جماعت چھوڑ دینی چاہیئے۔ میں تمہیں شریعتِ اسلامیہ سے استہزاء نہیں کرنے دوں گا جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہیں کرنے دیا تھا۔ اور اس اصول کے ماتحت کوئی خلیفہ پہلے خلیفہ کے فیصلوں کا پابند نہیں۔ یہ بھی دوست اچھی طرح سے سُن لیں۔ اس نے اپنے حالات کے مطابق شریعتِ اسلامیہ کے وقار اور عزت اور احترام کو قائم کرنا ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ فیصلہ کیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہیں کیا تھا۔ وہ پابند نہیں تھے۔ کوئی کھڑا ہو جاتا اور کہتا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو کبھی نہیں فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دیتا ہے تو میں تین ہی قرار دوں گا۔ آپ کون ہو گئے کہنے والے نہ کسی اَور خلیفہ کو یہ کہا جا سکتا ہے۔ خلافت کا کام ہے شریعتِ اسلامیہ کے احترام کو قائم کرنا۔ قرآن کریم سے یہ ثابت ہے اور طلاق کے سلسلہ میں قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام کو استہزاء کا ذریعہ نہ بناؤ۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۲۷ سے یہ مضمون شروع ہوتا ہے اسے ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔ میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ دیر ہو جائے گی۔

خدا کی رہنمائی:

پس میرا یہ کام ہے کہ میں تمہیں شریعت سے استہزاء نہ کرنے دوں۔ تمہاری مرضی ہے کہ جماعتِ مبائعین میں رہو یا چھوڑ کر چلے جاؤ۔ خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں میں کسی کی مُردہ کیڑے کی حیثیت بھی نہیں سمجھتا خدا تعالیٰ خود میری رہنمائی کرتا ہے۔ میں نے تم سے دین نہیں سیکھنا تم نے مجھ سے دین سیکھنا ہے۔ خلافت کے متعلق تو قرآن نے اعلان کر دیا ہے اسی آیتِ استخلاف میں کہ یہ ہم نے INSTITUTE اِس لئے بنایا ہے کہ دین کو مستحکم کریں اور تمہاری پریشانیاں دُور کریں۔ جب پریشانی کا وقت آتا ہے تو تم میرے پاس آ جاتے ہو اور جب ہزار دو ہزار پونڈ بچانے کا وقت آتا ہے

تو تم شریعتِ اسلامیہ سے استہزاء کرنے لگتے ہو۔ ایسا نہیں ہو گا۔

تعددِ ازدواج اور مسئلۂ طلاق:

باقی یہ ٹھیک ہے کہ آپ یہاں الگ تھلگ تھے۔ چھوٹی سی جماعت تھی اس قسم کے معاملے ربوہ چلے جاتے تھے۔ لیکن یہاں کی جماعت کے نوجوانوں کو عام معاملات اور دینی مسائل کا پتہ ہونا چاہیئے مثلاً طلاق کے مسئلہ کو لے لیں۔ اس سلسلہ میں اسلام نے جو تعلیم دی ہے اور قرآن کریم نے اس کے متعلق جو ارشاد فرمایا ہے اس کا پتہ ہونا چاہیئے۔ حضرت (اقدس ...... ناقل) نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ لوگ تعدد ازدواج پر اعتراض کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس میں اعتراض کرنے کی کیا بات ہے۔ مجھ سے بھی پوچھا تھا اسی یورپ کے دورے ہیں کہ اسلام تعدد ازدواج کی اجازت دیتا ہے۔ مَیں اس اعتراض کو سمجھ گیا تھا۔ مَیں نے کہا دیکھو! بات سنو!! جس دوسری لڑکی سے ایک شخص شادی کرنا چاہتا ہے۔ جس کو دوسری بیوی بنانا چاہتا ہے۔ اگر اس کو اعتراض نہ ہو تو تمہیں کیا اعتراض ہے۔ اس کو تو پتہ ہے کہ مَیں دوسری بیوی بن رہی ہوں اور وہ اعتراض نہیں کرتی تو تم کیوں اعتراض کرتی ہو۔ یہ تو نا معقول بات ہے۔ باقی رہا معاملہ پہلی بیوی کا تو شریعت کہتی ہے کہ تم اس سے پوچھو اور بتاؤ کہ مَیں دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے اجازت لینا ضروری نہیں لیکن اس کا یہ اختیار ہے کہ یا تو یہ کہدے کہ ٹھیک ہے۔ مَیں تمہارے ساتھ رہوں گی۔ دوسری شادی کی تمہیں ضرورت ہے۔ یہ تمہارا حق ہے۔ اسلئے تم بیشک دوسری شادی کرو۔ مَیں روک نہیں بنتی مثلاً حضرت میر محمد اسماعیل صاحب ...... کی پہلی بیوی سے کوئی بچہ نہیں تھا۔ جب دوسری بیوی کا سوال پیدا ہوا تو پہلی بیوی نے کہا بڑے شوق سے دوسری شادی کریں۔ چنانچہ دوسری بیوی کے بچوں کو اتنے پیار سے پالا کہ باہر سے آنے والا شخص یہ پہچان ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ پہلی بیوی کے بچے ہیں یا دوسری بیوی کے۔ اور اگر وہ کہے کہ مَیں نہیں رہنا چاہتی تو حضرت (اقدس ...... ناقل) نے ایک جگہ لکھا ہے وہ طلاق لے لے۔ اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ وہ خلع لے لے۔ قرآن کریم کے محاورہ میں یہ ہے ہی طلاق۔ قرآن کریم کے محاورہ میں خلع نہیں۔ لیکن طلاق کے جو دو ASPECTS تھے۔ دو پہلو تھے کہ ایک طلاق وہ ہے جو خاوند اپنی مرضی سے دیتا ہے اور دوسری طلاق وہ طلاق ہے جو بیوی اپنی مرضی سے حاصل کرتی ہے اس لئے انہوں نے مضمون کو سہل بنانے کے لئے خلع کا لفظ بنا لیا یعنی علیٰحدگی۔ لیکن قرآنی محاورہ میں یہ طلاق ہی ہے۔ خلع کا لفظ مجھے تو قرآن کریم میں کہیں نظر نہیں آیا۔ لیکن دو پہلو نظر آتے ہیں اور عقل ہمیں یہ بتاتی ہے اس لئے اگر فقہاء نے اپنی ایک اصطلاح وضع کر لی ہے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں، بڑا اچھا کیا۔ لیکن دراصل اس کے اوپر طلاق کے قوانین لگیں گے لیکن اگر حالات ایسے ہوں کہ خاوند کا کوئی جرم یا کوئی ایسی ذمہ داری جو اس نے نباہی نہ ہو۔ ایسا کوئی کیس نہ ہو تو پھر بیوی اپنے شوق سے کہ مَیں اس طرح علیحدہ ہو رہی ہوں۔ اس لئے مجھے بے شک مہر بھی نہ دو اور جو دے چکے ہو اس میں سے بھی کچھ چیزیں واپس لے لو۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر ہے۔ بیوی اپنی مرضی سے واپس کر سکتی ہے۔

نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے پاس ایک شادی شدہ عورت آئی۔ اُس نے عرض کیا۔ یا رسول اللّٰہ! مَیں اپنے خاوند کے پاس نہیں رہ سکتی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس کے اندر تم نے کوئی اخلاقی سُقم دیکھا ہے۔ کہنے لگی بالکل نہیں بڑا بااخلاق انسان ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تمہیں تنگ کرتا ہے۔ کہنے لگی۔ بالکل تنگ نہیں کرتا۔ لیکن میرا دل اس سے نہیں لگتا۔ میل نہیں کھاتا۔ ہم اکٹھے رہ نہیں سکتے۔ آپؐ نے اس کو طلاق دِلوادی۔ اب یہ جدائی جو ہے یہ اَور قسم کی جدائی ہے۔ اگر تو آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلم اس کو یہ کہتے کہ پھر تم اس کو اس حالت میں کہ اخلاقاً اچھا ہے۔ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ پھر دل نہیں ملے تمہارے تو تم اس کا مہر چھوڑ دو۔ اَور بھی جو کچھ لیا ہے وہ واپس کر دو تو یہ اَور چیز ہو جائے گی۔ لیکن یہ سمجھنا کہ بیوی کا خون چوس کر، اُس کے جذبات کو ٹھیس پہنچا کر ہم دنیا کی دولت کما لیں گے اور جماعت احمدیہ کا خلیفہ اس کی اجازت دے دے گا تو یہ بڑی حماقت ہوگی۔ اس کا خیال دل سے نکال دینا چاہیئے۔

خلیفۂ وقت کی دُعائیں:

باقی مَیں اب اصل مضمون کی طرف آجاتا ہُوں اور وہ ہے دُعا۔ مَیں ہر نماز میں قریباً آپ سب کے لئے دعائیں کرتا ہُوں۔ سارے بیماروں کے لئے دعائیں کرتا ہوں۔ سارے طالب علموں کے لئے دعائیں کرتا ہوں۔ سارے پریشان حالوں کے لئے دعائیں کرتا ہوں۔ جو تنگی میں ہیں ان کی فراخی کے لئے دعائیں کرتا ہوں۔ یہ میرا کام ہے۔ مَیں آپ پر احسان نہیں جتانا چاہتا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے میرے دل میں آپ کا پیار سمندر کی طرح موجیں مار رہا ہے۔ خدا نے بنی نوع انسان کا پیار میرے دل میں پیدا کیا ہے۔ یہ جو مَیں دورے پر جاتا ہوں اور پریس کانفرنسوں سے خطاب کرتا ہوں تو اُن سے مَیں یہی کہتا ہوں کہ تمہاری محبت میرے دل میں ہے وہ مجھے تمہارے پاس لے آئی ہے۔ تم کدھر جا رہے ہو۔ تم اپنی اصلاح کرو اور اپنے خالق کی طرف رجوع کرو تاکہ اس کی ناراضگی سے بچ جاؤ اور خدا سے دوری کے نتیجہ میں جو ہلاکت آتی ہے اس سے بچ جاؤ۔ اور اکثر احباب بھی دعائیں کرتے ہیں۔ مجھے شرم آجاتی ہے۔ بعض لکھ دیتے ہیں کہ ہم نے تو اپنی ساری دعائیں آپ کے لئے وقف کی ہوئی ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ اُن کی وہ ساری دعائیں قبول کرے جو اس وجہ سے وہ نہیں کر سکے اور ان کو کرنی چاہیئں تھیں۔ خدا تعالیٰ تو علّام الغیوب ہے۔ حضرت (اقدس ...... ناقل) نے فرمایا ہے کہ ہمارا خدا اتنا پیار کرنے والا خدا ہے کہ ایک عارف جب خدا تعالیٰ کے حضور جھکتا ہے اور دعائیں کرتا ہے کسی چیز کے حصول کے لئے تو اس کی عارفانہ کوشش ہوتی ہے۔ اور ایک دہریہ سائنسدان ہے جو خدا کو مانتا نہیں اور ریسرچ میں ایک جگہ اٹک جاتا ہے۔ جب وہ اٹک جاتا ہے تو وہ GROPING کر رہا ہوتا ہے۔ کبھی اِدھر کی سوچتا ہے۔ کبھی اُدھر کی۔ کبھی اِس سے مشورہ لیتا کبھی اُس سے۔ اور کبھی کچھ کرتا ہے اور کبھی کچھ۔ آپ نے فرمایا۔ اس

اندھیرے میں جو ہاتھ پاؤں مار رہا ہے خدا اُس کو کہتا ہے چلو مَیں نے دعا سمجھ لیا اور کام پورا کر دیتا ہے۔ اور اسی لئے جو بڑے بڑے سائنسدان ہیں وہ تسلیم کرتے ہیں کہ جہاں ہم اٹک جاتے ہیں وہاں کوئی غیبی طاقت جسے وہ پہچانتے نہیں یا جس کو پہچاننے سے وہ انکار کر رہے ہیں۔ اُس غیبی طاقت کی طرف سے اُنہیں روشنی مِل جاتی ہے۔

اہلِ مغرب کو اِنتباہ:

پس بڑا پیار کرنے والا ہے ہمارا خدا۔ یہ بڑا پیارا مہینہ ہے رمضان کا۔ اس مہینے میں دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں۔ لیکن دعا میں نیتوں میں اخلاص ہو۔ فساد نہ ہو۔ دنیا کی بھلائی کے لئے دعائیں کریں۔ جس گند میں یہ لوگ پھنسے ہوئے ہیں اس میں سے بغیر دُعا کے نہیں نکل سکتے۔ اُن کی عقل مان لیتی ہے لیکن ان کی عادتیں اس وقت ماننے سے انکار کر رہی ہیں۔ جو بات کہو مانتے چلے جاتے ہیں۔ لیعنی پادریوں سے بھی بات کرو تو ایک خاص وقت تک ہر دلیل مان لیتے ہیں اور جس وقت اس کا نتیجہ نکالتے ہیں تو پھر اُن کو ہوش آتا ہے کہ اوہو ہم سے کیا غلطی ہوگئی۔ وہ دلائل مان گئے ہیں کہ جو اس طرف لے جا رہے تھے کہ عیسائیت کی تعلیم درست نہیں ہے بہر حال اس وقت انسان کی بڑی قابلِ رحم حالت ہے۔

مَیں نے ان کو ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ تم اگر خُدائے خالق و مالک کی طرف نہ لَوٹے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ تو مجھ سے ایک صحافی پُوچھنے لگے کہ آپ ہم سے پُر امید ہیں یا نا امید ہیں۔ مَیں نے کہا نا امید تو مَیں ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ بشارت دی ہے کہ دنیا کی اکثریت اسلام میں داخل ہو جائے گی مگر سوال صرف یہ ہے کہ تم جُوتیاں کھا کر اسلام کے اندر داخل ہوتے ہو یا خدا کے پیار سے داخل ہوتے ہو۔

خِلافتِ احمدیہ قائم رہیگی:

حضرت (اقدس۔۔۔۔۔۔ ناقل) نے فرمایا ہے آخری ہزار سال تو بہر حال خدا اور اس کے مسیح کا ہے اور صلاح کا اور تقویٰ کا اور خیر کا اور برکت کا ہے۔ آخر یہ اگلا سارا ہزار سال حضرت (اقدس۔۔۔۔۔۔ ناقل) کا ہے اور کسی نے زندہ تو رہنا نہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جُدا ہو گئے تو اَور کس نے زندہ رہنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد۔ اور نہ کسی کے دل میں ہمیشہ زندہ رہنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ نہ اپنے رہنے کی خواہش کبھی پیدا ہو سکتی ہے۔ لیعنی اگر کسی انسان کو زندہ رہنا چاہیئے تھا تو وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ وفات پا گئے تو اب ہم کیا سوچیں اور کیا خواہشات رکھیں۔ لیکن ہمیں یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کی خلافت قائم رہے گی۔ اور کوئی خلیفہ بھی ایسا نہیں آئے گا جو تمہیں شریعت اسلامیہ سے استہزاء کرنے کی اجازت دے دے۔ کیونکہ اگر ایسا ہُوا تو پھر تو گویا خلافت ختم ہو گئی۔ تو یہ بھی دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام خلافت سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور خلافت سے جو برکات وابستہ ہیں اُن کو حاصل کرنے کی توفیق عطا کرے۔

خُدا بڑا دِیالُو ہے:

جماعت احمدیہ کے بچے ہیں۔ بچے تو بڑے پیارے ہوتے ہیں۔ مجھے ویسے ہی بچوں سے بڑا پیار ہے۔ جب امتحان آئیں تو وہ مجھے دُعا کے بہت خط لکھتے ہیں۔ کئی لکھتے ہیں کہ تیاری کوئی نہیں دُعا کریں کامیاب ہو جائیں پھر اگر خدا تعالیٰ اُن کے حق میں دعاؤں کو قبول کرے تو پھر بڑے پیار کے خط آتے ہیں کہ مجھے تو پاس ہونے کی اُمید نہ تھی ہمیں سیکنڈ ڈویژن مل گئی یا ہمیں سیکنڈ ڈویژن سے اوپر نمبر لینے کی امید نہیں تھی ہمیں فرسٹ ڈویژن کے نمبر مل گئے۔ اللہ تعالیٰ بڑا پیار کرنے والا ہے۔ وہ تو بڑا دیالو ہے۔ اس کے خزانے تو کبھی خالی نہیں ہوتے۔ تمہارے خزانے خالی ہو جاتے ہیں اس لئے تم اس کا دامن نہ چھوڑو۔ اسی میں تمہاری بھلائی اور خوشحالی کے سامان ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مسئلہ کے سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور اللہ تعالیٰ اپنی رضا کی جنتوں میں ہمیشہ آپ کو رکھے۔ آمین!

زخمِ احساس

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نور اللہ مرقدہ کی زبانی حضور کے اپنے عقدِ ثانی کا خطبہ سُن کر

آپ چاہیں کہ نہ چاہیں میرے آقا ہوگا
جو ہے تقدیر میں انسان کے لکھا، ہوگا

کس قدر گہرے ہیں منصورہ کی یادوں کے نقوش
کس نے سوچا تھا کہ دل اتنا بھی تنہا ہوگا

زخمِ احساس سے رِستے ہوئے اس کرب کی خیر
اشک پی پی کے کوئی یوں بھی نہ ہنستا ہوگا

آنکھ نمناک ہے اور ہونٹوں پہ تبشیرِ نکاح
ایسا منظر کہاں اس دُنیا نے دیکھا ہوگا

ایسی شادی کو ضرورت سے کریں گے تعبیر
کربِ تنہائی کا اس طور مداوا ہوگا

رحمتیں اُس پہ جو اس حال میں کہلائے "رفیق"
اس کے ایثار کا ہر دَور میں چرچا ہوگا

دین کے سامنے دُنیا کی حقیقت کیا ہے
آج معلوم ہوا بارِ خلافت کیا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے عقدِ ثانی کا

خطبۂ نکاح

خلیفۂ وقت کی بیوی کی حیثیت خلافت اور جماعت کی مستورات کے درمیان ایک رابطہ کی ہوتی ہے

امریکہ سے لیکر دُنیا کے دوسرے کنارے تک جماعتِ احمدیہ میں یہ احساس پیدا ہوا کہ مجھے دوسری شادی کرنی چاہیئے

طاہرہ صدیقہ نے یہ رشتہ قبول کر کے بڑی ہمت عزم اخلاص اور خدا اور اُس کے دین کے لیے محبت کا اظہار کیا ہے

دوست دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اُس کو آج سے بھی زیادہ طاقت اور استعداد دے کہ وہ اپنے اس عزم پر قائم رہے!

فرمودہ ۱۱ر شہادت ۱۳۶۱ہش بمطابق ۱۱ر اپریل ۱۹۸۲ء بروز اتوار بعد نماز عصر بمقام مسجد مبارک ربوہ :

مرتبہ: مکرم یوسف سلیم ملک صاحب ایم اے۔ انچارج صیغہ زود نویسی ربوہ

مورخہ ۱۱ر شہادت ۱۳۶۱ہش (۱۱ر اپریل ۱۹۸۲ء) بروز اتوار بعد نماز عصر مسجد مبارک ربوہ میں سیدنا و امامنا، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نکاحِ ثانی کا اعلان فرمایا۔ اس موقع پر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیاتِ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"جس طرح دنیا میں تمام انسانوں کے چہرے مختلف ہوتے ہیں اُسی طرح کم و بیش تمام انسانوں کی ذمہ داریاں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ اور اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا ہے کہ جو دعاؤں کے ساتھ اپنے جیون ساتھی کی تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسا ساتھی عطا کر دیتا ہے جو ذمہ داریوں کے نباہنے میں اس کی پوری طرح مدد کرنے والا ہو۔

جہاں تک میرا تعلق ہے

میں علیٰ وجہ البصیرت اس حقیقت کی شہادت دے سکتا ہوں۔ ۴۷ سال تک منصورہ بیگم نے میرا ساتھ دیا بیوی کی حیثیت میں اور ۴۷ سال میں جو بدلتی ہوئی ذمہ داریاں میرے کندھوں پہ پڑیں، ان بدلتی ہوئی ذمہ داریوں میں پوری طرح میری ممد اور معاون بنیں اور ہر لحاظ سے مجھے بے فکر کر دیا تاکہ میں اور وہ مل کر اُس ذمہ داری کو نباہ سکیں جو اللہ تعالیٰ بدلی ہوئی شکل میں وقتاً فوقتاً ہم پر ڈالتا رہا۔ لیکن ہر انسان نے جو اس جہان میں پیدا ہوتا ہے ایک دن اس جہان کو چھوڑ بھی دینا ہے۔ کبھی خاوند پہلے چلا جاتا ہے بیوی پیچھے رہ جاتی ہے۔ کبھی بیوی پہلے چلی جاتی ہے اور خاوند پیچھے رہ جاتا ہے۔

جو لوگ خدا تعالیٰ کے پیارے ہیں اُن کی اس اجتماعی زندگی یعنی میاں بیوی کی ازدواجی زندگی پر اگر نظر ڈالیں تو ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور شناخت کرتے ہیں کہ رہنے والی نے اُس مشن کو اکیلا رہتے ہوئے بھی پوری طرح ادا کیا جو ہر دو پہلے پورا کر رہے تھے اور اگر خاوند رہ جائے اکیلا، تو چونکہ ذمہ داری کا بعض لحاظ سے خاوند پر زیادہ بوجھ پڑتا ہے۔ اس لئے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ

ایک ساتھی ہو

جو ہاتھ بٹائے اور فکروں کو دُور کرنے والا اور تسکین پیدا کرنے والا اور

طمانیت پیدا کرنے والا ہو۔

منصورہ بیگم کی وفات کے بعد دو وجوہات سے مجھے بڑا کرب رہا۔ ایک اُن کی جدائی کا۔ اور ایک اس حقیقت کے احساس کی وجہ سے کہ اُن کی جدائی کے نتیجہ میں مَیں اُس سکون کے ساتھ اور بے فکری کے ساتھ اپنی اس اہم ذمہ داری کو ادا کرنے میں کوتاہی یا غفلت تو نہیں برت رہا ہوں۔

میری دو حیثیتیں ہیں

ایک مرزا ناصر احمد کی حیثیت ہے۔ مرزا ناصر احمد ہی اگر ہوتا دنیا میں تو کسی نئی شادی کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن دوسری حیثیت ہے جماعت احمدیہ کے خلیفہ ہونے کی جس پہ جماعت احمدیہ کے مردوں اور جماعت احمدیہ کی عورتوں کی تربیت کی ذمہ داری بھی ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ اس احساس کی آگ جہاں میرے اندر سلگتی رہی اور بڑی مشکل تھی میرے لئے وہاں امریکہ سے لے کے دنیا کے دوسرے کنارے تک جماعت احمدیہ میں یہ احساس پیدا ہوا کہ دوسری شادی کرنی چاہیئے۔ مردوں نے بھی خط لکھے۔ عورتوں کی طرف سے بھی مطالبہ آیا کہ خلیفۂ وقت کی بیوی، خلافت اور جماعت احمدیہ کی مستورات کے درمیان ایک قسم کا CUSHION (کُشن) ہوتی ہے۔ وہ تعلق پیدا کرتی ہے۔ جب اور جن حالات میں، اور لمبا اوقات یہی حالات ہوتے ہیں کہ کام کی زیادتی کی وجہ سے ہر دو اکٹھے مستورات سے ملاقات نہ کر سکتے ہوں تو جماعت کی مستورات خلیفۂ وقت کی بیوی سے ملاقات کرتیں اور اُس سے مشورہ لیتیں۔ اُس کو اپنا دکھ درد بتاتیں۔ دُعا کے لئے کہتیں اور وہ آگے پہنچا دیتی۔ خود بھی دعا کرنے والی اور دعائیں لے کر آگے تقسیم کرنے والی بھی بن جاتی۔ لیکن اس میں جو مشکل پیش آسکتی ہے اور میرے سامنے بھی آئی، وہ یہ تھی کہ اگر مجھے ذاتی حیثیت میں مرزا ناصر احمد کو شادی کرنی ہوتی تو کسی اور رنگ میں سوچنا پڑتا کہ بیوی کیسی ہے۔ جس نے بوجھ ہلکا کرنے کے لئے آنا ہے کسی گھر میں، وہ بوجھ کی پنڈ باندھ کر تو اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتی۔ ورنہ تو مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ پُرانی عادتیں۔ لچک کی بجائے RIGIDITY پیدا ہو چکی ہے وغیرہ وغیرہ۔ تربیت قبول کرنے کا اتنا مادہ نہیں رہا۔ بہت سارے، بیسیوں پہلو تھے جن پہ

غور کیا اور دعائیں کیں

اور ایک وقت آیا کہ مَیں نے جب دُعائیں شروع کیں تو تین دوستوں کو دعا کے لئے لکھا۔ یہ دُعا کے لئے مَیں نے جو لکھا اس میں یہ نہیں تھا کہ یہ استخارہ کریں کہ فلاں جو عورت ہے اس کے ساتھ شادی کرنا بابرکت ہوگا یا نہیں۔ کیونکہ فلاں عورت میرے دماغ میں EXIST ہی نہیں کر رہی تھی۔ تھی ہی نہیں۔ دعا کے لئے مَیں نے جو لکھا وہ یہ تھا:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی .... اپنے ربِّ کریم کا یہ عاجز بندہ اپنی وفادار ایثار پیشہ، سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے ہر آن وقف رہنے والی منصورہ کو مرتے دم تک بھول نہیں سکتا۔ لیکن جماعتی ذمہ داریاں ایک ایسی ہی ساتھی کا تقاضا کرتی ہیں۔ اس احساس نے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ دُعا عطا کی رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔ آپ سات روز تک اللہ۔ الرحمن۔ الرحیم سے انتہائی عاجزانہ دعا کریں کہ وہ اپنے فضل سے صحیح انتخاب کی توفیق عطا کرے۔ اگر کوئی خواب دیکھیں تو لکھ بھیجیں۔"

پھر مَیں نے

چالیس روزہ دعائیہ زمانہ

بسر کیا۔ جو اس مہینے کی پانچ تاریخ کو رات کے بارہ بجے ختم ہوا۔ اس سارے عرصہ میں مَیں نے بالکل خالی الذہن ہو کر اور انتخاب کو کلیۃً اللہ تعالیٰ پر چھوڑ کر یہ دعائیں کیں کہ یہ مسئلہ ہے اسے تو ہی حل کر سکتا ہے، حل کر۔ تاکہ جو جماعت میں ایک بے چینی پیدا ہو رہی ہے، وہ سکون میں بدل جائے اور تیرا فضل ہو اُن پر اور تیری رحمتیں نازل ہوں اُن پر اور اپنی مشکلات کے لئے جو برکتیں خلافت سے لی جا سکتی ہیں، خلیفۂ وقت کی بیوی کے ذریعہ سے، وہ دروازہ پھر کھل جائے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے حضور مَیں نے یہ دعا کی کہ ہو سکتا ہے کہ میرے دماغ میں کوئی رشتہ آجائے۔ اگر ایسا رشتہ آجائے کہ جو تیرے نزدیک اس ضرورت کو پورا کرنے والا نہ ہو جو مجھے درپیش ہے تو اُس لڑکی کے دل میں میری نفرت پیدا کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ مَیں نے چالیس دن تک بڑی ہی دعائیں کیں۔ یہ چالیس دن ایک لمبی کتاب بن جاتی ہے اپنے حقائق کے لحاظ سے مختصراً یہ کہ اپنے بچوں کو اعتماد میں لیا۔ اُن سے بھی مشورے کئے۔ اُن سے بھی دعائیں کروائیں۔ ایک دوست نے مجھے خط لکھا کہ مجھے (سات دن کے لئے مَیں نے کہا تھا۔ مَیں تو چالیس دن دعائیں کر رہا تھا) بتایا گیا ہے کہ آپ کی یہ دعا کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہ جو میرا فیصلہ ہو وہ درست ہو۔ صراطِ مستقیم مجھے دکھا وہ قبول کی جائے گی۔ اور چونکہ نام تو بتایا ہی نہیں تھا۔ نہ مجھے پتہ تھا نہ مَیں دعا کرنے والا جانتا تھا نہ

جن تین کو مَیں نے لکھا تھا

وہ جانتے تھے۔ صوفی غلام محمد صاحب کو مَیں نے لکھا۔ عبدالمالک خان صاحب کو لکھا اور شیخ محمد احمد صاحب مظہر کو لکھا۔ اور نام بیچ میں تھا ہی نہیں۔ اور نہ نام اُن کو اللہ تعالیٰ نے کوئی بتایا۔ صفات بتا دیں۔

صوفی غلام محمد صاحب کو یہ بتایا گیا کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دُعا قبول کی جائے گی اور ایک ایسی لڑکی سے رشتہ ہوگا جو نہ بچی ہے نہ بوڑھی۔ اور جو وحدانیت کے قیام کے لئے موجودہ مہم، مہدی علیہ السلام کے ذریعہ جو چلائی گئی اس میں، اس مہم کے لئے وہ اپنی زندگی کو وقف کرے گی اور اپنی خواہشات کو قربان کرے گی۔ اور

بڑا نور پھیلا ہوا ہے

اور بشارت۔

مولوی عبدالمالک خان صاحب نے خواب دیکھی تعطیر الانام میں، (جو تعبیر نامہ ہے) اس میں انہوں نے دیکھا تو بہت سی تعبیریں ہیں۔ ساری ہی اچھی اور ساتھ یہ بھی کہ زوجہ ملے گی۔ اُن کا دماغ اس طرف

گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجازت دی ہے شادی کرنے کی۔

شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے خواب دیکھی یا نہیں دیکھی۔ مجھے یہ لکھا ۸۲/۴/۳ کو :۔

"عاجز نے مسلسل دعا کی ہے۔ عاجز کو پورا انشراح اور اطمینان ہے کہ زیر نظر تجویز (لڑکی نہیں یعنی تجویز۔ شادی کرنا) نہایت ضروری اور کاموں میں سہولت پیدا کرنے والی ہے اور جماعت کے لئے مفید۔ تفصیل بیان کرنا ضروری نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل اپنے خاص فضل وکرم سے فرمائے۔ وَاللّٰہُ الموفق۔"

بہت سے رشتے زیر غور آتے رہے۔ بچوں سے بھی میں مشورہ لیتا رہا۔ دعا بھی کرتا رہا۔ بہتوں کو رد بھی کرتا رہا۔ آخر تین چار رشتے رہ گئے، ان چالیس دنوں کے آخری دنوں میں۔ میرا چھوٹا لڑکا لقمان۔ سارے ہی پریشان ہیں۔ انسان اپنے اپنے رنگ میں اپنی اپنی طبیعتوں کے مطابق پریشانیاں اور درد اور کرب اور دکھ محسوس کرتا ہے۔ لقمان نے مجھے ایک دن کہا کہ میں نے بڑا سوچا ہے۔ میں پچاس فیصدی طاہرہ خان، عبدالمجید خان صاحب کی بیٹی ہے، اس رشتہ کی تائید میں اپنا میلان پاتا ہوں۔ خیر۔ میں نے مذاق سے پوچھا کہ وہ جو دوسرا پچاس فیصدی ہے، وہ کس لڑکی کے حق میں ہے تو وہ کہنے لگا نہیں، کوئی اور لڑکی نہیں۔ لیکن خدا کی شان یہ کہ دوسری ہی رات اس نے خواب میں اپنی والدہ منصورہ بیگم کو دیکھا جنہوں نے بڑی دیر تک اس کے کہنے کے مطابق جس کا اکثر حصہ اسے یاد نہیں رہا

بڑی تسلیاں دیں۔

کچھ تنقید بھی کی مختلف رشتوں پہ۔ اور جو حصہ اس کو یاد رہ گیا وہ یہ تھا کہ منصورہ بیگم نے اسے کہا کہ زیر تجویز رشتوں میں طاہرہ ہی اچھی ہے۔ ان کا انتخاب ہو گیا۔ اور کسی طرف نہیں گیا۔

میں نے پانچ تاریخ بارہ بجے جب یہ چالیس روزہ دعا کا زمانہ ختم ہوا، اس وقت میں نے عبدالمجید خان صاحب کو تجویز بھیجی لیکن ان کو ساتھ یہ بھی کہا کہ میری دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ بچی پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا جائے گا۔ اگر اپنی خوشی اور رضامندی سے وہ تیار ہو تب میں اور صرف اس وقت یہ رشتہ منظور کروں گا اور دوسرے یہ کہ اس کی والدہ بھی اس کے حق میں ہوں۔ کیونکہ میں تمہارے گھر میں فتنہ نہیں پیدا کرنا چاہتا۔

جب ان کی والدہ کے سامنے یہ تجویز رکھی گئی کہ اس طرح تجویز آئی ہے بیٹی کے لئے۔ وہ کہنے لگیں کہ دو ایک ہفتے ہوئے مجھے ایک خواب آئی اور خواب میں میں نے دیکھا کہ

طاہرہ کے لئے بہت اونچا ایک رشتہ

آگیا اور میں خواب میں حیران ہوتی ہوں کہ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کے لئے اتنا اونچا رشتہ آ سکتا ہے۔ لیکن وہ آگیا۔ لیکن اس وقت نام نہ بتانے کا زمانہ تھا نا! اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی نہیں بتایا نام، کہ کہاں سے آیا رشتہ۔ پھر میں پریشان ہوئی خواب میں یا جاگنے کے بعد سوچا اور موازنہ کیا کہ جتنے رشتے آئے ہیں نمبر ایک یہ تو اتنا اونچا نہیں۔ نمبر دو یہ تو اتنا اونچا نہیں۔ اسی طرح سب کو رد کر دیا۔ اور جب یہ رشتہ ان کے سامنے رکھا تو انہوں نے کہا کہ اتنا اونچا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا اس کے مطابق تو یہی رشتہ ہو سکتا ہے۔ پس اس طرح دوسری شرط بھی پوری ہو گئی۔

اور والد نے میں سمجھتا ہوں

تاریخ احمدیت کے لئے یہ نیک کام

کیا کہ زبانی پوچھنے کی بجائے اپنی بچی کو ایک فقرہ لکھا کہ اس طرح تمہارا رشتہ آیا ہے اپنی رائے سے مجھے بتاؤ کہ تمہارا کیا خیال ہے۔ تو اس نے اچھا خاصا بڑا جواب دیا۔ جس کا مفہوم کچھ اس طرح بنتا ہے کہ مجھے کوئی بشارت دی جاتی تھی پھر چند دن خاموشی کے بعد بڑا اضطراب پیدا ہوتا تھا کہ قبول ہونے کے بعد میں کہیں رد نہ کر دی جاؤں تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بشارت مل جاتی تھی اور اس طرح دو ایک دفعہ ہوا۔ اس واسطے مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو

اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی

تیار کیا ہوا ہے۔

پس یہ بتانا اس لئے ضروری ہے کہ شیطان دماغ میں وسوسے بھی ڈالتا ہے۔ تو عمر کا فرق اپنی جگہ ہے لیکن جس دل نے خدا اور اس کے دین کے لئے قربانی دینی ہو، وہ جذبۂ قربانی تو عمر کی طرف نہیں دیکھتا اور نہ اللہ تعالیٰ عمروں کی طرف دیکھتا ہے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ اس بچی نے، جس نے اس تفاوتِ عمر کے باوجود اس رشتہ کو قبول کیا، بڑی ہمت اور عزم اور اخلاص اور خدا اور اس کے دین کے لئے محبت کا ایک اظہار کیا ہے۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو آج کی طاقت سے بھی زیادہ طاقت اور استعداد دے کہ وہ اپنے اس عزم پر قائم رہے اور جس غرض اور مقصد کے لئے آج کے نکاح کا اعلان ہو گا کہ جو میری ذمہ داریاں ہیں ان کی ادائیگی میں سہولت پیدا ہو اور وہ مدد دینے والی ہو اور میری ساتھی بن کر جہاں تک ممکن ہو انسانی طاقت میں وہ اس دنیا کے مردوں اور عورتوں کے لئے روشنی کے پھیلانے کا ذریعہ بنے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کر کے اپنی عاقبت بھی سنوارنے والی ہو اور دنیا کو رہنمائی دے کر ان کے لئے بھی جنت کے دروازے کھولنے والی ہو۔ (آمین)

جس نکاح کا میں آج اعلان کرنے لگا ہوں وہ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے

ہمارے خاندان کی تاریخ میں

یہ تیسرا نکاح ہو رہا ہے کہ جو خود اس رشتہ کا دولہا بننے والا ہے وہ آپ ہی خطبہ نکاح بھی پڑھنے والا ہے۔ حضرت مصلح موعود...... نے اپنے دو نکاح خود پڑھے۔ محترمہ آپا سارہ بیگم صاحبہ کا اور محترمہ آپا، مہر آپا، جو کہلاتی ہیں ان کا۔ تو طاہرہ خان جو عبدالمجید خان صاحب کی

صاحبزادی ہیں ان کا نکاح ایک ہزار روپے مہر پر مرزا ناصر احمد جو اس وقت بول رہا ہوں، سے قرار پایا ہے۔ مکرم محترم عبدالمجید خان صاحب! کیا آپ کو ایک ہزار روپے مہر پر اپنی بچی محترمہ طاہرہ خان کا نکاح مجھ سے، مرزا ناصر احمد سے منظور ہے۔ (اس موقع پر مکرم عبدالمجید خان صاحب نے کھڑے ہو کر کہا۔ منظور ہے)

اس ہزار کا قصہ یہ ہے کہ جب انہوں نے رشتہ منظور کر لیا تو میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ

منصورہ بیگم کا مہر

ایک ہزار روپے تھا۔ اس لئے اس سے زیادہ تو میں نے ایک پیسہ بھی نہیں کرنا انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر مجھے خیال آیا کہ جو نکاح فارم پر اُن کا ایک ہزار تھا لیکن جب میں نے ادائیگی کی عملاً نو ہزار میں نے دے دیا۔ تو کسی وقت شیطان وسوسہ ڈالے کہ آپ نے ایک ہزار کہا تھا تو اُن کو تو نو ہزار دیا تھا۔ تو پھر میں نے اُن کے گھر کہلا کے بھیجا کہ یہ واقعہ ہوا ہے تو میں نو ہزار لکھ دوں گا اوپر۔ تو لڑکی والوں کی طرف سے مجھے جواب ملا کہ نہیں نو ہزار آپ نہیں لکھیں گے۔ ایک ہزار ہی ہمیں چاہیئے۔ تو یہ ایک ہزار ہی رہا۔

پھر آپ جانتے ہیں میرے اپنے جذبات اس وقت جانے والی کے لئے بھی بڑے تیز ہیں۔ اور آنے والی کے لئے بھی۔ خدا کرے جو اس کا حق ہے اس کا خاوند اُسے ادا کرنے والا ہو۔ تو میری ہمشیرہ امۃ الباسط انہی دنوں میں مجھے کہنے لگیں کہ میری امی کو تو حضرت صاحب بس جا کے رخصت کروا لائے تھے۔ اور اخبار میں چھپا ہوا ہے۔ میں نے وہ اخبار کا QUOTATION نکلوایا تو زیادہ روشنی ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے اُس کے اوپر ڈالی کہ تانگے پر بیٹھ کے (قادیان کی بات ہے) ۷ فروری ۱۹۲۱ء کو دو ہی گئے حضرت صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب۔ اور یہ کچھ تاریخ نے پورا واضح نہیں کیا کہ حضرت (اماں جان......ناقل) ایک دو مستورات کے ساتھ، ساتھ گئیں یا علیحدہ گئیں۔ بہرحال گئے وہاں، باتیں کیں۔ واپس آ گئے۔ اور حضرت (اماں جان......ناقل) انہیں رخصت کروا کے شام کے وقت گھر لے آئیں۔ اور باسط نے یہ بھی بتایا کہ ایک جوڑا بری کا گیا تھا۔ یہ اس لئے بتا رہا ہوں کہ جو آپ

بدعتیں بیچ میں

شامل کر رہے ہیں خدا کے لئے اُن کو چھوڑیں۔ تو میں نے لڑکی والوں سے کہا میں تو ایک جوڑا بری میں دوں گا اور اسی طرح آؤں گا۔ نہ آپ ہمیں پانی کا پوچھیں۔ نہ مجھے پسند آئیں گے بجلی کے چھوٹے چھوٹے رنگ برنگے بلب، نہ جھنڈیاں۔ سادگی کے ساتھ میں آؤں گا۔ چند ہوں گے ساتھی میرے ساتھ۔ اور وہاں بیٹھیں گے۔ باتیں کریں گے۔ اور دُعا کریں گے اور دلہن کو لے آئیں گے۔ تو آپس میں مشورہ کر کے انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔

پھر وہ میری ایک اور ہمشیرہ ناصرہ بیگم بھی ایک جوڑا لینے گئی تھیں لاہور تو وہ تین لے آئیں یعنی ۱ + ۲۔ پھر میں نے ان کو کہا تین آ گئے ہیں وہ بھیج دوں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ ایک بھیجیں آپ۔ تو ہم اس رسم کی تجدید کر رہے ہیں۔ رسم نہیں حقیقت اور جو سادگی ہے اس کی تجدید کر رہے ہیں کہ

بالکل سادگی کے ساتھ

ایک ہزار روپیہ مہر اور ویسے ایک ہزار روپیہ مہر کا واقعہ بھی بتا دوں۔

چند سال پہلے ۱۹۷۶ء کی بات ہے مجھے خیال آیا میں نے منصورہ بیگم سے کہا کہ ہمارا مہر کیا ہے۔ مجھے یاد ہی نہیں تھا اور انہوں نے کبھی ذکر نہیں کیا تھا۔ وہ ہنس کر کہنے لگیں مہر کیا تھا؟ ایک ہزار روپے تھا۔ تو پھر میں نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر اُس وقت مجھے خیال آیا ورثے میں ہمیں ملے ہوئے تھے حضرت صاحب کی طرف سے حصص آٹھ ہزار روپے کے۔ میں نے کہا پھر یہ دے دیتے ہیں SLIP جو نگے ہیں۔

پس اس سادگی کے ساتھ (حضرت مصلح موعود.........) وہاں گئے، لے آئے۔ نہ کوئی شور نہ کچھ۔ نہ ڈھول نہ ڈھمکا۔ اور یہ وقت ہے ایک عظیم مہم کا۔ اتنی بڑی لڑائی انسانی زندگی میں تلوار سے نہیں دلائل کے ساتھ اور دعاؤں کے ساتھ

نوعِ انسانی کی تاریخ میں کبھی نہیں

لڑی گئی، جتنی آج لڑی جا رہی ہے۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بشارتیں ملی تھیں، اُن کے عروج کا زمانہ آ گیا۔ اس وقت سب کچھ بھول کے ہمیں بس ہنستے مسکراتے خدا تعالیٰ کے فضلوں کے نتیجہ میں خوشیاں ہمارے چہروں سے یوں بہہ کے آ رہی ہوں جس طرح پہاڑ سے برفانی پانی کے نالے بہہ کے آ رہے ہوتے ہیں۔ اور آگے بڑھتے چلے جاؤ۔

اور اتنا جہیز کم کیوں دیا۔ میرے پاس آتے ہیں، میں آپ کا امام اور خلیفہ بھی ہوں نا، تو بڑی کوفت ہوتی ہے، جہیز کے اوپر اختلاف ہو گیا۔ پھر خلع لینے کے لئے۔ پھر یہ کہ اس نے ہمیں پیسے زیادہ نہیں دیئے۔

رشتہ داروں کو جوڑے

کوئی نہیں دیئے۔ یہ نہیں دیا وہ نہیں دیا۔ تمہیں اس وقت سوائے خدا تعالیٰ کے پیار کے اور کچھ نہیں چاہیئے۔ اس کے پیار کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اس دنیا میں بھی کامیاب ہو جاؤ گے۔ اُخروی زندگی میں بھی کامیاب ہو جاؤ گے۔ تو یہ تو جملہ معترضہ تھا۔

دوست بھول گئے ہوں گے عبدالمجید خان صاحب ہاں کہہ چکے ہیں۔ اور اب میں اپنی طرف سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ مجھے ایک ہزار روپے مہر پر اپنا نکاح محترمہ طاہرہ صدیقہ سے منظور ہے۔ یہ صدیقہ میں نے نام دیا ہے ابھی۔ (حاضرین نے مبارک ہو۔ مبارک ہو۔ مبارک ہو کہہ کر اپنی عقیدت و محبت اور خوشی کا اظہار کیا) دوست دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ بہت بابرکت کرے۔ آمین۔"

پھر اجتماعی دعا ہوئی اور اس کے بعد فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ آپ سب کے لئے یہ رشتہ مبارک کرے۔ آمین اللّٰھم آمین!"

بچپن اور جوانی

حضور رحمہ اللہ کی جوانی کی ایک تصویر

حضور رحمہ اللہ کے پہلو میں صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کھڑے ہیں

قادیان میں ایک فٹ بال ٹیم کے رکن کی حیثیت سے ۔ کرسیوں پر انتہائی بائیں جانب حضور رحمہ اللہ تشریف فرما ہیں

سیدنا حضور رحمہ اللہ کے ساتھ انگلستان میں دوران تعلیم دائیں سے بائیں: صاحبزادہ مرزا مظفر احمد ابن حضرت مرزا بشیر احمد، صاحبزادہ مرزا ظفر احمد ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا سعید احمد صاحب مرحوم ابن حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ابن حضرت مرزا سلطان احمد صاحب

انگلستان میں
زمانہ طالب علمی کی ایک اور تصویر
بائیں طرف حضور رحمہ اللہ ہیں
تصویر میں درمیان میں
چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب
اور بالکل دائیں محترم مرزا مظفر احمد صاحب
نظر آ رہے ہیں

انگلستان میں زمانہ طالب علمی ۔
حضور رحمہ اللہ کے ساتھ
مرزا مظفر احمد صاحب بیٹھے ہیں

۱۹۲۹ء کی ایک نادر اور یادگار تصویر ۔ کرسیوں پر درمیان میں حضور رحمہ اللہ تشریف فرما ہیں

خلافت سے پہلے

فرقان فورس کے زمانہ میں حضور رحمہ اللہ وردی پہنے ہوئے

جب فرقان فورس ختم کی گئی تو ایک تقریب منعقد ہوئی ۔ حضور رحمہ اللہ خطاب فرما رہے ہیں

فرقان فورس میں خدمات کی ایک یادگار تصویر ۔ حضور رحمہ اللہ
کے سامنے محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کھڑے ہیں ۔

حضرت مصلح موعود کا ٹی آئی کالج ربوہ میں بحیثیت پرنسپل استقبال

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ کا افتتاح فرما رہے ہیں
پیچھے حضور رحمہ اللہ کھڑے ہیں

حضور رحمہ اللہ حضرت مصلح موعود سے کالج کے سٹاف کا تعارف کروا رہے ہیں

ٹی آئی کالج ربوہ کے معائنہ کے موقعہ پر حضرت مصلح موعود کے ساتھ

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا سٹاف حضرت مصلح موعود کے ساتھ

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی ایک کانووکیشن کے موقعہ پر

حضور رحمہ اللہ کالج کی ایک تقریب میں ۔

حضرت مصلح موعود اور عاملہ کے ساتھ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے الوداعی دعوت کے موقعہ پر

خدام الاحمدیہ کی طرف سے الوداعی تقریب۔ حضرت مصلح موعود بھی تشریف فرما ہیں

لاہور ریلوے اسٹیشن سے محترم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ کی بطور امام مسجد لندن روانگی کے موقعہ پر

حضور رحمہ اللہ مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کے اجتماع سے خطاب فرما رہے ہیں

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ بحیثیت صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ۱۹۶۳ء کی عاملہ مرکزیہ کے ساتھ

جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کے موقع پر افسر جلسہ سالانہ کی حیثیت سے

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ خدام کے ایک اجتماع سے خطاب فرماتے ہوئے۔ کرسی پر حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب تشریف فرما ہیں

محترم سید داؤد احمد صاحب مرحوم کی صدارت کے زمانہ میں خدام الاحمدیہ کے ایک اجتماع کے موقعہ پر

ایک اجتماع خدام الاحمدیہ کے موقع پر لنگر خانہ میں

سنہ ۱۹۶۵ء کی جنگ پاک و ہند کا چونڈہ کا محاذ دیکھنے تشریف لے گئے اور وہاں ایک خادم کی درخواست پر اس کے سکوٹر پر بیٹھ کر تصویر کھنچوائی

سیالکوٹ کے اسی سفر کی ایک اور نادر تصویر۔ یہ خلافت سے قبل حضور کا بیرونِ ربوہ آخری سفر تھا

خلافت کا آغاز

حضرت مصلح موعود

کی نمازِ جنازہ کے مناظر

حضرت مصلح موعود کی نمازِ جنازہ

حضرت مصلح موعود کے جنازہ کی دو تصاویر

دَورہ یورپ ۱۹۶۷ء

ہالینڈ کی مسجد احمدیہ میں نماز جمعہ کے بعد

حضور رحمہ اللہ لندن میں محمود ہال کی بنیاد رکھ رہے ہیں

زیورک میں استقبالیہ تقریب

۲۸ جولائی ۱۹۶۷ء وانڈز ورتھ ٹاؤن ہال میں حضور میئر کے ساتھ

مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن ڈنمارک کے باہر

دورے سے واپسی پر کراچی کے انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل میں پریس کانفرنس

راولپنڈی کے انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل میں پریس کانفرنس سے خطاب

جرمنی میں مبلغ سلسلہ محترم فضل الٰہی صاحب انوری سے گفتگو

دورہ
۱۹۷۰ء
افریقہ میں
پہلی بار
ورودِ مسعود

سالٹ پانڈ (غانا) میں پیرا ماؤنٹ چیفس حضور کا استقبال کر رہے ہیں

حضور کے ساتھ ۔ گیمبیا کے سابق گورنر جنرل سنگھاٹے

گیمبیا کے صدر سر داؤد جوارا قرآن مجید کا تحفہ قبول کر رہے ہیں

لائبیریا کے سابق صدر مسٹر ٹب مین کی حضور رحمہ اللہ سے ملاقات
صدر کے بائیں طرف سابق وائس پریذیڈنٹ مسٹر ٹالبرٹ ہیں

نائیجیریا کے سابق صدر مسٹر یعقوبو گوون حضور رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست پر دُعا فرما رہے ہیں

اکرا (غانا) میں مسجد احمدیہ کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب

ارضِ بلال میں حضور کے استقبال کیلئے چشم براہ احبابِ جماعت

سیرالیون میں مجاہد افریقہ حضرت مولوی نذیر احمد صاحب علی مرحوم کے مزار پر

حضرت مسیح موعودؑ کی (۱۶) پیش گوئیاں

جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے دور میں پوری ہوئیں

مولانا دوست محمد شاہد
مؤرخ احمدیت ربوہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ و نور اللہ مرقدہٗ آسمان خلافتِ احمدیہ کے نیرِّ تاباں تھے جس کی تجلّیات اور انوار و برکات کا سلسلہ رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔ آپ ہی وہ برگزیدہ شخصیت تھے جس کے متعلق ہزاروں سال قبل طالمود میں یہ خوشخبری دی گئی تھی کہ

"It is also said that He (The Messiah) shall die and his kingdom descend to his son and grandson."

(طالمود جوزف بارکلے باب پنجم صـ۳۷ مطبوعہ لنڈن سنہ ۱۸۷۸ء)

یعنی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ موعود مسیح کی وفات ہوگی اور آپ کی بادشاہت آپ کے بیٹے اور پھر پوتے کو منتقل ہوگی اسی طرح آپ ہی حضرت اقدس کے "نافلہ موعود" اور "پسرِ خاص" تھے جن کے بارہ میں الہام ہوا۔ "اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ۔ یَنْزِلُ مَنْزِلَ الْمُبَارَکِ ساقیا آمدن عید مبارک بادت"

(بدر و الحکم ۳۱ر اکتوبر سنہ ۱۹۰۷ء)

(ترجمہ) ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ وہ مبارک احمد کی شبیہ ہوگا۔ اے ساقی عید کا آنا تجھے مبارک ہو۔

اس عظیم الشان آسمانی بشارت کا مزید انکشاف حضرت مصلح موعود پر بھی ہوا چنانچہ حضور نے ۲۶ر ستمبر سنہ ۱۹۰۹ء کے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:۔

"مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت پر کمربستہ ہوگا"

(الفضل ۸ر اپریل سنہ ۱۹۱۵ء صـ۵ و تاریخ احمدیت جلد چہارم صـ۳۲۰)

ان الٰہی بشارتوں کے عین مطابق ۱۶ر نومبر سنہ ۱۹۰۹ء کو حضور کی ولادت باسعادت ہوئی۔

> **فرمانِ مبارک حضرت مصلح موعود**
>
> "خلافت اسلام کے اہم مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے اور اسلام کبھی ترقی نہیں کر سکتا جب تک خلافت نہ ہو۔ ہمیشہ خلفاء کے ذریعہ اسلام نے ترقی کی ہے اور آئندہ بھی اسی ذریعہ سے ترقی کرے گا اور ہمیشہ خدا تعالیٰ خلفاء مقرر کرتا رہا ہے۔ اور آئندہ بھی خدا تعالیٰ ہی خلفاء مقرر کرے گا۔ حال ہی میں ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں میں نے ایک شخص کو تبلیغ کی۔ وہ کہتا ہے اگر تمہارے موجودہ خلیفہ کے بعد بھی سلسلہ قائم رہا تو میں بیعت کر لوں گا..... میں تو مر جاؤں گا لیکن میرے بعد جو حضرت مسیح موعودؑ کے قائمقام ہوں گے ان کے متعلق (بھی) اسی طرح کہا جائے گا۔ اور یاد رکھو اگر یہ جڑ رہی تو سب کچھ رہے گا اور ہماری جماعت دن بدن ترقی کرتی رہے گی"
>
> (درس القرآن، صـ۷۲ مطبوعہ نومبر سنہ ۱۹۲۱ء از حضرت مصلح موعود)

۸ر نومبر سنہ ۱۹۶۵ء کی شب کو آپ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ اور قریباً سترہ سال تک نصرتِ دین اور خدمتِ اسلام کے بے شمار مجاہدانہ کارنامے سرانجام دینے کے بعد ۸/۹ جون سنہ ۱۹۸۲ء کی درمیانی شب کو اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے مبارک قدموں میں پہنچ گئے۔

حضور کا عہدِ مبارک آسمانی نشانوں سے لبریز ہے جس میں حضرت اقدس کی متعدد پیشگوئیاں ایسے شاندار طریق پر پوری ہوئیں کہ اسلام کی صداقت و حقانیت دنیا پر ظاہر ہوگئی۔ ذیل میں بطور نمونہ سولہ ۱۶ پیشگوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ وما توفیقی الّا باللّٰہِ العلی العظیم۔

بادشاہوں کا برکت حاصل کرنا

۱۔ خدائے عزّ و جل نے حضرت اقدس کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

(برکات الدعا صـ۳۰)

اس عظیم الشان خوشخبری کا پہلا ظہور حضور رحمہ اللہ کے عہدِ مبارک کے ابتدائی ایّام میں ہوا جبکہ جماعت احمدیہ گیمبیا (مغربی افریقہ) کے پریذیڈنٹ الحاج الیف۔ ایم سنگھاٹے اپنے ملک کی آزادی کے بعد اس کے سب سے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے اور حضور رحمہ اللہ کی نظرِ کرم سے آپ کو حضرت اقدس کے مقدس کپڑوں سے برکت حاصل کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

تعمیرِ کعبہ کے مقاصد اور ان کا فلسفہ

۲۔ حضرت اقدس کو الہاماً بتایا گیا۔

"جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمتِ الٰہی کا مسئلہ سمجھتا ہے وہ بڑا عقلمند ہے کیونکہ اس کو اسرارِ ملکوتی سے حصہ ہے۔ ایک اولوالعزم پیدا ہوگا"

(ازالہ اوہام صـ۶۳۵)

وہ اولوالعزم جس نے سنہ ۱۹۶۷ء میں بیت اللہ کی تعمیر کے تیئس ۲۳ عظیم الشان مقاصد اور ان کے فلسفہ پر روشنی ڈالی وہ ہمارے امام رحمہ اللہ ہی تھے۔

لنڈن میں تبلیغِ اسلام

۳۔ حضرت اقدس نے فرمایا:۔

"میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلّل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے..... سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے"

(ازالہ اوہام صـ۵۱۵، ۵۱۶)

یہ رؤیا ظاہری لحاظ سے بھی حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے انگلستان کے متعدد سفروں کے ذریعہ بار بار پوری ہوئی۔ خصوصاً سنہ ۱۹۶۷ء میں جبکہ حضور نے وانڈز ورتھ ٹاؤن ہال لنڈن میں امن کا اسلامی پیغام دیا۔ اس کے گیارہ برس بعد لنڈن میں ہی کسرِ صلیب کانفرنس ہوئی جس کے آخری اجلاس سے حضور نے ایک بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ جو پوری غیر مسلم دنیا پر اتمامِ حجت ہونے کے علاوہ کئی سعید روحوں کو حلقہ بگوشِ اسلام کرنے کا بھی باعث ہوا۔

بادشاہوں کا اظہارِ عقیدت

۴۔ الہام ہے:۔

"وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا"

(اشتہار ۲۰ر فروری سنہ ۱۸۸۶ء)

اس الہام کے عین مطابق سنہ ۱۹۷۰ء کے مشہورِ عالم دورۂ افریقہ کے دوران کئی سربراہانِ مملکت نے حضور رحمہ اللہ سے شرفِ ملاقات حاصل کر کے اپنی عقیدت و محبت کا ثبوت دیا۔ مثلاً میجر جنرل یعقوبو گوون سابق صدر نائیجیریا، مسٹر ولیم ٹب مین سابق صدر لائبیریا۔ بانجا تیجان سی قائمقام صدر مملکت سیرالیون اور سنہ ۱۹۸۰ء میں حضور رحمہ اللہ کے غانا تشریف لے جانے پر وہاں کے صدرِ مملکت ڈاکٹر ہلا لیمان نے حضور سے ایک بار شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ اس کے بعد دوسری بار خود درخواست کر کے دوسری ملاقات کی۔ ان کے علاوہ دورۂ مغرب سنہ ۱۹۸۰ء کے دوران ہالینڈ کے وزیر اعظم بغیر کسی طے شدہ پروگرام کے خود خواہش

کر کے ملے۔

غیر معمولی وسعتِ مکانی

۵۔ ۱۸۸۲ء کا زمانہ انتہائی کس مپرسی اور گمنامی کا زمانہ تھا۔ حضرت اقدس کی مجلس میں ان دنوں شاید دو تین آدمی ہوں گے اور وہ بھی کبھی کبھی حاضر ہوتے۔ ایسے وقت میں آپ کو الہام ہوا۔ "وَسِّعْ مَکَانَکَ" (سراج منیر صفحہ ۶۳-۶۴)۔ یعنی اپنے مکان کو وسیع کرو۔ آپ کی مالی تنگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے پاس روپیہ نہ تھا۔ اس لئے اس حکمِ الٰہی کی فوری تعمیل آپ نے اس طرح فرمائی کہ میاں عبد اللہ سنوری رضؓ کو اپنے دوست حکیم محمد شریف صاحب کے ہاں امرتسر بھیجا۔ وہ ان کی معرفت امرتسر سے آدمی اور تھوڑا سا سامان لے آئے اور "الدار" میں تین چھپّر کھڑے کر دیئے گئے جو کئی سالوں کے بعد ٹوٹ پھوٹ گئے۔

الہام ربّانی کا گویا یہ پہلا بیج تھا جو حضرت اقدس بانیٔ احمدیت کی حیاتِ طیبہ میں نہایت تیزی سے پھولتا پھلتا گیا۔ یہاں تک کہ حضور کے نائبین کے عہدِ مبارک میں چمنستان کی صورت اختیار کر گیا۔ یہی الہام ۱۹۷۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو بھی ہوا۔ جہاں تک حضرت خلیفۃ المسیح رحمہ اللہ کے عہدِ سعید کا تعلق ہے خدا تعالیٰ کی پیشگوئی بین الاقوامی سطح پر نہایت آب و تاب سے پوری ہوئی۔ چنانچہ خدائی برکتوں سے معمور اس دَور میں نہ صرف ربوہ بلکہ بیرونی ممالک میں بھی بہت سی شاندار عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ ربوہ میں جو عالیشان عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں وہ یہ ہیں:۔ مسجد اقصیٰ۔ دفتر فضلِ عمر فاؤنڈیشن۔ خلافت لائبریری۔ سرائے فضلِ عمر سرائے محبت نمبر۱۔ سرائے محبت نمبر۲۔ گیسٹ ہاؤس انصار اللہ۔ سرائے خدمت (خدام الاحمدیہ) مخزن الکتب العلمیہ (احمدیہ بک ڈپو)۔ علاوہ ازیں دار السلام النصرت اور دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی پُرشکوہ عمارتیں بہت جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ رہی ہیں۔ اسی طرح حضرت امام جماعت احمدیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲۳ مارچ ۱۹۸۲ء کو دفتر صد سالہ جوبلی کا سنگِ بنیاد بھی اپنے دستِ مبارک سے رکھا۔

خلافت ثالثہ میں ممالک بیرون میں بہت سے وسیع و عریض اور خوبصورت مساجد اور مشن ہاؤسز کا اضافہ ہوا جن میں سے مندرجہ ذیل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:۔ مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن (ڈنمارک)، مسجد ناصر گوٹن برگ (سویڈن)، جامع مسجد اباداں (نائیجیریا)۔ مسجد الارو (نائیجیریا) مسجد فضلِ عمر صوا (فجی)، مسجد ناصر (ٹرینیڈاڈ) مسجد احمدیہ و مشن ہاؤس ڈھاکہ (بنگلہ دیش) مسجد احمدیہ و مشن ہاؤس سرینگر۔ مسجد طارق (ماریشس) مسجد سونگیہ (تنزانیہ) مشن ہاؤس سنگاپور۔ مسجد بشارت پیدرو آباد (سپین)۔ مسجد احمدیہ نور و مشن ہاؤس اوسلو (ناروے)۔ مشن ہاؤس ٹورنٹو (کینیڈا) مشن ہاؤس ناگویا (جاپان)۔ مشن ہاؤس کیلگری (کینیڈا)۔ مشن ہاؤس سالسبری (زمبابوے)۔ علاوہ ازیں انگلستان میں چھ نئے مراکز بھی قائم ہوئے۔

انقلاب ایران

۶۔ ۱۵ جنوری ۱۹۰۶ء کو حضرت اقدس کو فارسی میں یہ الہام ہوا:

"تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد"

(بدر ۱۹ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲)

یعنی شاہِ ایران کے محل میں تزلزل پڑ گیا۔ یہ آسمانی خبر اپنی پوری شان کے ساتھ ایک بار پھر حضور رحمہ اللہ کے عہدِ مبارک میں پوری ہوئی۔ جبکہ ۱۶ جنوری ۱۹۷۹ء کو شاہِ ایران کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور ایران کے مذہبی رہنما روح اللہ خمینی برسرِ اقتدار آ گئے۔

علم و معرفت میں کمال

۷۔ حضرت اقدس نے مارچ ۱۹۰۶ء میں یہ حیرت انگیز پیش گوئی فرمائی کہ:۔

"میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نُور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۱)

اس پیشگوئی کا عالمی رنگ میں پہلا ظہور مشہور عالم سائنسدان ڈاکٹر عبد السلام صاحب کی شخصیت سے ہوا جنہیں ۱۹۷۹ء میں ان کی بے مثال سائنسی خدمات کی بناء پر "نوبل پرائز" کا عالمی اعزاز حاصل ہوا جو عالمِ اسلام کے لئے بالخصوص باعثِ شکر و امتنان ہوا۔

احمدی طلباء کو علم و معرفت میں کمال حاصل کرنے کی تحریک کرتے ہوئے حضور نے تعلیمی منصوبہ کا اجراء فرمایا۔ اس میں ادائیگی حقوق طلباء کے تحت طلباء کو وظائف اور انعامی تمغے دینے کی سکیم طے کی گئی جس سے احمدی طلباء میں تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وِرد

۸۔ مارچ ۱۸۸۲ء کا الہام ہے:۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ فَاکْتُبْ وَ لْیُطْبَعْ وَ لْیُرْسَلْ فِی الْاَرْضِ

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۴۲ حاشیہ در حاشیہ)

یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو لکھو اور اسے چھپوایا جائے اور تمام دنیا میں بھیجا جائے۔

سبحان اللہ! حضرت احمدیت کا ایک صدی پیشتر کا یہ فرمانِ مبارک کس شان سے پورا ہو رہا ہے۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی ربّانی تحریک کے مطابق چودھویں صدی ہجری کے آخری سال سے دنیا بھر کی تمام احمدی جماعتیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وِرد پورے التزام کے ساتھ کر رہی ہیں۔ اسی طرح خدائے ذوالجلال کی قادرانہ تجلیات کا یہ پُرکیف نظارہ بھی چشمِ فلک دیکھ رہی ہے کہ عالمگیر جماعت احمدیہ کو حضورِ انور رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جلسہ سالانہ ۱۹۸۱ء کے موقع پر "ستارۂ احمدیت" کا جو خصوصی اعزاز عطا ہوا اس کے چودہ کونوں میں اللہ اکبر اور وسط میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ہی پیارا کلمۂ توحید لکھا ہے جو ممالکِ عالم میں بڑی کثرت سے چھپ چکا ہے۔

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے وِرد سے قرآن مجید کی ایک عظیم الشان پیش گوئی بھی پوری ہوئی ہے۔ اللہ جلّشانہٗ فرماتا ہے:۔

فَھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَۃَ اَنْ تَاْتِیَھُمْ بَغْتَۃً فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُھَا فَاَنّٰی لَھُمْ اِذَا جَآءَتْھُمْ ذِکْرٰھُمْ ۝ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

(محمد: ۱۹-۲۰)

یعنی وہ آخری فیصلہ کی گھڑی کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان کے پاس اچانک آ جائے۔ سو اس کی علامتیں تو ظاہر ہو چکی ہیں اور جب اس کی اصل حقیقت اُن کے پاس پہنچے گی تو اُس وقت انہیں کیا چیز نفع دے گی! اور یہ حقیقت جان لے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)۔

مشہور مفسّرِ قرآن، "خاتمۃ المحققین" حضرت علامہ ابو الفضل شہاب الدین محمود الالوسی البغدادی (متوفی ۱۲۷۰ھ) نے "روح المعانی" میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ بعض بزرگانِ سلف نے یہ عجیب نکتہ بتایا ہے کہ لفظ "بَغْتَۃً" کے حروف بحساب جملِ کبیر ۱۴۰۷ بنتے ہیں۔ پس یہ اسلامی انقلاب ۱۴۰۷ھ کے بعد برپا ہوگا۔

اب یہ حقیقت ہے کہ دنیا بھر کی مسلم جماعتوں میں سے اگر کسی کا تعلق ۱۴۰۷ ہجری سے ہے تو وہ صرف جماعت احمدیہ ہے کیونکہ جماعت احمدیہ ۲۰ رجب ۱۳۰۶ھ کو قائم ہوئی۔ لہذا ۱۴۰۷ ہجری جماعت احمدیہ کے قیام کی دوسری ہجری صدی (غلبۂ اسلام کی صدی) کا پہلا قمری سال ہوگا اور حضور رحمہ اللہ تعالیٰ اس دنیا کے پردہ پر واحد مقدس وجود تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی کے اختتام پر یہ القاء فرمایا کہ چودھویں صدی کا الوداع اور پندرھویں صدی کا استقبال لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے وِرد سے کیا جانا چاہیئے۔

اور یہ امر نہ صرف خلافت ثالثہ کی حقانیت کا چمکتا ہوا نشان ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی صداقت پر بھی زندہ برہان ہے۔ کیونکہ سورۃ محمدؐ کی اسی آیت میں جہاں غلبۂ اسلام کے لئے بَغْتَۃً یعنی ۱۴۰۷ ہجری کے بعد آنے کی خبر دی گئی ہے، وہاں اگلی آیت میں واضح الفاظ میں یہ اعلان بھی کیا گیا ہے کہ:۔

فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

؎ صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

جلسہ سالانہ کے لئے قوموں کی تیاری

۹۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے عہدِ مبارک کا پہلا جلسہ سالانہ ۱۸۹۱ء میں ہوا جس میں صرف ۷۵ مخلصین احمدیت نے شرکت فرمائی۔ اس جلسہ کے بعد حضور نے ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کے اشتہار میں خدا کے حکم سے یہ پیش گوئی فرمائی کہ:۔

"اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے۔ اور اس کے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"

سیدنا حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے مبارک دَور کا ہر سالانہ جلسہ (قادیان و ربوہ) اس پیشگوئی کی صداقت کا روشن ثبوت پیش کرتا رہا۔ چنانچہ پچھلے سال (۱۹۸۱ء) میں اس بابرکت تقریب پر دو لاکھ سے زائد طیورِ ابراہیمی کا بے نظیر اجتماع ہوا جس میں امریکہ، کینیڈا، ٹرینیڈاڈ، فجی، انگلستان، جرمنی، ہالینڈ، ڈنمارک، اُردن، نائیجیریا، غانا، سیرالیون، کینیا، تنزانیا، زیمبیا، ماریشس، انڈونیشیا وغیرہ جماعتوں کے وفود شامل ہوئے۔ حضور رحمہ اللہ کے عہدِ مبارک میں ہی اس پیش گوئی کے مطابق حضور کے ارشاد

پر مختلف اقوام کے افراد وفود کی شکل میں جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے کے لئے آنے شروع ہوئے۔ اور اب ان کی تعداد اتنی بڑھ چکی ہے کہ ان کے لئے انگریزی اور انڈونیشی زبان میں رواں ترجمہ کا بندوبست کیا گیا ہے۔ حضرت اقدس اس تائیدِ ربّانی کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَقَالَ سَیَاْتِیْکَ الْاُنَاسُ وَ نُصِرْتَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ یَاْتِیْنَ وَ تُنْصَرُ فَتِلْکَ الْوُفُوْدُ الَّذِیْنَ تَرَوْنَ بِدَارِنَا هُوَ الْوَعْدُ مِنْ رَبِّیْ وَ اِنْ شِئْتَ فَاذْکُرْ

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۵۱)

یعنی خدا نے کہا کہ لوگ تیری طرف آئیں گے اور تیری مدد کریں گے اور ہر ایک راہ سے لوگ تیرے پاس آئیں گے اور تیری مدد کی جائے گی۔ پس یہ گروہ در گروہ (وفود) لوگ جو ہمارے گھر میں اُترتے ہیں یہ وہی خدائی وعدہ ہے اگر تُو چاہے تو یاد کر۔

اشاعتِ دینِ حق کے جدید ذرائع

۱۰۔ خدائے عزّوجل نے جب حضرت اقدس کو دنیا بھر میں دینِ حق کی اشاعت کا فریضہ سونپا تو ساتھ ہی یہ وعدہ بھی فرمایا

"اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ سَاَجْعَلُ لَکَ سُهُوْلَةً فِیْ کُلِّ اَمْرٍ"

(حقیقۃ الوحی ص۹۵)

میں رحمٰن ہوں۔ ہر ایک امر میں تجھے سہولت دوں گا"۔

چنانچہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت دَور میں پریس۔ ریڈیو۔ ٹیپ ریکارڈر۔ کیمرے، ٹیلی ویژن۔ ٹیلیفون۔ ٹیلیکس۔ سلائیڈز۔ فولڈرز اور مختلف زبانوں کی ترجمانی کے انڈکشن سسٹم (INDUCTION SYSTEM) تبلیغِ حق کی خدمت میں روبہ عمل ہو چکے ہیں۔ اور یہ ایسی بات ہے جو حضرت اقدس کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ تو ابھی ابتداء ہے۔ غلبۂ دینِ حق کی صدی میں جب احمدی سائنسدانوں کو نئی سے نئی ایجادات کا موقع ملے گا تو دنیائے احمدیت کا نقشہ ہی بدل جائے گا۔ انشاء اللہ

نفوس و اموال میں غیر معمولی برکت

۱۱۔ اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں یہ الہام درج ہے:

"میں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت بخشوں گا"۔

اس وعدۂ ربّانی کے مطابق جماعت احمدیہ کی تعداد خدا کے فضل سے ایک کروڑ سے بڑھ چکی ہے اور ان کے اموال میں جو غیر معمولی برکت بخشی گئی ہے اس کی ایک علامت جماعت احمدیہ پاکستان کے تین مرکزی اداروں (صدر انجمن احمدیہ۔ تحریکِ جدید۔ وقفِ جدید) کا ترقی پذیر بجٹ بھی ہے جس میں ہر سال معجزانہ طور پر اضافہ ہو رہا ہے۔

حضرت مصلح موعود کے عہدِ مبارک کی آخری مجلس مشاورت ۱۹۶۵ء میں ان اداروں کے بجٹ کی رقوم کا نقشہ یہ تھا:

	ہزار لاکھ
صدر انجمن احمدیہ پاکستان	۳۴, ۲۴, ۲۵۳
تحریک جدید	۳۶, ۲۴, ۹۲۰
وقفِ جدید	۱, ۷۰, ...

مگر مجلس مشاورت ۱۹۸۲ء میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل بجٹ منظور فرمائے:

	کروڑ لاکھ ہزار
صدر انجمن احمدیہ پاکستان	۱, ۴۹, ۳۶, ۹۸۲
تحریکِ جدید	۵, ۳۹, ۷۰, ...
وقفِ جدید	۱۰, ۱۵, ...

؎ اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اُسی نے ثُریّا بنا دیا

اِن اداروں کے علاوہ فضل عمر فاؤنڈیشن، نصرت جہاں ریزرو فنڈ، صد سالہ جوبلی فنڈ، انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور دوسری تنظیموں کے آمد و خرچ کے میزانیے بھی پیشِ نظر رکھے جائیں تو جماعت احمدیہ کے اموال میں برکت کے نشان کی عظمت اَور بھی بڑھ جاتی ہے۔

ہمدردیٔ بندگانِ خدا کا پاک چشمہ

۱۲۔ حضرت اقدس نے اشتہار ۴ر جنوری ۱۸۸۹ء میں بطور پیشگوئی جماعت احمدیہ کے قیام کی اغراض و مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:۔

"وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں، یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کے لئے تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبتِ الٰہی اور ہمدردیٔ بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے"۔

یہ آسمانی خبر ارضِ بلال (افریقہ) میں "نصرت جہاں آگے بڑھو" سکیم کے ذریعہ نہایت آب و تاب سے پوری ہو رہی ہے اور اسلام اور خدمتِ انسانیت کی تاریخ میں ایک نیا سنہری باب ہے۔ یہ آسمانی منصوبہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ۱۹۷۰ء میں سفر مغربی افریقہ کے دوران جاری فرمایا تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے گیارہ سالوں میں اتنی لاتعداد برکتوں سے نوازا ہے کہ عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اس منصوبہ کے تحت اس وقت نائیجیریا، غانا، گیمبیا، لائبیریا اور سیرالیون میں ۱۸ شاندار ہسپتال اور ۲۳ عظیم الشان سکول نہایت وسیع پیمانے پر دن رات خلقِ خدا کی خدمت میں سرگرم عمل ہیں اور نہ صرف یہ کہ ان ممالک کی ممتاز و مقتدر شخصیات بلکہ سربراہانِ مملکت بھی ان کی خدمات پر خراجِ تحسین پیش کر چکے ہیں۔

قرآن مجید کی عالمی اشاعت

۱۳۔ حضرت اقدس .... سیالکوٹ میں لالہ بھیم سین صاحب وکیل کو قرآن کریم پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ان کو یہ خواب سنایا کہ:۔

"آج رات میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ مجھ کو بارگاہِ ایزدی میں لے گئے اور وہاں سے مجھے ایک چیز ملی جس کے متعلق ارشاد ہوا کہ یہ سارے جہان کو تقسیم کر دو"۔

(سیرت احمد مصنفہ مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری ص۱۸۲-۱۸۳)

جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حضرت اقدس کو عطا ہوئی اور جسے ساری دنیا میں پہنچانے کا حکم دیا گیا وہ قرآن کریم ہی تھا جس کی خلافتِ ثالثہ کے مبارک دَور میں دنیا بھر میں بہت وسیع پیمانہ پر اشاعت ہوئی اور کلام اللہ کے پھیلانے اور دنیا بھر کی لائبریریوں تک پہنچانے کا سلسلہ عالمی سطح پر ایسی وسعت اختیار کر گیا کہ قبل ازیں تاریخ اسلام میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس ضمن میں حضور نے یورپ، امریکہ اور افریقہ کے ہوٹلوں میں قرآن کریم رکھوانے کی ایک زبردست مہم جاری فرمائی جس کے تحت ان براعظموں کے درجنوں ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں قرآن کریم کے نسخے ہوٹلوں میں رکھوائے گئے۔

علم و معرفت سے لبریز بلند پایہ لٹریچر

۱۴۔ حضرت اقدس .... کا الہام ہے:

"آسمان سے بہت دودھ اترا ہے اسے محفوظ رکھو"

(حقیقۃ الوحی ص۱۰۳)

اس الہام میں حضرت اقدس اور آپ کے خلفاء کے بلند پایہ لٹریچر کی طرف اشارہ ہے جسے "آسمانی دودھ" سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا بلند پایہ لٹریچر ۳۶ اہم مطبوعات پر مشتمل قریباً ۱۹۹۰ صفحات پر محیط ہے جس کی تفصیل خاکسار کے مقالہ مطبوعہ "الفضل" ۲۶ر مئی ۱۹۸۲ء میں شائع شدہ ہے۔

انوارِ آسمانی کی عالمگیر ضیاء پاشیاں

۱۵۔ حضرت اقدس نے اپنی کتاب "تریاق القلوب" میں تحریر فرمایا:۔

"چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا۔ اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہو گا اس لئے اُس نے پسند کیا کہ اس (خواجہ میر درد ۔ ناقل) خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے اور عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہو گی اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ کبھی ناموں میں بھی اس کی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے"۔

(ص۶۵ طبع اوّل)

حضرت اقدس کی یہ پیشگوئی جس حیرت انگیز رنگ میں پوری ہوئی اور خلافتِ ثالثہ کے عہدِ مبارک میں حضرت اقدس کے لائے ہوئے حقیقی اسلام کے پیغام کو کس طرح دنیا کے چپہ چپہ تک پہنچایا گیا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف دوسرے زعماء کو بھی ہے۔ چنانچہ پاکستان کے نامور صحافی جناب عبد السلام خورشید نے اخبار مشرق مورخہ ۳۰ر جون ۱۹۷۴ء میں لکھا:۔

"ہم نے گذشتہ نصف صدی میں احمدیوں کی مخالفت میں محض جلسوں، جلوسوں اور مظاہروں اور کانفرنسوں اور تقریروں سے کام لیا۔ لیکن احمدیوں نے خاموشی کے ساتھ پاؤں پھیلائے اس وقت دنیا کے اکتیس ملکوں میں انہوں نے پچاس سے زیادہ احمدیہ مشن قائم کر رکھے ہیں۔ ان کے زیر اہتمام تین سو چالیس مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ گھانا میں ایک سو ستر۔ انڈونیشیا میں ساٹھ، سیرالیون میں چالیس، نائیجیریا میں چالیس اور مشرقی افریقہ میں بیس۔ برطانیہ، امریکہ، جرمنی، ڈنمارک، ہالینڈ وغیرہ میں بھی ان کی مساجد موجود ہیں۔

انگریزی، جرمن اور دوسری زبانوں میں سولہ رسالے جاری ہیں۔ بہت سی زبانوں میں قرآن حکیم کے تراجم چھاپے جا چکے ہیں اور بانی سلسلہ اور دوسرے نمایاں افراد کی کتابیں بھی مختلف زبانوں میں طبع ہو کر دنیا بھر میں فروخت ہو رہی ہیں۔ چونکہ عامۃ المسلمین نے ایسی کوئی منظم کوشش نہیں کی اس لئے **بیرونی دنیا کے بیشتر ممالک میں اسلام کی وہی تاویل چالو ہے جو احمدی کرتے ہیں اور بعض افریقی ممالک میں تو احمدیت کو ہی اصل اسلام کا مظہر سمجھا جا رہا ہے۔"**

اسلامی شوکتِ رفتہ کا شاندار احیاء

۱۶۔ کتاب البریہ صفحہ ۱۴۸ پر یہ الہام درج ہے

"میرا لوٹا ہوا مال تجھے ملے گا۔"

اس پیشگوئی کا ایک پُر شوکت ظہور سرزمین سپین میں ہوا جہاں مسلمان بادشاہوں نے ۷۱۵ء سے ۱۴۹۲ء تک کسی نہ کسی خطہ میں پورے جلال اور تمکنت سے حکومت کی۔ جس کے بعد نئے حکمرانوں نے نہایت بے دردی سے اسلامی کتب خانوں کو جلا کر چراغاں کیا۔ بے شمار مسلمان عورتوں کو مسجد میں بند کر کے بارود سے اُڑا دیا گیا اور لاکھوں مسلمان یا زندہ جلا دیئے گئے یا ملک بدر کر دیئے یا انہیں ارتداد پر مجبور کر دیا۔ صلیب بلند ہو گئی۔ ہلال غروب ہو گیا اور مسجد کے میناروں سے اذان کی آوازیں خاموش کر دی گئیں۔ چودھویں صدی ہجری کے آخری ایام میں یکایک سپین میں یہ عظیم اسلامی انقلاب برپا ہوا کہ امام آخرالزمان کے نائب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے مبارک ہاتھوں سے ۹ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو قرطبہ کے ماحول میں پیدرو آباد کے مقام پر ایک عظیم الشان مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا گیا اور اس کی تکمیل بھی حضور رحمہ اللہ کے عہدِ خلافت میں ہی ہوئی۔ یہ مسجد فنِ تعمیر کا ایک نادر نمونہ ہے۔ ہمارے موجودہ امام حضرت سیدنا مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے دستِ مبارک سے ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء کو اس کا افتتاح عمل میں آ چکا ہے۔

اس تاریخ ساز اور پُر شکوہ تقریب کے نتیجہ میں ہسپانیہ ساڑھے سات سو سال کے بعد پھر سے اسلام کے آسمانی اور روحانی نوبت خانوں سے گونج اُٹھا ہے اور مسلم اسپین کا تخیل جسے کبھی خواب سمجھا جاتا تھا اب جلد یا بدیر ایک حقیقت بنتا نظر آ رہا ہے۔

اور وہ وقت دُور نہیں جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی پیشگوئیوں کے مطابق صرف سپین ہی میں نہیں ساری دنیا پر دینِ حق کا پرچم پوری شان سے لہرا رہا ہو گا اور ہر ملک، ہر قوم بلکہ ہر دل میں خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم ہو جائے گی اور ایک ہی خدا ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے ۱۹۷۴ء کے انقلاب انگیز جلسہ سالانہ کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

"دوست میری بات یاد رکھیں، یہ صدیوں کی بات نہیں، دو چند سالوں کی بات ہے کہ اشتراکی نظام بھی پیچھے چلا جائے گا اور پھر دوسری طاقتیں آگے آ جائیں گی۔ اور ایک وقت میں وہ بھی پیچھے چلی جائیں گی۔ پھر خدا اور اس کا نام لینے والی جماعت، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والی جماعت، قرآن کریم کے احکام کا سکہ دنیا میں قائم کرنے والی جماعت، اور اسلام کا جھنڈا دنیا کے گھر گھر میں گاڑنے والی جماعت آگے آئے گی اور پھر اس دنیا میں اُخروی جنت سے ملتی جلتی ایک جنت پیدا ہو گی۔ اور ہر انسان کی خوشی کے سامان پیدا کئے جائیں گے۔ اور تلخیاں دُور کر دی جائیں گی۔ اور مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کا انسان اپنی زندگی کی شاہراہ پر خدا تعالیٰ کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا اور خدا تعالیٰ کے قرب اور اس کے پیار کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرتا چلا جائے گا۔ اور اس طرح وہ اپنی زندگی کے آخر میں اپنی منزل، اپنے مقدر یعنی خاتمہ بالخیر تک پہنچ جائے گا۔ یہ عمل نسلاً بعد نسلٍ رونما ہو گا اور پھر قیامت آ جائے گی۔"

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۷۴ء)

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث کا وصال

دل ہے بھر آیا اور آنکھیں بھی مری ہیں اشکبار

مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری ایم۔اے سابق مبلغ انگلستان و مغربی افریقہ

پھر کسی پیارے کی یادوں نے کیا ہے بیقرار — دل ہے بھر آیا اور آنکھیں بھی مری ہیں اشکبار
اک حُباب بحر ہے دنیا میں انساں کی حیات — زندگانی کا یہاں پر کیا بھرم کیا اعتبار
موت کیا ہے رُوح کا عقبیٰ کی جانب انتقال — جسم کا پھر بن کے رہ جانا فقط مُشتِ غبار
موت لکھا ہے کہ آخر ذبح کر دی جائیگی — پھر نہ ہو گا تا ابد کوئی بشر اس کا شکار
موت سے ڈرتے نہیں اللہ کے پیارے کبھی — ان کا ہوتا ہے یہاں مقصد فقط رضوانِ یار
زندہ رہتے ہیں وہ دنیا میں فقط بہرِ خدا — اور مرتے ہیں کہ تا راضی ہو وہ آمرزگار

آہ! حضرت میرزا ناصر جماعت کے امام
کر گئے رحلت بحکمِ خالق و پروردگار

مرضی اپنی پر مقدم کر کے رضوانِ خدا — سُوئے جنت ہو گئے رخصت وہ مردِ نامدار
آپ کا دَورِ خلافت اک مثالی دَور تھا — آپ نے دنیا کی قوموں کو جگایا بار بار
اہلِ افریقہ کو دکھلائے نشاں وہ آپ نے — جان و دل سے ہو گئے وہ دینِ احمد پر نثار
قریہ قریہ جا کے پہنچایا پیامِ مصطفےٰ — مردہ روحوں کو کیا زندہ باذنِ کردگار
مصلحِ موعود جو گلشن سجا کر دے گئے — آپ نے خود جا کے سینچا ان کو اور پایا ثمار
سینکڑوں دل آپ نے یورپ میں جیتے پیار سے — پا گئے دینِ محمدؐ میں جو تسکین و قرار
آپ تھے وہ پانچویں فرزندِ مامورِ زماں — کر گئے روشن جو پھر اسپین میں دیں کا منار

پرچمِ شاہنشہہ ابرار صدہا سال بعد
آپ نے اندلس میں لہرایا بہ عز و افتخار

قرطبہ کے پاس قصبہ پیڈرو آباد میں — مسجد اک تعمیر کر ڈالی عظیم اور شاندار
تھے جو وعدے آپ سے اللہ کے پورے ہوئے — ہر سفر سے آپ لوٹے کامیاب و کامگار
حسبِ وعدہ مال و دولت کے خزانے بھی ملے — اور ہوئے لاکھوں عطا ہر قوم میں طاعت شعار
دل عدوانِ محمدؐ کے بھی جیتے آپ نے — اور قرآں کی صداقت ان پہ کر دی آشکار
نورِ قرآنی سے رخشاں ہو رہے ہیں روز و شب — مشرق و مغرب کے وہ خطے جو تھے تاریک و تار
طالبانِ علم بھولیں گے نہ احساں آپ کے — علم کی ترویج بے شک آپ کا ہے شاہکار

دیں کے مرکز، مسجدیں، اسکول، کالج، ہسپتال
ساری دنیا میں بفضل اللہ کھولے بے شمار

آپ تھے دُکھ درد کے ماروں کے ہمدرد و طبیب — بے کسوں بے خانماؤں کے رفیق و غمگسار
ابتلاؤں میں سلیقہ صبر کا سکھلا گئے — روز و شب دشنام سُن کر بھی دعائیں دیں ہزار
ابتدا سے آپ میں حق نے ودیعت کر دیئے — اتقا و غیرت و رحم و حیا و انکسار
آپ کے حق میں مرے آقا ہے لب پر یہ دعا — آپ کو حاصل رہے ہر آن قربِ کردگار

خُلد میں آپ اپنے پیاروں کی رفاقت میں رہیں
ابرِ رحمت سر پہ ہو سایہ فگن لیل و نہار

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ذریعے ظاہر ہونے والے

قبولیتِ دعا کے نشانات

خدائی قدرتوں کی جلوہ نمائی کے بعض ایمان افروز نظارے

- چالیس سال کے بعد اولاد ہوئی:
- ڈاکٹروں نے کہا۔ "اولاد کی ۹۹ فیصد کوئی امید نہیں"۔ لڑکا ہوا:
- کینسر کے آخری مرحلہ کا مریض شفا پا گیا:

مکرم بشیر احمد صاحب زاہد
قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ:

خدائی قدرتوں کی جلوہ نمائی کے وہ ایمان افروز نظارے جو قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالےٰ کی قبولیت دُعا کے مطلوبہ نشان کے نتیجے میں منظرِ عام پر آئے اور ایک عالم نے ان کو مشاہدہ کیا ان کی تعداد اَن گنت اور بے شمار ہے کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ کسی احمدی نے آپ کے عہدِ خلافت میں آپ کے حضور میں اپنی عقدہ کشائی کے لئے کبھی دعا کی درخواست کی ہو یا اپنے کسی مقصد کے حصول کے لئے حضور کی بابرکت خدمت میں التجا کی ہو اور خدا تعالیٰ نے اس کو حضور پُرنور کی دعا کے طفیل کامیابی عطا نہ کی جبکہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے علاوہ ہمارے غیر از جماعت دوستوں کا ایک طبقہ بھی حضور پُرنور کی بابرکت خدمت میں دعا کی درخواست کرتا رہتا تھا اور خدا بھی حضور کی دعا کے نتیجہ میں ان کے کام سنوار دیتا تھا۔

میرے پیارے آقا حضرت مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنی پیاری جماعت سے اس قدر محبت اور پیار تھا کہ آپ نے از خود اس کی دلداری و غمخواری اور غمگساری کے لئے اپنے قادرِ مطلق خدا سے قبولیت دعا کا نشان مانگا تھا تا آپ اپنی مقبول دعاؤں کی بدولت احباب جماعت کے بوجھ کو ہلکا کر سکیں اور محض فضلِ خداوندی سے ان کے لئے تسکینِ قلب و روح کے سامان پیدا کریں اور ان کے راستے کے کانٹوں کو دور کر کے ان کو دین و دنیا میں کامیاب و کامران بنائیں تا اس طرح ان کا اپنے خالق و رازق خدا سے لازوال محبت اور غیر فانی پیار کا تعلق قائم ہو جائے۔

حضور خود فرماتے ہیں:۔

"میں نے آپ کی تسکینِ قلب کے لئے آپ کے بار کو ہلکا کرنے کے لئے آپ کی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے اپنے ربّ رحیم سے قبولیت دعا کا نشان مانگا ہے مجھے پورا یقین ہے اور پورا بھروسہ ہے اس ذاتِ پاک پر کہ وہ میری اس التجا کو ردّ نہیں کرے گا"

(الفضل ۳۰ دسمبر ۱۹۶۵ء)

چنانچہ اس مہربان ربّ رحیم نے اپنے اس پیارے بندے کی اس التجا کو سنا اور اپنے فضل و کرم سے شرفِ قبولیت بخشا جس کا اظہار آپ کے اس الہام میں موجود ہے جس میں خدا تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ

"میں تینوں اینناں دیاں گا کہ توں رج جاویں گا" (الفضل ۱۵ جولائی ۱۹۷۰ء)

اور حق یہ ہے کہ قبولیت دعا کا یہ نشان وہ عظیم الشان نشان ہے جو سب نشانوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ اسی کی بدولت باقی نشان ظہور میں آتے ہیں اور اسی کے طفیل خدا کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے اور اس کی عظیم قدرتوں کا پتہ چلتا ہے اور بندے کا اپنے خالق و مالک خدا سے زندہ و تابندہ تعلق قائم ہوتا ہے جو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی توڑ نہیں سکتیں۔

حضور خود فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے قبولیت دُعا کو اپنے وجود کی دلیل قرار دیا ہے۔ اس نے قبولیت دعا کو اپنی ذات و صفات کی معرفت کا ذریعہ ٹھہرایا ہے اس سے پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے بڑے قدرتوں والا ہے۔ وہ دعا کے نتیجہ میں بسا اوقات اَن ہونی بات کو ہونی کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ انسان کی اس آواز کو بھی جانتا ہے جس نے ابھی الفاظ کا جامہ نہیں پہنا ہوتا کیونکہ اس کا علم انسان کے مخفی اندرونہ اور باطنی آرزوؤں پر بھی محیط ہے ہمارا سر خدائے قادر و توانا کے سامنے جُھک جاتا ہے کہ ادھر دل میں دعا یہ خیال آتا ہے اور ادھر وہ دُعا قبول بھی ہو جاتی ہے، غرض اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے میں نے اس کی قدرتوں کا بار بار تجربہ کیا ہے:۔

"بہر حال خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کی ایک دلیل قبولیّت دعا دی گئی ہے بڑی زبردست ہے (یہ دلیل) اس لحاظ سے بھی کہ ساری دنیا کے فلاسفر اس کے مقابلے میں کوئی دلیل نہیں لا سکتے جو اس کو توڑ سکے"۔

(الفضل ۲۲ نومبر ۱۹۷۲ء)

حضور مزید فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ کی محبت اور قرب یہ تقاضا کرتا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ سے پیار کی باتیں سنے کیونکہ ایک ایسا "پیار" یا پیار کے حصول کا ایک ایسا دعویٰ جس کے لئے کوئی دلیل نہ ہو بے معنی دعویٰ ہے۔ یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ جب وہ کسی سے پیار کرے تو اُس سے گفتگو کرے کیونکہ یہ بات انسانی فطرت میں داخل ہے کہ جب وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کا محبوب اس سے پیار اور گفتگو کرے۔ فطرت کی پہلی آواز کہ جس سے انسان پیار کرے اس سے باتیں بھی کرے دعا ہے۔ اسلام نے دعا کرنے کا حکم دے کر ہمیں ایک عجیب چیز عطا کی ہے۔ انسان اپنے خدا سے دُعا کرتا ہے اور وہ ایک ایسی ہستی ہے جس کی معرفت تو ہمیں حاصل ہوتی ہے لیکن بوجہ اسکے کہ وہ اپنے وجود اور اپنی کیفیت میں اتنا مختلف ہے کہ ہماری آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی۔ اس لئے وہ اپنی صفات کی تجلیات سے خود کو شناخت کرواتا ہے اور اپنے نشانات ظاہر کرتا ہے یہ نشانات ہمیں بتاتے ہیں کہ یہ حُسن حُسنِ ازلی کا ہے جس طرح پھول پسِ پردہ ہوتے ہوئے بھی خوشبو سے اپنی شناخت کروا دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے نشانات سے اپنے وجود کا پتہ دیتا ہے"

"پس وہ خدا جو انسان کو نظر نہیں آتا اور نہ آسکتا ہے وہ اپنے نشانات سے اپنے وجود کا پتہ دیتا ہے۔ وہ اپنے نشانات سے اور اپنے پیار سے اپنے حسن و احسان کی خبر دیتا ہے"

پھر فرماتے ہیں:۔

"ہمیں جو اسلامی شریعت ملی ہے اس میں کہیں بھی نہیں لکھا کہ خدا تعالیٰ کا کلام بند ہو گیا ہے بلکہ قرآن کریم ایسے ارشادات اور آیات سے بھرا ہوا ہے کہ خدا اپنے پیارے بندوں سے باتیں کرتا ہے یہ انسانی فطرت ہے جس کا یہ تقاضا ہے کہ بندہ اپنے خدا سے دعا کرے اور وہ اپنے بندے سے ہمکلام ہو۔ فطرت کا یہ تقاضا ویسے ہی ہے جیسے ایک ماں اپنے دو تین ماہ کے بچے کو کندھے سے لگائے باتیں کر رہی ہوتی ہے ظاہر ہے کہ دو تین ماہ کا بچہ تو ایک لفظ بھی نہیں سمجھتا (اور)۔۔۔۔ ماں کو پتہ ہوتا ہے کہ بچہ باتیں نہیں سمجھتا لیکن اس کے دل میں بچے کے لئے محبت ہے۔ وہ محبت تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے بچے سے باتیں کرے۔ اسی طرح خدا کے بندے خدا سے باتیں کرتے ہیں اور اس کی باتیں سنتے ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہوں اب دعاؤں کا سننا کوئی ایسا فلسفہ تو نہیں جس کے لئے کوئی دلیل نہیں یا جس کا ثبوت نہیں۔"

"پس خدا تعالیٰ اپنے بندہ کی دعا سنتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب انسان دعا کرتا ہے تو اس کا اسے جواب مل جاتا ہے ورنہ پھر تو ہماری دعا کا نتیجہ ایک بُت کے سامنے دعا کرنے کے مترادف ہے نہ بُت بولے نہ خدا بولے ۔۔۔ (نعوذ باللہ) مگر قرآن کریم نے کہا کہ تم ان ہستیوں کی باتیں کرتے ہو۔ جو تمہیں جواب تک نہیں دے سکتیں اور جو تمہاری دعائیں نہیں سن سکتیں۔ اس میں یہ بتایا گیا کہ یہ صرف خدا تعالیٰ ہی ہے جو انسان کی دعاؤں کو سنتا اور جواب دیتا ہے" (الفضل ۸ر نومبر ۱۹۷۴ء)

سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات سے نمایاں ہے کہ حضور پُرنور کا دل اس یقین اور ایمان سے پُر تھا کہ اسلام نے جس خدا کو پیش فرمایا ہے وہ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور ان کو قبول کرتا اور اپنے فضل سے ان کو اپنی قدرت کے نشان دکھاتا ہے چنانچہ یہی وہ یقین اور ایمان تھا جس کی بناء پر آپ نے اپنے ربّ رحیم سے قبولیت دعا کا نشان مانگا تھا اور اس آسمانی مہربان آقا نے آپ کو یہ نشان دے دیا تھا جس کا یہ ناقابلِ تردید ثبوت ہے کہ عملی دنیا میں ہزارہا بلکہ لکھوکہا بار احمدیوں نے آپ کی بابرکت خدمت میں اپنے کسی کام کے لئے یا کسی مشکل سے رہائی یا بیماری سے شفایابی کے لئے دعا کی درخواست کی اور حضور کی دعا کے نتیجہ میں ان کا وہ کام ہو گیا اور اس قسم کی قبولیت دعا کے واقعات ہزاروں اور لاکھوں نہیں بلکہ اَن گنت اور لاتعداد ہیں۔

حضور خود ۱۹۶۷ء میں جب یورپ تشریف لے گئے تھے تو وہاں آپ نے یہ فرمایا تھا کہ:-

"خدا تعالیٰ کی ذات اتنی پیاری اور محبت کرنے والی ہے کہ انسانی عقل اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتی۔ اس تھوڑے سے (دو سال کے ناقل) عرصہ میں خدا تعالیٰ نے ہزارہا لوگوں کی ضرورتوں کو اپنے فضل سے میری دعا کے ذریعہ پورا کیا جن کے حق میں یہ دعائیں قبول ہوئیں وہ ہر جگہ کے ہیں" (الفضل ۲۵ر جون ۱۹۷۱ء)

ہمارے جان سے بڑھ کر پیارے آقا نے کس قدر غم و حزن میں ڈوب کر اور کس قدر دل سوزی اور جاں گدازی سے انتہائی بے تابی بے قراری اور دلی تڑپ اور درد و قلق سے ہمارے لئے دن رات دعائیں کیں۔ اس کا اندازہ حضور کے حسب ذیل ارشادات سے ہو سکتا ہے۔

حضور فرماتے ہیں:-

"میں اکثر اپنے سجدوں میں دعا کرتا ہوں کہ اے خدا جنہوں نے دعا کے لئے لکھا ہے تو ان کی بیماری تنگی۔ امتحان کی پریشانی کو دور فرما اور جنہوں نے لکھنا چاہا مگر لکھ نہ سکے ان پر بھی فضل کر اور جنہوں نے سستی اور کوتاہی کی۔ ان پر بھی رحم فرما۔ یہ دعائیں اس لئے کرتا ہوں کہ میرا سب سے تعلق ہے اور سب کے لئے میرے دل میں محبت پیدا کی گئی ہے"۔ (الفضل ۲۵ر جون ۱۹۷۰ء)

پھر فرماتے ہیں:-

"بعض دفعہ ایسے حالات بھی آتے ہیں وہ (امام جماعت احمدیہ ناقل) ہفتوں ساری رات آپ کے لئے دعائیں کر رہا ہوتا ہے جیسے ۱۹۷۴ء کے حالات میں دعائیں کرنا پڑیں۔ میرا خیال ہے کہ دو مہینے میں بالکل سو نہیں سکا تھا کئی مہینے دعاؤں میں گزرے تھے"۔ (الفضل ۱۱ر مئی ۱۹۷۸ء)

"دنیوی لحاظ سے وہ تلخیاں جو دوستوں نے انفرادی طور پر محسوس کیں وہ ساری کی تلخیاں میرے سینے میں جمع ہوئی تھیں۔ ان دنوں مجھ پر ایسی راتیں بھی آئیں خدا کے فضل اور رحم سے ساری ساری رات ایک منٹ سوئے بغیر دوستوں کے لئے دعائیں کرتا رہا"۔ (الفضل ۱۷ر اپریل ۱۹۷۶ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنی جماعت سے وارفتگی محبت کا تقاضا تھا کہ احباب جماعت بھی حضور پُرنور کی محبت کا جواب محبت سے دیتے اور خود حضور پُرنور کے لئے سراپا دعا بن جاتے اور پھر اپنے لئے بار بار دعا کی درخواست کرتے اور اس طرح "قبولیتِ دعا" کے مطلوبہ نشان کی صداقت کے ثبوت میں خدا تعالیٰ کی عظیم قدرتوں کی جلوہ نمائی کے ایمان افروز نظارے دیکھتے اور اپنے ایمانوں میں مزید تابندگی و درخشندگی پیدا کرتے اور زندہ خدا کی زندہ تجلیوں سے روح و دل کی تاریکیوں کو دور کرتے اور اپنے ماحول کو ایمان کی شمعِ فروزاں سے روشن کرتے۔

مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں "قبولیتِ دعا" کے مطلوبہ نشان کی عملی صداقت کے لئے چند واقعات عرض کر دوں جن سے معلوم ہوگا کہ دعا واقعی خدا تعالیٰ کی ہستی کی سب سے بڑی دلیل ہے اس کی مختلف صفات کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے اور اس امر کا زندہ و تابندہ نشان ہے کہ اس سے "اَن ہونی بات" "ہونی" بن جاتی ہے اور وہ جو خدا کے ایک پیارے بندے نے یہ کہا تھا اس کو سچ کر دکھاتی ہے

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے مرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو

۱:- مکرم بشیر احمد خاں صاحب رفیق سابق امام مسجد لندن تحریر فرماتے ہیں کہ:-

۱۹۶۷ء میں جب حضور یورپ کے دورہ پر تھے تو آپ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ فرینکفورٹ کے ایک مخلص دوست مکرم محمد شریف صاحب خالد ۔۔۔ کے ہاں پچھلے دس سال سے کوئی اولاد نہیں ڈاکٹروں نے یہ تشخیص کی ہے کہ UTERUS کے مونہہ پر کینسر کے آثار ہیں جس کے لئے اپریشن ضروری ہے"

"مکرم خالد صاحب نے حضور کی خدمت میں دعا اور اپریشن کی اجازت کے لئے لکھا حضور نے فرمایا کہ اپریشن ہرگز نہ کرائیں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ وہاں کے چوٹی کے ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ بچہ پیدا ہونے کی ۹۹٪ کوئی امید نہیں اور اپریشن کے نتیجہ میں جو ایک فی صد امید ہے وہ بھی جاتی رہے گی"۔

چنانچہ حضور کی دعا سے جب ان کے گھر امیدواری ہوئی تو مکرم خالد صاحب چند دن کیلئے ربوہ آئے اور حضور سے ایک لڑکی اور ایک لڑکے کا نام تجویز کرنے کی درخواست کی حضور نے فرمایا:-

"بچی کے لئے خولہ نام اس شرط پر تجویز کرتا ہوں کہ جب یہ بڑی ہو تو آپ اس کو شہسواری سکھائیں گے"

چنانچہ ان کے ہاں بچی پیدا ہوئی جس پر انہوں نے ۸ر جون کو حضور کی بابرکت خدمت میں لکھا:-

"خدا تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو سنا اور اپنے فضل و کرم سے محمودہ کو ایک بہت ہی پیاری بچی عطا فرمائی ہے۔ میرا ایمان ہے کہ یہ محض حضور پُرنور کی دعاؤں کا نتیجہ ہے ورنہ جرمنی کے چار اسپیشلسٹ یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ محمودہ کے ہاں بچہ ہونا ننانوے فیصد مشکل ہے بلکہ وہ یہ ناممکن سمجھتے ہوئے ذاتی صحت کے لئے ایک اپریشن ضروری قرار دے رہے تھے"

(الفضل ۲۵ر جون ۱۹۷۱ء)

۲:- مکرم مولوی مسعود احمد صاحب جہلمی فرینکفورٹ میں مبلغ انچارج تھے۔ ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی حضور کی خدمت میں ۔۔۔۔ ان کے لئے دعا کی درخواست کی گئی اور ساتھ ہی ایک لڑکے اور لڑکی کا نام تجویز کرنے کی بھی التجا کی گئی حضور نے چند سیکنڈ خاموش رہنے کے بعد فرمایا:-

"مسعود احمد کو اللہ تعالیٰ لڑکا دے گا انشاء اللہ میں اس کا نام لقمان احمد تجویز کرتا ہوں" چنانچہ ۲۱ر جون ۱۹۷۱ء کو حضور کی خدمت میں ان کا یہ تار ملا۔ "الحمد للہ! حضور اقدس کی دعاؤں کا ثمرہ لقمان احمد کی صورت میں مل گیا ہے"

(الفضل ۲۳ر جولائی ۱۹۷۱ء)

۳:- حضور خود بیان فرماتے ہیں:-

"ایک اور محبتِ خداوندی کا غیر معمولی نشان یوں ظاہر ہوا کہ مغربی افریقہ سے ایک خاتون نے مجھے لکھا کہ ہمیں شادی کے ۲۷ برس ہو چکے ہیں لیکن ہم اولاد کی نعمت سے محروم ہیں آپ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مجھے باوجود اتنی عمر گزر جانے کے بھی اولاد کی نعمت سے نوازے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ بظاہر میں عمر کے ایسے دور میں داخل ہو چکی ہوں کہ اولاد کا ہونا ناممکن نظر آتا ہے میں نے اس کے لئے دعا شروع کی اور اللہ تعالیٰ نے میری دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے شادی کے ۲۸ سال بعد اس کو لڑکا عطا فرمایا"

(الفضل ۲۷ر جولائی ۱۹۷۱ء)

۴:- حضور مزید بیان فرماتے ہیں:-

"جب ہم ۱۹۶۷ء میں سکاٹ لینڈ گئے تو گلاسگو میں ایوب صاحب نے بڑی مایوسی کے انداز میں کہا کہ میری تین بچیاں ہیں لڑکا کوئی نہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ مایوسی مومن کی شان کے خلاف ہے چند ماہ بعد ان کا خط آیا کہ ان کے گھر میں امید سے ہیں۔ ایک نام لڑکی کا اور ایک نام لڑکے کا حضور تجویز فرماویں میں نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے صرف لڑکے کا نام یعنی ابراہیم تجویز کر کے بھجوا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور لڑکا دیا۔ جب مکرم ایوب صاحب پاکستان آئے۔ تو ابراہیم بھی ساتھ تھا"۔

(الفضل ۵ر اگست ۱۹۷۳ء)

۵:- ۱۹۶۷ء کے دورۂ یورپ کے دوران مشرقِ وسطیٰ کے ایک نہایت ہی مخلص دوست مکرم عبداللہ عودہ صاحب نے حضور کی خدمت میں نرینہ اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ۱۹۶۸ء میں ایک بچہ عطا فرمایا۔ جس کا نام حضور نے خالد محمود تجویز فرمایا اور دوسرا

بچہ ۱۹۷۰ء میں ہوا۔ جس کا نام انہوں نے خود ظفر اللہ رکھا"

(الفضل ۲۳ مئی ۱۹۷۱ء)

۶:۔ حضور نے ایک اور جگہ فرمایا:۔

"ایک لندن کا واقعہ سن لیں۔ یعنی مجھ میں تو طاقت ہی نہیں، میں تو غریب مسکین انسان ہوں۔ ایک شخص کے دو تین مہینے کے بعد بچہ ہونا تھا۔ مجھے کہنے لگا نام رکھ دیں ایک لڑکے کا ایک لڑکی کا۔ میں نے کہا میں تو صرف لڑکے کا نام ہی رکھ دیتا ہوں۔ دو مہینے پہلے انگلستان کی ساری لیڈی ڈاکٹرز نے کہا کہ تیری بیوی کے پیٹ میں لڑکی ہے اس کے دوستوں نے کہا جا کے حضرت صاحب سے کہہ دیں۔ نام بدلیں۔ اس نے کہا میں نے کوئی نہیں کہنا۔ دو مہینے تک اصرار کرتی رہیں۔ لیڈی ڈاکٹرز پیٹ میں لڑکی ہے بہت سارے ٹیسٹ نکلے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ وہ صحیح معلوم کر لیتی ہیں اور ہمارے وہاں (انگلستان میں) ہوتے ہوئے بچہ پیدا ہوا اور وہ لڑکا تھا۔ ساری لیڈی ڈاکٹروں کی جو تشخیص تھی اور جو علم تھا دھرے کا دھرا رہ گیا"

(الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۸۰ء)

۷:۔ حضور مزید بیان فرماتے ہیں:۔

"ایک اور شخص نے (ہونے والے بچے کا ناقل) نام پوچھا۔ میں نے ایک نام لڑکے کا لکھ کے لفافے میں بند کر کے اس کو دے دیا اور میں نے کہا۔ جب بچہ ہو۔ اس لفافے کو کھولنا اور نام رکھ دینا۔ جب اس نے لفافے کو کھولا تو اس میں ایک ہی نام تھا اور وہ لڑکے کا تھا اور وہ لڑکا اس کے ہوا تھا تو اب میں کیا چیز ہوں۔ یعنی اگر میں ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کروں تو سب سے بڑا دنیا کا پاگل میں ہوں گا۔ مگر خدا کا فضل ہے میں پاگل نہیں ہوں میں اپنے مقام کو بھی جانتا ہوں اور اپنے خدا کے مقام کو بھی پہچانتا ہوں"

(الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۸۰ء)

۸:۔ حضور ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

"افریقہ سے مجھے ایک..... شخص نے لکھا کہ میری چھ سات لڑکیاں ہیں۔ نرینہ اولاد نہیں میں نے دعا کی اور اس کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔ کوئی بیوقوف ہی کہے گا یہ اتفاق ہے۔ ہم زیادہ باریکی میں نہیں جاتے کیونکہ وہ اسے سمجھ نہیں سکتا۔ ہاں! یہ ضرور کہتے ہیں کہ اگر یہ اتفاق ہے تو بھی اسلام کے حق میں ہوا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اسلام زندہ مذہب ہے"۔

(الفضل ۵ جون ۱۹۷۱ء)

قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی "قبولیت دعا" کے مطلوبہ نشان کے نتیجے میں خدائی قدرتوں کی جلوہ نمائی کے جو ان گنت اور بے شمار نظارے دنیا نے دیکھے ان میں سے صرف آٹھ کو میں نے "مشتے از خروارے" کے مطابق چنا ہے بظاہر نظر دیکھیں تو یہ سب نظارے ایک ہی نوعیت کے ہیں اور ایک ہی صفتِ خلق سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اگر تدبر کی نگاہ سے ان کی تہہ تک پہنچا جائے تو معلوم ہوگا کہ قدرتِ خداوندی کے دستِ تخلیق کے ان شاہکاروں میں وہ نظارے بھی نظر آتے ہیں جن کے پیکر حیات بہ منصۂ شہود پر آنے کی کوئی امید نہ تھی ان میں ایک وہ بھی ہے جس کی بابت جرمنی کے ماہر ڈاکٹروں کی ایک ٹیم نے مایوسی کا اظہار کر دیا تھا اور افریقہ کی عورت جس کے ہاں شادی کے چالیس سال بعد بچہ تولد ہوا۔ وہ بڑھاپے کی حدود کو چھو چکی تھی مگر اس کے باوجود ایک دنیا نے دیکھا اور سنا کہ خلاقِ عالم نے ان سب کو بچوں سے نوازا اور اس طرح ان ہونی بات "ہونی" بن گئی اور ناممکن نے ممکن کا روپ دھار لیا اور ہمیں ماننا پڑا کہ تقدیر بھی بدل سکتی ہے۔

پھر یہ بھی ہمیں یہاں دیکھنا پڑتا ہے کہ وہ جو علام الغیوب خدا نے فرمایا تھا "یعلم ما فی الارحام" کہ وہی جانتا ہے کہ ارحام میں نر و مادہ میں سے کون سے ذی حیات سانس لے رہے ہیں مگر یہاں تو میرے آقا نے متعدد بار بتا دیا تھا کہ ارحام میں بچے ہیں یا بچیاں؟ بے شک غیب دان اور علام الغیوب اب بھی میرا خدا ہی ہے اور اس کا دعویٰ میرے پیارے آقا کو بھی (نعوذ باللہ من ذالک) نہیں تھا مگر وہ جو کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ پر ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب دنیا یہ نظارہ دیکھتی ہے کہ:۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبد اللہ بود

کہ اللہ کے بندے کا فرمودہ اس کے خدا کا فرمودہ بن جاتا ہے اور دنیا میں وہی کچھ ظہور فرما ہوتا ہوتا ہے جو خدا کا بندہ کہتا ہے سو اس کی عملی صداقت کا بھی ہم نے نظارہ کیا اور اپنے دلوں کو اس یقین اور ایمان سے بھرپور پایا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے جس کا خدا "ان ہونی بات" کو "ہونی" بنا دیتا ہے اور اپنے نیک بندوں کو اپنے علم غیب سے اطلاع بخشتا اور ان کے لئے کرامات ظاہر کرتا ہے۔ پس سچ ہے وہ جو سیدنا و سید الکائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل نے کہا تھا۔

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد نور اللہ مرقدہ کے عہدِ سعادت مہد میں ہم نے یہ نظارے بھی دیکھے کہ حضور پرنور کی عاجزانہ دعاؤں کے صدقے ہمارے رحمان خدا نے اپنی صفتِ رحمانیت کا جلوہ دکھایا اور اپنے شافی ہونے کے ثبوت میں ایسے مریضوں کو شفا بخش دی جن کے بظاہر صحت یاب ہونے کی کوئی امید نہ تھی اور اس طرح ہمارے خدا نے ایک بار پھر لامذہب دنیا کو احیاء موتی کا ثبوت دے کر اپنے قادرِ مطلق ہونے کا ثبوت دے دیا بلکہ صفتِ رحمانیت کے وہ جلوے جو آپ کی دعاؤں کے نتیجے میں افریقہ میں اور دوسرے ممالک کی ایک بہت بڑی آبادی نے دیکھے اور ان کی بابت سنا اور اپنے دلوں کو نورِ یقین سے بھرپور پایا ان کی تعداد دن بدن حد و حساب سے باہر ہوتی جا رہی ہے۔

حضور فرماتے ہیں:۔

۱:۔ "خدا تعالیٰ کی رحمانیت کے جلوے ایک دوسرے رنگ میں بھی ہمیں نظر آتے ہیں وہ اس طرح پر کہ بعض دفعہ تدبیر ناکام ہو جاتی ہے بعض دفعہ کوئی تدبیر سوجھتی ہی نہیں مثلاً "پچھلے دنوں ہمارے ایک احمدی دوست چوہدری عبدالرحمٰن صاحب جو انگلستان میں ہیں ان کو بخار آنے لگا (پہلے بھی اس قسم کی بیماری میں وہ مبتلا رہ چکے تھے پھر آرام آگیا تھا) بڑا ترقی یافتہ ملک ہے بڑے ماہر ڈاکٹر ہیں۔ بڑے تجربہ کار معالج ہیں۔ مہینہ ڈیڑھ مہینہ ہسپتال میں رہے پتہ نہیں لگتا تھا کہ بیماری کیا ہے اگر بیماری کا پتہ ہی نہ لگے تو علاج کیسے ہو اور رحیمیت کے جلوے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رحیمیت کا جلوہ تو وہاں نظر آتا ہے جہاں تدبیر اپنے کمال کو پہنچے .....(تو) جب ..... طبیب مریض کو لاعلاج قرار دیتا ہے ..... (تو) اس وقت اگر ہم رحمان خدا کا دروازہ کھٹکھٹائیں تو بسا اوقات وہ ہمارے لئے کھولا جاتا ہے ..... (چنانچہ یہی ناقل) رحمٰن کا جلوہ چوہدری عبدالرحمٰن صاحب لندن نے دیکھا۔ ڈاکٹروں نے کہا۔ تشخیص نہیں کر سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا دے دی ..... تو ہم نے ان کی وساطت سے اور انہوں نے اپنی ذات میں خدائے رحمان کی رحمانیت کا جلوہ دیکھا"

(الفضل ۱۶ مئی ۱۹۷۵ء)

۲:۔ حضور خود اپنی ایک بیماری کی بابت فرماتے ہیں۔

"خدا کی یہ شان ہے کہ جب ۱۹۷۱ء کے شروع میں میں گھوڑے سے گرا اور علاج کے کئی مرحلوں سے مجھے گزرنا پڑا تو اس سے میرے گھٹنے STIFF ہو گئے ایک ڈاکٹر صاحب مجھے کہنے لگے۔ یہ تو اب ٹھیک ہو ہی نہیں سکتے۔ میں نے کہا میں نے تمہیں خدا کب مانا ہے؟ میں تو اس اللہ کو مانتا ہوں اور اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں جو قادرِ مطلق ہے اس کے سامنے کوئی چیز ان ہونی نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور یہ تکلیف دور ہو گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک"

(الفضل ۲ مارچ ۱۹۸۰ء)

حضور پرنور کی دعاؤں کے نتیجے میں جن لاعلاج اور خطرناک مریضوں نے محض خدا کے فضل سے شفا پائی۔ ان میں سے صرف مزید تین کے واقعات سپردِ قلم ہیں۔

۳:۔ مکرم چوہدری عبدالستار صاحب سمن آباد لاہور لکھتے ہیں:۔

"حضرت مولوی محمد دین صاحب ..... اوائل اپریل (۱۹۷۸ء ناقل) میں ..... اچانک بیمار ہو گئے چہرہ پر بہت زیادہ ورم ہو گیا۔ پیٹ بھی بہت پھول گیا اور کئی عوارض جمع ہو گئے۔ جن کی وجہ سے بیماری نے سخت تشویش ناک صورت اختیار کر لی۔ اس پر آپ کے ہم زلف محترم چوہدری احمد جان صاحب نے خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر اور بیماری کی کیفیت بیان کر کے دعا کی درخواست کی۔ اس پر حضور نے فرمایا۔

"میں ان کے لئے دعا کر رہا ہوں" یہ الفاظ ہمارے لئے بہت ڈھارس کا موجب بنے اور ہمیں یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ حضور کی دعا سے آپ کو شفا بخشے گا"

"حضور کی دعا کی برکت سے آہستہ آہستہ بیماری کا زور کم ہونا شروع ہو گیا (اور) حالات نے رخ بدلنا شروع کیا۔ اوّل اخراج ریاح ہوا پھر پیٹ کے مواد کا اخراج ہوا اور ورم کم ہونا شروع ہوا۔ اب حالت یہ ہے کہ حضرت مولوی صاحب کو حضور ایدہ اللہ کی دعا سے نئی زندگی حاصل ہوئی ہے"۔

(الفضل یکم اگست ۱۹۷۸ء)

۴:۔ مکرم سید احمد علی شاہ صاحب نائب ناظر اصلاح و ارشاد (مقامی) تحریر فرماتے ہیں:۔

"۱۸ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب سلمہ اللہ نے فضلِ عمر ہسپتال ربوہ میں بڑی توجہ اور شفقت سے میرا اپنڈکس کا اپریشن فرمایا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعا کی برکت سے میں ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو گھر آگیا"

"آخر نومبر میں مجھے مثانہ میں پتھری کی شدید تکلیف ہو گئی ..... نومبر، دسمبر ۱۹۷۹ء کے ایام مجھے گھنٹے کے اندر اندر پیشاب کی حاجت ہوتی اور پیشاب کے بعد کافی مقدار میں خون آتا۔ میری نیند نہ رات کو پوری ہوتی نہ دن کو جس سے میں بے حد کمزور ہو گیا ..... مکرم ڈاکٹر ولی محمد صاحب سرجن فیصل آباد نے ۱۲ جنوری کو معائنہ کیا تو فرمایا ..... فوراً ہسپتال میں داخل ہو جائیں نہ صرف مثانہ کی پتھری کا بلکہ پراسٹیٹ کا بھی اپریشن ہوگا ..... چنانچہ میں نے ۱۵ جنوری کو (حضور کی خدمت میں ناقل) حاضر ہو کر اپنی تکلیف اور ڈاکٹر صاحب کی رائے عرض کی۔ حضور نے فرمایا:۔

"اپریشن کرائیں"

"میری حالت چونکہ خون کے ضیاع کی

وجہ سے بہت کمزور ہو چکی تھی عرض کیا کہ حضور میرا کام ہو چکا ہے اب تو حضور کی دعا سے ہی بچ سکتا ہوں۔ اس پر میرے پیارے محسن آقا نے نہایت شفقت سے فرمایا :۔

"گھبرائیں نہیں میں دعا کروں گا"

۱۸؍ جنوری کو میں نے حضور کی خدمت میں (پھر ایک عریضہ میں دعا کی درخواست کی کہ ۱۹؍ جنوری بروز ہفتہ کو اپریشن ہوگا ناقل) حضور نے اسی وقت میری درخواست پر اپنے دستِ مبارک سے یہ فقرہ تحریر فرمایا "اللہ تعالیٰ کی امان میں وھو الشافی" میرے لئے یہ گویا زندگی کا پروانہ تھا۔" (۱۹؍ جنوری کو اپریشن ہوا اور یہ "ناچیز و احقر خادم" اپنے آقا کی توجہ اور خاص الخاص دعاؤں کے طفیل صحت یاب ہو کر ۱۹؍ فروری کو بفضلہ تعالیٰ گھر ربوہ واپس آگیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔"

(الفضل ۲۱؍ اپریل ۱۹۸۲ء)

۵:۔ مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب بیگم روڈ لاہور لکھتے ہیں :۔

" مکرم مولوی عبدالکریم خان صاحب (کاٹھ گڑھی) شاہد مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ مرحوم پر طویل بیماری کا پہلا حملہ ۱۹۶۱ء میں ہوا.... مگر ۱۹۶۵ء کی آخری سہ ماہی میں بیماری نے اور حملہ شروع کیا چنانچہ وہ ..... وسط فروری ۱۹۶۶ء میں لاہور تشریف لائے۔ مولوی صاحب کو گنگارام ہسپتال میں داخل کروا دیا گیا...... وہاں دو ہفتہ داخل رہنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ یہ دن بدن کمزور ہوتے جا رہے ہیں کچھ سر بھی ہلنے لگا یادداشت میں کمی ہو گئی.... جب انہیں اس ہسپتال میں داخل ہوئے اکیس دن ہو گئے تھے مجھے ڈاکٹر (عبدالعزیز) خان صاحب نے بتایا کہ مولوی صاحب ملٹی پل مائی.... جو کہ کینسر کی ایک مرض ہے اس میں مبتلا ہیں اور ان کے اندازہ کے مطابق مرض کا حملہ اب دماغ تک پہنچ گیا ہے اور اب تین چار روز تک یہ بالکل بے ہوش جائیں گے اور..... اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ البتہ میں سفارشی خط لکھ دیتا ہوں تم انہیں کرنل قاضی صاحب جو کہ دماغی امراض کے ماہر ہیں انہیں سی ایم۔ ایچ لاہور میں دکھا لو وہ اگر مناسب سمجھیں گے تو دماغ کا اپریشن کر کے اس زہر کو دماغ سے نکال کر پلاسٹک سرجری کر دیں تو شاید یہ کچھ عرصہ زندہ رہ سکیں"...

(چنانچہ سی۔ ایم ایچ میں ناقل) کرنل صاحب اور دوسرے ڈاکٹروں نے مولوی صاحب کے ماتھے اور دیگر جگہ سے خون لے کر ٹیسٹ کے لئے بھجوایا دو گھنٹہ کے بعد کرنل صاحب نے آ کر بتایا کہ..... اب یہ مرض سارے جسم میں سرایت کر گیا ہے اور اب یہ بالکل لاعلاج ہے اور یہ شخص زیادہ سے زیادہ ہفتہ عشرہ زندہ رہے گا وہ بھی اگر تم انہیں میو ہسپتال ریڈیم وارڈ میں جا کر بجلی لگواؤ۔..... (مزید) فرمایا اب ان سے فیس کیا لوں ان کی تو حالت بھی ایسی نہیں"

(چنانچہ) مکرم مولوی صاحب کو (میو ہسپتال کے ناقل) ریڈیم وارڈ میں داخل کروا دیا گیا وہاں داخل ہوئے چوتھا دن تھا کہ شام کے وقت اچانک مولوی صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی۔ بے ہوشی کے علاوہ گلا بند ہو گیا اور سانس کی تکلیف بھی شدید ہو گئی۔ سر نے زیادہ ہلنا شروع کر دیا..... فوراً ..ٹیکے اور ادویات دی گئیں۔ جس کے نتیجہ میں مولوی صاحب کو تین گھنٹے بعد ہوش آگیا مگر..... دوپہر کو پھر بے ہوش ہو گئے۔ اسی حالت میں ان کے سر کا ایکسرے کروایا گیا (ایکسرے رپورٹ پر پتہ چلا ناقل) سر مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے اب وارڈ میں ان کی یہ حالت تھی کہ ایک آدمی..... دونوں ہاتھوں سے ان کا سر پکڑے رکھتا تھا۔ مگر سر پھر بھی ہلتا رہتا تھا۔ ادھر ماتھے اور سر کی ہڈیاں بالکل کھائی جا چکی تھیں اور محسوس یہ ہوتا تھا کہ سر کی ہڈیاں گھن خوردہ لکڑی کی طرح بالکل ختم ہو چکی ہیں۔"

(چنانچہ ان حالات میں جبکہ ڈاکٹروں کی طرف سے مکرم مولوی صاحب کو لاعلاج قرار دے کر فارغ کیا جا رہا تھا۔ حضور کی بابرکت خدمت میں لکھا گیا جس پر حضور نے مکرم حکیم عبدالواحد صاحب ہیڈ کلرک دفتر اصلاح و ارشاد کو یہ پیغام دے کر بھجوایا (کہ ناقل) یہی بوٹی صبح و شام دی جاوے اور ہسپتال میں رہنے دیا جاوے۔ دعائیں خاص کی جا رہی ہیں"

(الفضل ۲؍ مارچ ۱۹۸۲ء)

چنانچہ حضور پُرنور کی یہ معجزنما خاص دعاؤں اور اس نظرِ شفقت کا نتیجہ تھا جو حضور نے مکرم مولوی صاحب کو اپنی مبارک پگڑی سر پر باندھنے کے لئے عنایت فرما رکھی تھی کہ مکرم مولوی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے دوبارہ متاعِ زیست سے نوازا اور آپ صحت یاب ہونے کے بعد پندرہ سولہ سال تک زندہ رہے۔ اللھم وغفرلہ وارحمہ واعلی مثواہ فی العلیین آمین۔

قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت مرزا ناصر احمد نور اللہ مرقدہ کی قبولیتِ دعا کے نتیجے میں جن خطرناک اور لاعلاج مریضوں نے موت کے پنجے سے رہائی پائی اور زندگی و توانائی کی بے مثال دولت حاصل کی ان کی فہرست بہت لمبی ہے میں نے اس سلسلے میں صرف چند مریضوں کا انتخاب کیا تھا کیونکہ اس مختصر مضمون میں ان تمام کا ذکر کرنا ناممکن ہے..... ہاں..... اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ قابلِ غور ہے وہ بات جو یوں کہی گئی ہے

پاک دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

اور یہاں ایک نہیں دو نہیں بلکہ تین چار ایسے لاعلاج اور قریب المرگ بیماروں کا ذکر کیا گیا ہے جن کو ماہر اسپیشلسٹ ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے دیا تھا۔ مگر حضور کی خاص الخاص دعاؤں کے نتیجے میں ان کی صحت و تندرستی کو دیکھ کر یہ ماننا پڑتا ہے کہ بالکل صحیح کہا تھا میرے آقا نے جب یہ کہا تھا کہ

"بعض دفعہ ڈاکٹر ایک مریض کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ بچ جاوے گا۔ لیکن وہ نہیں بچ سکتا اور کسی کو لاعلاج سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں اور وہ خدا کے فضل سے ٹھیک ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ دنیا کو یہ چیزیں اس لئے دکھاتا ہے تا بتائے کہ شافی اور کافی وہی ہے اور کوئی نہیں۔"

(الفضل ۲؍ مارچ ۱۹۸۰ء)

پس ان انتہائی خطرناک اور لاعلاج بیماروں کا صحت و تندرستی سے ہمکنار ہونا اس امر کا زندہ و تابندہ ثبوت ہے کہ ہمارا قادرِ مطلق خدا ہی حقیقی شافی اور کافی ہے اور وہی ہے جو اپنے مقبول بندوں کے اضطراب و بے چینی اور درد و کرب میں ڈوبی ہوئی دعاؤں کو سنتا اور موت کے پنجے میں گرفتار انسانوں کو حیاتِ تازہ بخشتا ہے اس لئے یہ کہنا غلط ہے۔

قم باذن اللہ جو کہہ سکتے تھے سب رخصت ہوئے
مقبروں میں اب مجاور رہ گئے ہیں یا گورکن

بلکہ حق یہی ہے اور ایک مسلمان کو یہی کہنا زیبا ہے۔

عیسیٰ کے معجزوں نے مردے جلا دیئے
محمدؐ کے معجزوں نے ہیں عیسیٰ بنا دیئے

چنانچہ ہر وہ شخص جو مذکورہ بالا خطرناک اور لاعلاج بیماروں کے حالات پر نظر کرے گا اسے ان کی موت آسا بیماری سے دوبارہ زندگی تک کے عرصے میں خدائی قدرتوں کی جلوہ نمائی کے وہ ایمان افروز نظارے دیکھنے پڑیں گے کہ جب ماہر ڈاکٹروں کی تمام تر تدبیریں اور دوائیں دنیا کو ہمارے خدا کی صفتِ رحیمیت کا جلوہ نہ دکھا سکیں تو اس کے ایک عاجز مگر پیارے بندے کی دعاؤں نے وہ اثر دکھایا کہ اس قادر و توانا خدا کی صفتِ رحمانیت جوش میں آئی اور پھر اس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے شافیٔ مطلق ہونے کی حیثیت میں ان مُردوں کو زندگی بخشی اور اس طرح اپنے "محی الموتیٰ" ہونے کا نظارہ دکھا کر ایک دنیا کے ایمانوں میں ایک تازگی اور درخشندگی پیدا کی۔

قطعۂ تاریخِ وفات

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ امام جماعت و خلیفۃ المسیح الثالث نور اللہ مرقدہٗ و منزلہٗ

(مکرم یعقوب امجد صاحب کھاریاں)

حُسنِ صورت، حُسنِ سیرت، نازشِ قُدوسیاں
شادمانی، مہربانی، کامگاری کا جہاں
علم و حکمت کا سراپا ایک بحرِ بے کراں
جسکے غم میں دیدہ و دل آج بھی ہیں خونچکاں
کیوں نہ روئے آج امجدؔ خوں کے آنسو اک جہاں
ہے "وِداعِ ناصرِ دینِ متیں خلد آشیاں"

۱۹۸۲ء

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے

مقدس سوانح حیات

مطہر و پاکیزہ اور متحرک و فعال زندگی کی جھلکیاں

مکرم حبیب الرحمن صاحب زیروی
اسسٹنٹ لائبریرین خلافت
لائبریری۔ ربوہ

(۱) ولادت باسعادت

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ الٰہی بشارتوں کے مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۰۹ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ سیدنا حضرت اقدس۔۔۔۔۔۔۔ کو آپ کی ولادت سے بہت پہلے الہام ہوا۔

انّا نبشّرک بغلامٍ نافلۃ لک۔

ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو تیرا پوتا ہوگا۔

اس بارہ میں حضور فرماتے ہیں۔

"ممکن ہے اس کی یہ تعبیر ہو کہ محمود کے ہاں لڑکا ہو کیونکہ نافلہ پوتے کو بھی کہتے ہیں۔"

(بدر ۱۵ر اپریل ۱۹۰۶ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

"بیالیسواں نشان یہ ہے کہ خدا نے نافلہ کے طور پر پانچویں لڑکے کا وعدہ کیا تھا جیسا کہ کتاب مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۳۹ میں اس طرح پر یہ پیشگوئی لکھی ہے۔

وبشّرنی بخامس فی حین من الاحیان

یعنی پانچواں لڑکا جو چار سے علاوہ بطور نافلہ پیدا ہونے والا تھا اس کی خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ کسی وقت ضرور پیدا ہوگا اور اس کے بارہ میں ایک اور الہام بھی ہوا کہ جو اخبار البدر اور الحکم میں مدت ہوئی کہ شائع ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ

انّا نبشّرک بغلامٍ نافلۃً لک ۔ نافلۃ من عندی

یعنی ہم ایک اور لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں کہ وہ نافلہ ہوگا یعنی لڑکے کا لڑکا۔ یہ نافلہ ہماری طرف سے ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۹۔ تا صفحہ ۲۱۸)

حضرت المصلح الموعودؓ نے ایک احمدی دوست کو خط میں لکھا۔

"مجھے بھی خدا نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت پر کمربستہ ہوگا۔"

(الفضل ۸ر اپریل ۱۹۱۵ء)

(۲) بچپن میں بیماری اور شفاء

آپ کی عمر ایک سال سے کچھ زیادہ ہوگی کہ آپ سخت بیمار ہو گئے۔ یہ وہ دن تھے جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل بہت بیمار تھے۔ آپ کے مقدس والد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی عیادت کے لیے حضور کے پاس تشریف فرما تھے کہ کئی بار پیغام آیا کہ میاں ناصر احمد تشویشناک طور پر بیمار ہیں مگر حضرت مصلح موعود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی بیماری کے باعث اپنی جگہ سے نہ اٹھے اور یہ بات سن کر خاموش ہو گئے مگر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے فرمایا میاں! تم گئے نہیں؟ تم جانتے ہو یہ کس کی بیماری کی اطلاع دے کر گیا ہے۔ وہ تمہارا بیٹا ہی نہیں حضرت مسیح موعود۔۔۔۔۔۔۔ کا پوتا بھی ہے اس پر حضرت سیدنا محمود کو بادلِ ناخواستہ اٹھنا پڑا۔ ڈاکٹر کو بلایا گیا اور خدا تعالیٰ نے چند دنوں کے بعد آپ کو شفاء بخش دی۔ (الفضل ۱۱ر ستمبر ۱۹۳۴ء)

(۳) بچپن میں تربیت

حضور خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کو بہت چھوٹی عمر میں ہی آپ کی مقدس دادی یعنی حضرت اماں جان (اللہ آپ پر راضی ہو) اپنے پاس لے آئیں اور بچپن کا سارا عرصہ آپ نے حضرت اماں جان کی تربیت میں گزارا۔ حضور رحمہ اللہ اپنے خطبات و تقاریر میں بڑی کثرت سے اپنے بچپن کے دور اور حضرت اماں جان کی تربیت کا ذکر فرمایا کرتے۔

( ) آمین اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی دعا

"سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جولائی ۱۹۲۱ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد اور اپنے دوسرے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کے قرآن مجید ناظرہ کی تکمیل پر آمین لکھی جس کا پہلا شعر یہ ہے

مرا ناصر مرا فرزند اکبر
ملا ہے جس کو حق سے تاج و افسر

(۴) حفظِ قرآن اور مدرسہ احمدیہ میں داخلہ

۱۷ر اپریل ۱۹۲۲ء کو جبکہ حضور انور کی عمر تیرہ برس تھی آپ کو تکمیل حفظِ قرآن کی سعادت نصیب ہوئی جس کی تاریخ "حافظِ قرآن" کے الفاظ میں نکلی۔

محترم حافظ سلطان حامد صاحب ملتانی مرحوم کو آپ کے استاد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حفظِ قرآن کریم کی تکمیل کے بعد آپ پہلے مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب سے پرائیویٹ طور پر عربی اور اردو وغیرہ پڑھتے رہے ازاں بعد دینی علوم کی تحصیل کے لیے مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

(۵) "ریزرو فنڈ تحریک" کیلئے جدوجہد

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کی اقتصادی سماجی ترقی اور بہبود کے لیے ۱۹۲۷ء میں ایک ریزرو فنڈ جاری فرمایا تھا۔ اس تحریک میں دوسرے احمدی طلباء کے دوش بدوش حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے بھی سرگرم حصہ لیا۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جلسہ سالانہ ۱۹۲۷ء پر فرمایا۔

"اس سال چھٹیوں کے ایام میں ہمارے سکولوں کے طلباء ڈیڑھ ہزار روپیہ کے قریب چندہ کر کے لائے۔۔۔۔۔۔ چندہ لانے والے طلباء میں میرا لڑکا ناصر احمد بھی تھا جو -/۱۳۶ روپیہ لایا تھا حالانکہ اسے کبھی اس سے پہلے دوسرے لوگوں سے چندہ لینے کا موقع نہ ملا تھا۔"

(۶) امتحان مولوی فاضل میں کامیابی

جولائی ۱۹۲۹ء میں آپ نے جامعہ احمدیہ قادیان سے پنجاب یونیورسٹی کا امتحان "مولوی فاضل" پاس کیا۔

(۷) بی۔ اے کے امتحان میں کامیابی

مولوی فاضل پاس کرنے کے بعد آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد قادیان سے لاہور تشریف لے گئے اور گورنمنٹ کالج لاہور سے ۱۹۳۴ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی

(۸) پہلی شادی

الٰہی بشارتوں کے مطابق آپ کی شادی حضرت سیدہ منصورہ بیگم نور اللہ مرقدھا سے ہوئی۔ اس ضمن میں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم کا ایک مبارک خواب درج ذیل ہے۔

"جب منصورہ حمل میں تھی خواب میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فرمایا کہ تمہاری بیٹی ہوگی اس کی شادی محمود کے بیٹے سے کرنا۔"

(مصباح فروری مارچ ۱۹۸۲)

۲ر جولائی ۱۹۳۴ء کو حضرت مصلح موعود نے نکاح کا اعلان فرمایا:۔

نکاح کے تقریباً ایک ماہ بعد تقریب شادی عمل میں آئی۔ برات ۴ر اگست ۱۹۳۴ء کو مالیر کوٹلہ گئی اگلے روز ۵ر اگست کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی خود بھی کار میں مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے۔ ایک روز قیام کے بعد ۶ر اگست کو بارہ بجے بروز دوشنبہ برات واپس قادیان پہنچی۔

۸ر اگست کو بعد نماز مغرب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے دعوتِ ولیمہ دی گئی جس میں اندازاً دو ہزار افراد نے شرکت کی جو اصحاب اس دعوت میں شامل نہ ہو سکے انہیں ۹ر اگست بعد نماز ظہر کھانے پر بلایا گیا۔ مستورات کی ضیافت کا انتظام ۱۰ر اگست کو کیا گیا۔

(۹) انگلستان روانگی

حضرت المصلح الموعود کے ارشاد پر آپ ۱۹۳۴ء میں انگلستان تشریف لے گئے۔ اور تکمیلِ تعلیم کے بعد ۹ر نومبر ۱۹۳۸ء کو وطن واپس تشریف لائے۔ انگلستان قیام کے دوران آپ آکسفورڈ سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے علاوہ تبلیغ اسلام میں بھی مصروف رہے۔ انگلستان سے واپسی پر رستہ میں آپ نے مصر میں قیام فرمایا اور عربی تہذیب و تمدن اور طرز تعلیم کا مطالعہ کیا۔

(۱۰) مجلس خدام الاحمدیہ کی صدارت و نائب صدارت

فروری ۱۹۳۹ء سے لے کر اکتوبر ۱۹۴۹ء تک آپ مجلس خدام الاحمدیہ کے صدر رہے اور اکتوبر ۱۹۴۹ء سے لے کر نومبر ۱۹۵۴ء تک جب کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بنفس نفیس صدر تھے آپ کو حضور نے نائب صدر کا عہدہ عطا

فرمایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زیر نگرانی نوجوانانِ احمدیت کے محبوب قائد کی حیثیت سے شاندار خدمات انجام دیں۔ لوائے خدام احمدیت کی تیاری، مجلس کے اساسی لٹریچر کی اشاعت نوجوانانِ احمدیت میں عملی انقلاب، باؤنڈری کمیشن کے لئے فراہمی مواد، حفاظت مرکز قادیان کی جدوجہد، تحریک آزادی کشمیر میں شمولیت پاکستان میں مجلس کی سرگرمیوں کا احیاء اور "رسالہ خالد" کا اجراء وغیرہ آپ کے عہد صدارت کے زندہ و تابندہ کارنامے ہیں جو نہ صرف تاریخ خدام الاحمدیہ میں بلکہ تاریخ احمدیت میں بھی سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔

(۱۱) جامعہ احمدیہ کے پرنسپل کی حیثیت سے

یورپ سے واپسی پر ۱۹۳۸ء میں جامعہ احمدیہ کے پروفیسر مقرر کیے گئے۔ پھر جون ۱۹۳۹ء میں حضرت مولانا سرور شاہ صاحب کے ریٹائر ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو جامعہ احمدیہ کا پرنسپل مقرر فرمایا اپریل ۱۹۴۴ء تک احمدیت کا یہ مرکزی ادارہ آپ کی نگرانی میں ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔

(۱۲) پرنسپل تعلیم الاسلام کالج

مئی ۱۹۴۴ء سے لے کر نومبر ۱۹۶۵ء (تا انتخاب خلافت) تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے قوم و ملت کے نونہالوں کی تعلیمی رہنمائی فرماتے رہے۔ اگست ۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم عمل میں آئی مگر آپ کی ہمت و کوشش سے اس ادارے کا دوبارہ قیام لاہور میں ہوا اور پھر آپ کی بے نظیر اور شبانہ روز محنت و کاوش کے نتیجہ میں ربوہ میں تعلیم الاسلام کالج کی شاندار عمارت کی تعمیر ہوئی اور اس عظیم الشان کالج نے آپ کی رہنمائی میں ایسی نمایاں ترقی کی کہ اسے ملک کے مشہور کالجوں میں نمایاں مقام حاصل ہو گیا۔

(۱۳) اکیڈمک کونسل کے ممبر

پنجاب یونیورسٹی کے تمام انٹرمیڈیٹ کالجوں کے پرنسپل صاحبان نے حضور کو متفقہ طور پر سال ۴۵ء ۱۹۴۶ء کے لیے یونیورسٹی اکیڈمک کونسل کا ممبر منتخب کیا۔ (الفضل ۸ جنوری ۱۹۴۵ء)

(۱۴) پاکستان میں ہجرت

۱۶ر نومبر ۱۹۴۷ء کو آپ قادیان کی مقدس بستی سے ہجرت کر کے پاکستان میں تشریف لائے۔

(۱۵) فرقان بٹالین کی کمیٹی میں

جون ۱۹۴۸ء سے جون ۱۹۵۰ء تک فرقان بٹالین سرگرم عمل رہی جس میں احمدی مجاہدوں نے محاذ کشمیر پر شجاعت اور بہادری کے بے مثال جوہر دکھائے اس بٹالین کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے کمیٹی مقرر فرمائی۔ اس کا ایک ممبر آپ کو بھی نامزد فرمایا فرقان فورس کے فوجی اشارات میں آپ "فاتح الدین" کے نام سے موسوم ہوتے تھے

(۱۶) کشمیر کو آزاد کرانے کا عزم صمیم

فرقان بٹالین کو جب پہلی جنگ بندی کے بعد جون ۱۹۵۰ء میں دوسری رضاکار تنظیموں کی طرح سبکدوش کر دیا گیا تو آپ نے پر شوکت اعلان فرمایا۔

اگرچہ کامیاب جدوجہد کے بعد "فرقان" کو سبکدوش کیا جا رہا ہے لیکن جس جہاد کا ہم نے خدا سے وعدہ کیا ہے اس میں سبکدوشی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ قربانیوں کا یہ دور چلتا چلا جائے اور اس نیت کی ہر قربانی سلسلہ کی تاریخ میں ایک نئے باب کے اضافہ کا موجب ثابت ہوئی ہے"

(الفضل ۲۳ر جون ۱۹۵۰ء)

"ہم نے کشمیر میں اپنے شہید چھوڑے ہیں جگہ جگہ ان کے خون کے دھبوں کے نشان چھوڑے ہیں ہمارے لیے کشمیر کی سرزمین اب مقدس جگہ بن چکی ہے ہمارا فرض ہے کہ جب تک کشمیر کو پاکستان کا حصہ نہ بنا لیں اپنی کوششوں میں کسی قسم کی کوتاہی نہ آنے دیں۔

(۱۷) قید و بند ۱۹۵۳ء

۱۹۵۳ء کے مارشل لا میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور آپ کو سنت یوسفی کے مطابق یکم اپریل ۱۹۵۳ء سے ۲۸ر مئی ۱۹۵۳ء تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔

(۱۸) مجلس انصار اللہ کی صدارت ۱۹۵۴ء

۱۹۵۴ء میں آپکو مجلس انصار اللہ کی زمام قیادت سپرد کی گئی۔ اس مرحلہ پر کسی خادم نے عرض کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا میں بوڑھا نہیں ہو گیا بلکہ مجلس انصار اللہ جوان ہو گئی ہے۔ چنانچہ خدا کے فضل سے ایسا ہی ہوا اور آپ کی روحانی توجہ کی بدولت مجلس میں بیداری کی حیرت انگیز برقی رو پیدا ہو گئی۔ انصار اللہ میں بیداری پیدا کرنے کے لئے آپ نے ۱۹۵۴ء سے ہی سالانہ اجتماعات کے سلسلہ کا آغاز فرمایا مجلس کا وسیع دفتر اور ہال تعمیر ہوا۔ رسالہ انصار اللہ جیسے بلند پایہ تربیتی ماہنامہ کا اجراء ہوا۔

(۱۹) صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی صدارت

مئی ۱۹۵۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعود نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا صدر مقرر فرمایا۔ اس طرح اس نہایت اہم جماعتی ادارہ کی باگ ڈور آپ کو سونپی گئی اور یہ ادارہ بدستور شاہراہ ترقی پر گامزن رہا خلافت کے انتخاب تک حضور اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔

(۲۰) آل پاکستان باسکٹ بال کا آغاز

آپ کی توجہ اور کوششوں کے نتیجہ میں ۱۹۵۸ء میں آل پاکستان باسکٹ بال کا آغاز ہوا۔ یہ ٹورنامنٹ آپ ہی کے نام سے موسوم ہے اور اس کا انعقاد ہر سال ہوتا ہے۔

(۲۱) کل پاکستان اردو کانفرنس کا انعقاد

آپ کے دور میں ۱۸ر اکتوبر ۱۹۶۴ء کو تعلیم الاسلام کالج کے وسیع ہال میں اردو کانفرنس منعقد ہوئی ۲۵ نامور ادباء اور شعراء نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں مختلف کالجوں سے بھی ۲۵ مندوبین شامل ہوئے۔

(۲۲) افسر جلسہ سالانہ

۱۹۵۹ء تا انتخاب خلافت نومبر ۱۹۶۵ء آپ نے افسر جلسہ سالانہ کی حیثیت سے نہایت شاندار خدمات سر انجام دیں۔

(۲۳) انتخاب خلافت

سیدنا المصلح الموعود کے وصال پر ۸ر نومبر ۱۹۶۵ء کو جماعت احمدیہ نے بالاتفاق آپ کو خلیفہ ثالث تسلیم کیا۔ اس طرح ہزاروں سال قبل کی یہ پیشگوئی جو قدیم اسرائیلی روایات کے مجموعہ طالمود میں چلی آ رہی ہے۔ پوری ہوئی کہ۔

IT IS ALSO SAID THAT HE (THE MESSIAH) SHALL DIE AND HIS KINGDOM DESCEND TO HIS SON AND GRANDSON

(طالمود جوزف بارکلے باب پنجم صفحہ ۳۷ مطبوعہ لندن)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی دوربین نگاہ نے بہت عرصہ پہلے آپ کے اس منصب پر فائز ہونے کو دیکھ لیا تھا آپ نے فرمایا:۔

"اسلام کی نشاۃ اولیٰ کے تیسرے خلیفہ عثمان میں شرم و حیا و بے انتہا تھی یہی حال میاں ناصر احمد کا ہے اور یہ بھی مجسم شرم و حیا ہے"

(روایت حضرت مرزا وسیم احمد صاحب الفرقان دسمبر ۱۹۶۵ء)

(۲۴) جامعہ احمدیہ کے اساتذہ و طلباء سے خطاب

۱۳ر نومبر ۱۹۶۵ء "میرا جامعہ سے بڑا دیرینہ اور گہرا تعلق ہے۔ جب میں نے ہوش سنبھالی یا شاید اس سے بھی پہلے حضور کے ارشادات ہدایات، اور نصائح اور تربیت کے جو طریق تھے۔ اس سے دل نے یہ تاثر لیا تھا کہ یہی (جامعہ) وہ جگہ ہے جہاں علم کو حاصل کرنا ہے۔ اور یہی وہ جگہ ہے جہاں سے علم حاصل کرنے کے بعد اس کے استعمال کا طریق سیکھنا ہے"۔

(الفضل ۲۴ر نومبر ۱۹۶۵)

(۲۵) تعلیم الاسلام کالج کے اساتذہ اور طلباء سے خطاب

۲۶ر نومبر ۱۹۶۵ء "اس ادارہ کے لیے میرے دل میں وہی جذبات ہیں جو جامعہ احمدیہ کے زمانہ میں تھے۔ میں نے اپنے دل دماغ اور جسم کو اس ارادے کے لیے خدا کے حضور بطور وقف پیش کر دیا اور بڑے ہی پیار کے ساتھ اس کو چلانے کی کوشش کی اور ان طلباء کو جو اس وقت میرے سامنے بیٹھے ہیں اپنے بچوں سے زیادہ عزیز سمجھا۔ جہاں میں نے سختی کو مناسب اور اصلاح کا ذریعہ پایا وہاں سختی بھی کی اور اس کے بعد راتوں کو اس دکھ کی وجہ سے مجھے جاگنا بھی پڑا۔ کیوں میرے ہاتھ سے میرے اس بچے کو سختی جھیلنی پڑی۔ کئی راتیں ہیں جو کہ اس وجہ سے میں نے جاگ کے گزاری ہیں۔ میں ہمیشہ ہی آپ سب کے لیے دعا کرتا رہا ہوں"

(الفضل ۲۸ر نومبر ۱۹۶۵ء)

(۲۶) کوئی احمدی بھوکا نہ رہے کی تحریک

۱۷ر دسمبر ۱۹۶۵ء کو اس تحریک کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔

"آج میں ہر ایک کو جو ہماری کسی جماعت کا عہدہ دار ہے۔ متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ذمہ دار ہے اس بات کا کہ اس کے علاقہ میں کوئی احمدی بھوکا نہیں سوتا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ آپ کو خدا کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا"

(الفضل ۱۰ر مارچ ۱۹۶۶ء)

(۲۷) ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ظہور

۱۹۶۵ میں آپ کے خلافت پر فائز ہونے کے فوراً بعد حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ایک عظیم الشان پیشگوئی۔

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔ نہایت آب و تاب سے پوری ہوئی جبکہ گیمبیا کے گورنر جنرل الحاج ایف ایم سنگھاٹے نے بانی سلسلہ احمدیہ کے کپڑوں سے برکت حاصل کی۔

(۲۸) فضل عمر فاؤنڈیشن۔

جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء کے موقع پر اس سکیم کا اعلان فرمایا۔

(۲۹) پاکستان کیلئے خصوصی دعاؤں کی تحریک

جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء میں حضور نے فرمایا:۔

"پاکستان کی حفاظت کے لیے بھی دوست ضرور دعائیں کریں کوئی مانے یا نہ مانے ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام میں جس قلعہ ہند میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پناہ گزین ہونے کا ذکر

ہے اس سے مراد پاکستان ہے سو دوست اپنی دعاؤں میں پاکستان کو خصوصیت کے ساتھ ضرور یاد رکھا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے اس کی حفاظت فرمائے اور ملائکہ کی افواج ہر محاذ پر پاکستان کی مدد کریں۔"

(الفضل ۲۲ر فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵)

(۳۰) تحریک وقفِ عارضی

۱۸ر مارچ ۱۹۶۶ء کو اس تحریک کا اعلان فرمایا:۔

(۳۱) مجلس ارشاد کا قیام

احبابِ جماعت کی ذہنی و علمی ارتقاء اور دینی امور و مسائل میں غور و فکر اور تحقیق کے ذوق کی نشوونما کے لیے حضور نے مجلس ارشاد مرکزیہ کا قیام فرمایا۔ اس کے اجلاسات عموماً ہر ماہ مسجد مبارک ربوہ میں حضور کی نگرانی اور زیرِ صدارت ہوتے رہے۔

(۳۲) تعلیم القرآن سکیم

۹ر اپریل ۱۹۶۶ء کو جاری فرمائی۔

(۳۳) تحریک جدید دفتر سوئم کا اجراء

۲۳ر اپریل ۱۹۶۶ء تحریک جدید کے ذریعہ دُنیا کے کونہ کونہ میں اسلام کا پیغام پہنچایا جا رہا ہے اس میں چندہ دینے والوں کے دفتر اوّل اور دوئم کا اجراء خلیفۃ المسیح نے فرمایا تھا اب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے نوجوانوں نئے کمانے والوں اور نئے احمدیوں کے لیے دفتر سوئم کا اجراء فرمایا۔

(۳۴) تحریک وقفِ جدید دفتر اطفال

۷ر اکتوبر ۱۹۶۶ء کو شروع فرمائی۔

(۳۵) وقف بعد ریٹائرمنٹ کی تحریک

حضور نے یہ تحریک ملازم پیشہ اور کاروباری احباب کے لیے پیش فرمائی جن کا وقف حضور منظور فرما لیتے ان کے لیے سالانہ دینی نصاب مقرر کر دیا جاتا۔ جس کا سال کے اختتام پر امتحان بھی لیا جاتا تھا۔

سنگِ بنیاد مسجد اقصیٰ

مسجد اقصیٰ ربوہ کا سنگِ بنیاد ۲۸ر اکتوبر ۱۹۶۶ء کو رکھا اور اس کا افتتاح حضور نے اپنے دستِ مبارک سے ۱۳ر مارچ ۱۹۷۲ء کو فرمایا۔

(۳۶) مجالس موصیان کا قیام

رسالہ الوصیت کے اغراض و مقاصد کی تکمیل اور تعلیم کے لیے حضور نے جماعت میں ایک مجلس موصیان قائم فرمائی۔

(۳۷) اتحاد بین المسلمین کی تحریک

اگست ۱۹۶۷ء میں حضور نے غلبہ اسلام کے اہم تقاضے کے طور پر اتحاد بین المسلمین کی تحریک فرمائی۔ روزنامہ جنگ ۱۳ر اگست ۱۹۶۷ء میں رقمطراز ہے۔

"احمدیہ فرقہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے تجویز پیش کی ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو ساٹھ سال کی مدت کے لیے یہ طے کر لینا چاہیئے کہ وہ آپس کے اختلافات بھلا کر دنیا میں اسلام کی تبلیغ کے لیے سرتوڑ کوشش کریں اور عبوری دور میں ایک دوسرے پر کسی قسم کی نکتہ چینی نہیں کریں گے۔"

(۳۸) سفر یورپ از ۶ر جولائی ۱۹۶۷ء تا ۲۴ر اگست ۱۹۶۷ء

روانگی از ربوہ ۶ر جولائی بذریعہ چناب ایکسپریس

۸ر جولائی تا ۱۰ر جولائی۔ مغربی جرمنی۔
۱۰ تا ۱۴ر جولائی۔ سوئٹزرلینڈ۔
۱۴ تا ۱۶ر جولائی۔ ہالینڈ۔
۱۶ تا ۲۰ر جولائی۔ مغربی جرمنی۔
۲۰ تا ۲۶ر جولائی۔ ڈنمارک۔

اس دوران ۲۱ر جولائی کو مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن کا افتتاح فرمایا۔

۲۶ر جولائی تا ۲۰ر اگست انگلستان۔

۲۸ر جولائی وانڈز ورتھ ٹاؤن ہال میں اہلِ یورپ سے تاریخی خطاب "امن کا پیغام اور ایک حرفِ انتباہ"۔

۲۴ر اگست۔ ربوہ واپسی بذریعہ چناب ایکسپریس

(۳۹) دورہ مغربی افریقہ از ۴ر اپریل تا ۸ر جون ۱۹۷۰ء۔

۱۱ تا ۱۷ر اپریل نائیجیریا۔
۱۸ تا ۲۶ر اپریل۔ غانا۔
۲۷ تا ۲۹ر " آئیوری کوسٹ۔
۹ اپریل تا یکم مئی لائبیریا۔
یکم تا ۵ر مئی۔ گیمبیا۔
۵ تا ۱۴ " ۔ سیرالیون۔

(۳۹) ۲۵ر جون ۱۹۷۰ء پہلا سفر سپین

دورہ ۱۹۷۰ء کے دوران فرمایا۔

(۳۹) نصرت جہاں سکیم ۱۹۷۰ء

اس منصوبہ کا تعلق مغربی افریقہ میں سکول اور ہسپتال کھولنے سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی برکت ڈالی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اس منصوبہ کے تحت وہاں کئی سکول اور کلینک کھل چکے ہیں اور بجٹ کئی کروڑ تک پہنچ چکا ہے۔

(۴۰) حدیقۃ المبشرین کا قیام

۱۹۷۰ء کے دورہ مغربی افریقہ سے واپسی پر حضور نے جون میں "حدیقۃ المبشرین" کا قیام فرمایا۔

(۴۱) خلافت لائبریری کی نئی عمارت کا افتتاح

۲ر اکتوبر ۱۹۷۱ء کو حضور نے اپنے دستِ مبارک سے فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام تعمیر ہونے والی خلافت لائبریری کی دیدہ زیب عمارت کا افتتاح فرمایا۔

(۴۱) افتتاح مسجد اقصیٰ

۱۳ر مارچ ۱۹۷۲ء کو آپ نے مسجد اقصیٰ ربوہ کا افتتاح فرمایا۔

(۴۲) گھوڑ دوڑ ٹورنامنٹ

۹ر دسمبر ۱۹۷۲ء کو گھوڑ دوڑ ٹورنامنٹ کا آغاز فرمایا۔ یہ ٹورنامنٹ تقریباً ہر سال مرکز سلسلہ میں منعقد ہوتا ہے۔

(۴۳) سفرِ انگلستان از ۱۳ر جولائی ۱۹۷۳ء تا ۲۶ر ستمبر ۱۹۷۳ء

۱۳ر جولائی ۱۹۷۳ء روانگی از ربوہ
۱۴ر " ہالینڈ میں مختصر قیام۔
۱۴ر " تا ۲۰ر اگست۔ انگلستان۔
۲۰ تا ۲۲ر اگست۔ ہالینڈ۔
۲۲ تا ۲۴ر " ۔ مغربی جرمنی۔
۲۴ تا ۲۷ر " ۔ سوئٹزرلینڈ۔
۲۷ تا ۲۹ر " ۔ اٹلی میں قیام۔
۳۰ر اگست تا ۲ر ستمبر۔ مغربی جرمنی میں قیام۔
۲ر ستمبر تا ۵ر ستمبر۔ ڈنمارک میں آمد احبابِ جماعت سے ملاقات۔
۵ تا ۷ر ستمبر۔ سویڈن میں قیام
۷ تا ۲۴ر " ۔ انگلستان میں قیام
۲۶ر ستمبر واپسی ربوہ

(۴۴) صد سالہ جوبلی فنڈ سکیم ۱۹۷۳ء

جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء کے موقع پر حضور نے اعلان فرمایا کہ ۲۳ر مارچ ۱۹۸۹ء کو جبکہ جماعت کے قیام کو ایک سو سال گزر چکے ہوں گے جماعت صد سالہ جوبلی منائے گی اور یہ تقریب ۲۳ر مارچ ۱۹۸۹ء کو شروع ہو کر آخر سال تک جاری رہے گی۔ اس ضمن میں حضور نے جامع سکیم بیان فرمائی اور چندے کی تحریک کی جس پر جماعت نے بھرپور لبیک کہا۔

(۴۵) ۱۹۷۴ء کا حد درجہ پُرآشوب دور

ان اذیت ناک حالات میں آپ نے جماعت کی راہنمائی فرمائی اور مصائب کے طوفان سے جماعت کو محفوظ رکھا۔ جماعت نے مسکراتے ہوئے چہروں سے ان مصائب کو برداشت کیا۔ آپ کی ہدایات کے مطابق جماعت خدا تعالیٰ کی خالص اور چمکتی ہوئی توحید پر قائم رہی نیز آپ نے جرأت اور یقین کے ساتھ دنیا کے بڑے بڑے ایوانوں میں عقائد احمدیت کی ترجمانی کر کے اتمامِ حجت فرما دی۔

پاکستان نیشنل اسمبلی میں جماعت احمدیہ کی ترجمانی ۱۹۷۴ء۔ ۲۲ر ۲۳ر جولائی ۵ تا ۱۰ر اگست۔ ۲۰ تا ۲۴ر اگست

(۴۶) سفر یورپ از ۱۵ر اگست تا ۲۹ر اکتوبر ۱۹۷۵ء

۵ر اگست ۱۹۷۵ء کو حضور سفر یورپ پر روانہ ہوئے حضور کا زیادہ وقت انگلستان میں گزرا۔ مگر حضور نے اس عرصہ کے دوران مغربی جرمنی۔ ڈنمارک۔ ناروے ہالینڈ اور سوئٹزرلینڈ کا دورہ بھی فرمایا۔

۲۷ر ستمبر کو سویڈن میں گوٹن برگ کے مقام پر پہلی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔

۲۹ر اکتوبر کو حضور بمعہ اہلِ قافلہ بخیر و عافیت واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

(۴۷) دورہ یورپ امریکہ و کینیڈا از ۲۰ر جولائی ۱۹۷۶ء تا ۱۰ر اکتوبر ۱۹۷۶ء

۲۰ر جولائی روانگی از ربوہ۔
۲۵ر " " واشنگٹن از لنڈن
۲۵ر " تا ۳۱ر جولائی واشنگٹن میں قیام
یکم تا ۴ر اگست ڈیٹن میں قیام
۴ تا ۶ر " نیویارک
۶ تا ۸ر " نیوجرسی
۸ تا ۱۱ر " کینیڈا
۱۶ر اگست واپسی از دورہ امریکہ و کینیڈا
۲۰ر اگست ۱۹۷۶ء افتتاح مسجد ناصر گوٹن برگ
۲۶ر اگست تا ۱۴ر ستمبر۔ ناروے، مغربی جرمنی ہالینڈ سوئٹزرلینڈ اور ڈنمارک کا دورہ
۱۴ر ستمبر مسجد فضل لنڈن میں عید کی مبارک تقریب
۱۰ر اکتوبر کامیاب و کامران مراجعت ربوہ

(۴۸) دورہ یورپ برائے کسرِ صلیب کانفرنس ۸ر مئی تا ۱۱ر اکتوبر ۱۹۷۸ء

آٹھ مئی کو حضور بمع اہلِ قافلہ ربوہ سے یورپ کے لیے روانہ ہوئے اس سفر کے دوران حضور نے مغربی جرمنی۔ سوئٹزرلینڈ۔ ہالینڈ۔ ناروے سویڈن۔ ڈنمارک کا دورہ فرمایا۔

۲، ۳، ۴ جون کو کسرِ صلیب کانفرنس میں شمولیت فرمائی اس کانفرنس میں متعدد احمدی اور غیر احمدی اہلِ علم حضرات نے واقعہ صلیب اور اس کے بعد پیش آنے والے واقعات پر اپنے تحقیقی مقالات پیش فرمائے ۴ر جون کو حضور نے عظیم الشان خطاب فرمایا۔

۴۹ اشاعتِ قرآن

حضور نے اپنے دورِ خلافت میں اشاعت قرآن کی طرف خصوصی توجہ دی۔

آپ فرماتے ہیں ایک دن مجھے یہ بتایا گیا کہ تیرے دورِ خلافت میں پچھلی دو خلافتوں سے زیادہ اشاعت قرآن کا کام ہوگا۔ چنانچہ اب تک میرے زمانہ میں پچھلی دو خلافتوں کے زمانہ سے قرآن مجید کی دو گنا زیادہ اشاعت ہوگئی ہے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں اب تک قرآن کے کئی لاکھ نسخے طبع کروا کر تقسیم کیے جا چکے ہیں:۔

(دورہ مغرب ۱۹۸۰ء)

۵۰ تعلیمی منصوبہ

۲۸ر اکتوبر ۱۹۷۹ء کو جماعت کے لیے عظیم الشان تعلیمی منصوبہ کا اعلان فرمایا۔

۵۱ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ظہور

۱۹۷۹ء میں علم کے میدان میں عالمی شہرت کے حامل پاکستان کے چوٹی کے سائنسدان اور جماعت احمدیہ کے نامور سپوت پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام کو فزکس کے میدان میں عظیم ترین کارنامہ سرانجام دینے پر دنیا کا عظیم ترین اعزاز "نوبل پرائز" دیا گیا۔ اس طرح حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی جس میں آپ فرماتے ہیں۔

"میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے" (تجلیات الٰہیہ)

۵۲ آخری غیر ملکی دورہ

از ۲۶ر جون ۱۹۸۰ء تا ۲۶ر اکتوبر ۱۹۸۰ء

مغربی جرمنی ۲۹ جون تا ۱۱ر جولائی۔

۱۲ تا ۱۷ر جولائی سوئٹزرلینڈ:۔

۱۱ر جولائی آسٹریا کے جنوبی علاقوں کا دورہ

۱۹ر تا ۲۲ر جولائی ہالینڈ:۔

۲۲ تا ۲۸ر " ڈنمارک

۲۸ تا ۳۱ر " سویڈن

۳۱ جولائی تا ۴ر اگست ناروے اس دوران اوسلو کی "مسجد نور" کا افتتاح فرمایا

۴ تا ۷ر اگست ہالینڈ

۷ تا ۱۷ر اگست انگلستان

۱۸ر اگست تا ۲۴ر اگست نائیجیریا۔

۲۴ تا ۳۰ر اگست۔ غانا۔

۴ تا ۱۱ر ستمبر کینیڈا۔

۱۱ تا ۲۳ ستمبر امریکہ

۲۳ر ستمبر انگلستان۔

۵۳ ۹ر اکتوبر ۱۹۸۰ء سپین کی مسجد کا سنگِ بنیاد

۷۴۴ سال بعد پیدرو آباد سپین میں پہلی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔

لنڈن روانگی ۱۱ر اکتوبر واپسی ربوہ۔

۲۶ر اکتوبر کو تین براعظموں کے تیرہ ممالک کا پورے چار ماہ تک انقلاب آفریں دورہ فرمانے کے بعد واپس تشریف لائے۔

اسپین کے عظیم بزرگ صوفی کامل مجدد اسلام حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رح کی تقریباً چھ صدیاں قبل کی تعجب انگیز پیشگوئی کہ اسپین پر عیسائیوں کے قبضہ کے بعد دوبارہ اس کی فتح مہدی موعود کے زمانہ میں ہوگی۔ اور جب اسپین کے لوگ امام مہدی سے مدد کے طالب ہوں گے اس وقت "مہدی کے لشکر کی قیادت اس شخص کے ہاتھ میں ہوگی جو امام الزماں کا نائب جس کا ستارہ قسمت روشن اور جو ناصر دین اسلام حقیقتاً خدا کا ولی ہوگا"

(مختصر تذکرہ۔ قرطبہ صفحہ ۱۳)

۵۴ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف احمدی آرکیٹکٹس اینڈ انجینئرز کے پہلے کنونشن

کے موقع پر ایوان محمود میں حضور نے ایمان افروز خطاب فرمایا۔

۸ اور ۹ نومبر کو حضور نے مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع پر تین ایمان افروز خطاب فرمائے اور بتایا کہ چودھویں صدی کی کیا اہمیت ہے اور پندرھویں صدی میں کیا ہونے والا ہے۔

۵۴ ۱۰ر نومبر ۱۹۸۰ء حضور نے ایوان محمود میں تشریف لا کر احمدیہ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن پاکستان

کے پہلے سالانہ کنونشن سے خطاب فرمایا اور شام کے وقت طلباء کی طرف سے ترتیب دیئے گئے ایک استقبالیہ میں شرکت فرمائی۔

۵۵ ۳ر دسمبر ۱۹۸۱ء وفات سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رح

۴ر دسمبر تدفین حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ

۵۵ وَسِّعْ مَکَانَکَ

مورخہ ۲۵ر اپریل ۱۹۸۱ء کو حضور نے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی نئی دو منزلہ عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا اور کچھ عرصہ بعد دارالسلام النصرت کی دو منزلہ عمارت کی بنیاد رکھی۔ یہ دونوں عظیم الشان عمارت تعمیر کے آخری مراحل میں ہیں۔

۵۶ ۲۶ر دسمبر ۱۹۸۱ء احمدیہ بک ڈپو کا افتتاح

فرمایا تاکہ احبابِ جماعت کو تمام ضروری کتب ایک جگہ پر اور مقررہ نرخ پر دستیاب ہو سکیں۔

۵۶ ۲۷ر دسمبر ۱۹۸۱ ستارۂ احمدیت

جلسہ سالانہ کے موقع پر حضور نے دوسرے روز اپنے خطاب کے دوران جماعت کو ستارۂ احمدیت کا خصوصی اعزاز عطاء فرمایا

۵۷۔ سنگِ بنیاد دفتر جوبلی

۲۳ر مارچ ۱۹۸۲ء کو حضور نے صد سالہ احمدیہ جوبلی سکیم کے دفتر کا سنگِ بنیاد رکھا۔

۵۸ حضور کا عقدِ ثانی ۱۱ر اپریل ۱۹۸۲ء

حضور کا عقدِ ثانی محترمہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ بنت محترم خان عبدالمجید خانصاحب کے ساتھ قرار پایا۔ نکاح کا اعلان خود حضور نے بعد نماز عصر فرمایا۔ اعلانِ نکاح کے بعد حضور اپنے ہمراہ سات مرد اور تین خواتین کی بارات لے کر خان عبدالمجید خانصاحب کے مکان واقع دارالنصر غربی تشریف لائے اور نماز مغرب کے قریب دلہن کے ہمراہ واپس قصرِ خلافت تشریف لائے۔ طرفین کے کل مدعوئین کی تعداد تیس ۳۰ سے متجاوز نہ تھی۔ ۱۲ر اپریل کو حضور کی طرف سے دعوتِ ولیمہ کا اہتمام فرمایا گیا جس میں اندازاً اڑھائی (۲۵۰) صد احباب نے شرکت فرمائی۔ اس میں ربوہ کے ہر محلہ سے غرباء کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔

۵۹۔ آخری خطاب عام

۶ر مئی حضور نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی پندرہ روزہ تربیتی کلاس سے افتتاحی خطاب فرمایا یہی جماعتی تنظیم سے حضور کا آخری خطاب تھا۔

۶۰۔ آخری خطبہ جمعہ

۲۱ر مئی حضور نے ربوہ میں آخری خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اور ۲۳ر مئی کو حضور اسلام آباد تشریف لے گئے

۶۱ حضور کی علالت اور انتقالِ پُرملال

اسلام آباد قیام کے دوران مورخہ ۲۶ر مئی کو حضور کی طبیعت خراب ہوگئی۔ علاج معالجہ سے حضور کو افاقہ ہوگیا۔ لیکن ۳۱ر مئی کو اچانک طبیعت خراب ہوگئی۔ ڈاکٹری معائنہ سے معلوم ہوا کہ دل پر حملہ ہوا ہے علاج کے باوجود حالت خراب ہوگئی۔ ۸ر جون کو رات بارہ بجے دل کا شدید حملہ ہوا اور ۸، ۹ر جون منگل اور بدھ کی درمیانی رات پونے ایک بجے "بیت الفضل" اسلام آباد میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث وفات پا گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

وفات کے وقت حضور کی عمر تقریباً ۷۳ برس تھی۔

۹ر جون کو حضور کا جسدِ اطہر اسلام آباد سے ربوہ لایا گیا۔ اور ۱۰ر جون کو آپ کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ نماز جنازہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بہشتی مقبرہ میں پڑھائی۔ نمازِ جنازہ اور تدفین میں پاکستان اور متعدد دوسرے ممالک سے آئے ہوئے تقریباً ایک لاکھ افراد نے شرکت فرمائی

اولاد

حضور نے تین لڑکے اور دو لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔

صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب، صاحبزادی امۃ الشکور بیگم صاحبہ، صاحبزادی امۃ الحلیم بیگم صاحبہ۔

بلند پایہ لٹریچر

حضور کی بصیرت افروز خطابات اور تقاریر پر مشتمل چھتیس ۳۶ مطبوعات شائع ہو چکی ہیں یہ تقریباً ۱۹۹۰ صفحات پر محیط ہیں۔

اکثر و بیشتر آفسٹ طباعت کا شاہکار ہے حضور کی بعض مقبولِ عام مطبوعات کے تراجم سواحیلی۔ تامل۔ انگریزی۔ ڈینش، فرنچ، سپینش۔ انڈونیشین، فجی کی زبانوں میں ہو چکے ہیں:۔

حرفِ آخر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی ۷۳ سالہ زندگی بے شمار اہم واقعات الٰہی بشارات اور خوشخبریوں سے بھرپور ہے جن کو اس ایسے مختصر سے مضمون میں سمو دینا قطعی طور پر ناممکن ہے حضور کی سوانح کا ایک نہایت ہی مختصر اور وہ بھی اجمالی خاکہ پیش کیا جا سکا ہے۔

میں اس مضمون کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ان الفاظ پر ختم کرتا ہوں "اے جانے والے تجھے تیرا پاک عہدِ خلافت مبارک ہو کہ تو نے اپنے امام و مطاع مسیح کی امانت کو خوب نبھایا اور خلافت کی بنیادوں کو ایسی آہنی سلاخوں سے باندھ دیا کہ پھر کوئی طاقت اسے اپنی جگہ سے ہلا نہ سکی جا اور اپنے آقا کے ہاتھوں سے مبارک باد کا تحفہ لے اور رضوانِ یار کا ہار پہن کر جنت میں ابدی بسیرا کر اور اے آنے والے تجھے بھی مبارک ہو کہ تو نے سیاہ بادلوں کی دل ہلا دینے والی گرجوں میں مسندِ خلافت پہ قدم رکھا اور قدم رکھتے ہی رحمت کی بارشیں برسا دیں تو ہزاروں کانپتے ہوئے دلوں سے ہو کر تختِ امامت کی طرف آیا اور پھر صرف ایک ہاتھ کی جنبش سے ان تھراتے ہوئے سینوں کو سکینت بخش دی آ اور ایک شکور جماعت کی ہزاروں دعاؤں اور تمناؤں کے ساتھ ان کی سرداری کے تاج کو قبول کر تو ہمارے پہلو سے اٹھا ہے مگر بہت دور سے آیا ہے آ اور ایک قریب رہنے والے کی محبت اور دور سے آنے والے کے اکرام کا نظارہ دیکھ" (سلسلہ احمدیہ مطبوعہ ۱۹۲۹ء)

امریکہ یہ منصوبہ بناتا تو دو سال میں پورا نہ کرسکتا

نصرت جہاں

ایک الٰہی تحریک اور اسکے شیریں ثمرات

مکرم اللہ بخش صاحب صادق ۔ سیکرٹری نصرت جہاں ۔ ربوہ

خدا تعالیٰ نے امّتِ محمدیہ کو یہ اعزاز اور شرف عطا فرمایا ہے کہ یہ امت تمام بنی نوع انسان کی خدمت کرنے والی ہے اور اسی میں ہی اس کے خیر امت ہونے کا راز مضمر ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

کنتم خیر امۃٍ اخرجت للنّاس

تم خیر امت ہو کیونکہ تمہیں لوگوں کے فائدہ اور خدمت کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

اس پاک اور بزرگ مذہب اسلام کے بانی ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر مخلوقِ خدا کی خدمت کی۔ آپؐ نے ہمیشہ بیواؤں، یتیموں۔ محتاجوں بیماروں اور بے کسوں کو سہارا دیا اور ہر ایک کی خدمت مادرِ مہربان کی طرح کی۔ اور آپؐ کا یہ اسوہ قرآنی ارشاد کے مطابق ہر مسلمان کے لئے اپنانا ضروری ہے:۔

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ

اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس ۔۔۔۔ کو مامور فرمایا اور اسلام کی شانِ خدمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے زندہ کرنے کے پھر سے سامان پیدا فرمائے۔ آپ فرماتے ہیں:۔
"مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است"

آپ نے جماعت احمدیہ میں داخل ہونے والے ہر فرد کے لئے ایک شرط یہ مقرر فرمائی کہ وہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا"

پس جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ابتداء سے ہی اپنی استطاعت کے مطابق مخلوقِ خدا کی خدمت اور خیر خواہی میں مصروف چلی آرہی ہے اس کے افراد بھی اور اجتماعی طور پر جماعت بھی۔ جماعت احمدیہ کے قیام پر جوں جوں وقت گزرتا گیا انسانی ہمدردی کا یہ چشمہ وسعتیں اختیار کرتا گیا۔ وہ قومیں جنہیں دنیا نے نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور ہر جہت سے نظر انداز کر دیا بلکہ انسانی شرف بھی ان سے چھین لیا گیا تھا انہیں جماعت احمدیہ سے پیار اور محبت اور خدمت کا پیغام پہلے ملا۔ صحیح ہے جہاں مرض ہوتا ہے وہاں ہی طبیب کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی سیّدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی افریقی قوم دنیا کے انسانیت سوز سلوک کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔ اس محروم اور دنیا کی ٹھکرائی ہوئی قوم کی خدمت اور مدد کے لئے جماعت احمدیہ قرآنی ہدایت کے مطابق پہنچی۔ چنانچہ اس کی پسماندگی اور پستی دور کرنے کے لئے جماعت احمدیہ نے ان ملکوں میں تعلیمی درسگاہوں کا پروگرام شروع کیا اور دکھوں اور بیماریوں میں مبتلا انسانوں کی خدمت کے لئے طبی ادارے قائم کئے۔

مغربی افریقہ میں اس کام کی ابتداء سیّدنا حضرت مصلح موعود کے وقت میں ہوئی اور اس پروگرام میں حیرت انگیز توسیع سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے عہدِ مبارک میں ہوئی گویا خدمت اور محبت کا یہ چشمہ پہلے دریا بنا اور پھر سمندر کی شکل اختیار کر گیا۔

۱۹۷۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ مغربی افریقہ کے دورہ پر تشریف لے گئے آپ گیمبیا میں مقیم تھے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے دل میں زبردست تحریک پیدا فرمائی۔ چنانچہ حضور اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"گیمبیا میں ایک دن اللہ تعالیٰ نے بڑی شدّت سے میرے دل میں یہ ڈالا کہ تم کم از کم ایک لاکھ پونڈ ان ملکوں میں خرچ کرو اور اس میں اللہ تعالیٰ بہت برکت ڈالے گا۔"

(الفضل ۲۰ جون ۱۹۷۰ء)

مغربی افریقہ سے واپس پاکستان تشریف لاتے ہوئے مسجد فضل لنڈن میں خطبہ جمعہ کے دوران حضور پُرنور نے "نصرت جہاں ریزرو فنڈ" کا اعلان فرمایا اور جماعت کو اس کی ذمہ داریوں اور دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"مجھے یہ فکر نہیں کہ یہ رقم کہاں سے آئے گی، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ خرچ کیا جائے تو انشاء اللہ ضرور دے گا۔ یہ رقم مجھے ملے گی مجھے کوئی فکر نہیں۔ مزید برآں مجھے کام کرنے کے لئے فوری طور پر تیس ڈاکٹروں کی ضرورت ہے اور اساتذہ اس کے علاوہ ہیں یہ بھی مجھے فکر نہیں کہ رضا کار واقف ملیں گے یا نہیں۔ ملیں گے یہ تو اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے کہ یہاں کام کیا جائے جس چیز کی مجھے فکر ہے اور آپ کو بھی ہونی چاہیئے وہ یہ ہے کہ محض خدا کے حضور مالی قربانی پیش کر دینا کوئی چیز نہیں جب تک وہ مقبول نہ ہو۔ اس واسطے آپ بھی دعا کریں اور مَیں بھی کروں گا کہ یہ سعیٔ مشکور ہو خدا تعالیٰ اس حقیر سی قربانی کو قبول فرمائے۔

(الفضل ۱۵ اپریل ۱۹۷۲ء)

اس الٰہی تحریک میں بنی نوع انسان کی ہمدردی اور محبت کا پیغام تھا۔ حضور پُرنور نے اس تحریک کا نام رکھا "نصرت جہاں آگے بڑھو" جس کا مطلب ہے کہ اے فخرِ انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند امام مہدی کی جماعت! تم تمام جہان کی خدمت کے لئے آگے بڑھو۔

خدا تعالیٰ کے مامور کی تربیت یافتہ اس پیاری جماعت سے اس کے امام نے ایک لاکھ پاؤنڈ مغربی افریقہ میں خرچ کرنے کے لئے مانگا اور دنیا بھر کے احمدیوں نے دو لاکھ پاؤنڈ سے زائد رقم اپنے امام کے قدموں میں رکھدی اس جماعت نے تو قربانی کے میدان میں بس ایک ہی سبق سیکھا ہے۔ ع

جان و مال و آبرو حاضر ہیں تیری راہ میں

جماعت کے دوستوں نے کس اخلاص اور کس جذبہ سے نصرت جہاں سکیم کے لئے چندہ دیا اس کی ایک مثال سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں عرض ہے

مَیں نے اس ریزرو فنڈ کے وعدہ جات کے سلسلہ میں احباب کو ایک بار یاددہانی کرائی تھی جس کے جواب میں ابھی چار پانچ دن ہوئے لنڈن سے ایک احمدی دوست کا خط آیا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ میں نے کچھ رقم اپنی شادی کے لئے جمع کی ہوئی ہے اب آپ کا خط مجھے ملا ہے اور میں نے یہ رقم نصرت جہاں ریزرو فنڈ میں دے دی ہے اور اپنی شادی ملتوی کر دی ہے۔ پس اس قسم کی قربانیاں دینے والے لوگوں کے چندہ سے نصرت جہاں ریزرو فنڈ بنا ہے"

اسی تاریخ ساز دورہ کے دوران حضور نے فرمایا کہ:
"ہم نائیجیریا۔ غانا۔ سیرالیون اور گیمبیا میں پانچ سات سال کے اندر اندر چار چار ہسپتال یا کلینک بنا دیں گے اور اتنے ہی ہائر سیکنڈری سکولز کھولیں گے"

(بحوالہ الفضل ۱۷ ستمبر ۱۹۷۵ء)

حضور نے مغربی افریقہ کا یہ عظیم تاریخی دورہ ۱۱ اپریل ۱۹۷۰ء کو شروع فرمایا اور ۱۴ مئی کو حضور وہاں سے یورپ پہنچے اور یورپ کا دورہ ختم کرنے کے بعد ۸ جون ۱۹۷۰ء کو مرکز سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ واپس تشریف لائے۔

خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے نصرت جہاں کے پروگرام میں غیر معمولی کامیابی کے سامان پیدا فرمائے حضور پرنور کے مرکز تشریف لانے پر ابھی چھ ماہ پورے نہ ہوئے تھے کہ نصرت جہاں کا پہلا شیریں ثمر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اور ستمبر ۱۹۷۰ء میں نصرت جہاں اکیڈمی کا قیام

عمل میں آگیا پھر یکم نومبر ۱۹۷۰ء کو غانا میں کوکوفو کے مقام پر پہلا ہسپتال قائم ہوگیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ گویا پہلے سکول اور پہلے ہسپتال کا اعزاز اہلِ غانا کے حصہ میں آیا۔ دسمبر ۱۹۷۲ء تک جب اس سکیم کو جاری ہوئے ابھی صرف دو سال کا عرصہ ہوا تھا کہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے مغربی افریقہ میں ۱۴ ہسپتال اور ۹ ہائر سیکنڈری سکول قائم ہو گئے۔ یہ کامیابی اتنی عظیم تھی کہ اپنوں اور غیروں سب نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

نصرت جہاں کی سکیم ۱۹۷۰ء میں مَیں نے جاری کی تھی۔ اور جلسہ سالانہ پر اس کا اعلان کیا تھا۔ اس وقت اپنے حالات کو دیکھ کر جماعت کے حالات کو دیکھ کر یہ خیال تھا کہ سات سال میں یا بہت ہی جلدی کر سکے تو پانچ سال میں مَیں اپنا وعدہ پورا کر سکوں گا۔ میں نے دعائیں کیں جماعت نے دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے۔ وہ منصوبہ جس کے متعلق ہمارے اندازے تھے کہ وہ سات سال میں مکمل ہوگا خدا تعالیٰ کے فضل سے ڈیڑھ دو سال میں وہ مکمل ہو گیا اور اس کا بڑا اثر ہؤا۔

ایک امریکن مجھے غانا میں ملے وہ وہاں سے قبائلی (CUSTOMS) ان کی روایات اور رہن سہن کے طریقوں پر P-H کے لئے اپنا مقالہ لکھ رہے تھے۔ وہ ڈیڑھ سال کے بعد یہاں آئے ریسرچ کرتے ہوئے پھر رہے تھے، یہاں بھی آ گئے۔ وہ کہنے لگے کہ میں صرف یہ دیکھنے کے لئے آیا ہوں کہ یہ جماعت کس چیز سے بنی ہوئی ہے۔ مجھ سے تو بات نہیں کی لیکن بعض دوستوں سے انہوں نے کہا کہ اگر امریکہ یہ وعدہ کرتا تو ڈیڑھ دو سال میں وہ اپنا یہ وعدہ پورا نہ کر سکتا لیکن جماعت احمدیہ نے اسے پورا کر دیا۔ بات یہ ہے کہ ہم اس مٹی سے بنے ہوئے ہیں جو دنیا کی نگاہ میں حقیر ہے لیکن خدا کے ہاتھ میں اس کا آلہ بن چکی ہے۔ خدا تعالیٰ فضل کرتا ہے اور کامیابیاں عطا کرتا ہے ورنہ ہم کیا اور ہماری بساط کیا اور ہمارے مال کیا اور ہماری عقلیں اور فراست کیا۔ نتیجہ اور تدبیر اور کوشش کا آپس میں کوئی مقابلہ نہیں ہے۔"

(الفضل ۱۳۔ دسمبر ۱۹۷۵ء)

خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے نصرت جہاں سکیم کو مقبول بنایا اور اسے برکتوں سے نوازتے ہوئے نصرت جہاں کے ڈاکٹروں کے ہاتھ میں شفا عطا فرمائی اور اس کا اس قدر شہرہ مغربی افریقہ کے ملکوں میں ہؤا کہ وہاں لوگ کہنے لگے کہ شفا صرف احمدیہ ہسپتالوں سے مل سکتی ہے۔ چنانچہ نہ صرف ہسپتالوں کے قرب و جوار اور ملک کے دیگر علاقوں سے لوگ ان ہسپتالوں میں کھنچے چلے آتے ہیں بلکہ احمدیہ ہسپتالوں کی شفا کی شہرت کا سن کر ہمسایہ ملکوں سے بھی مریض ان ہسپتالوں میں آ رہے ہیں یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہمارے احمدیہ ہسپتال اس بارہ سال (نومبر ۱۹۷۰ء تا جون ۱۹۸۲ء) کے عرصے میں تیس لاکھ سے زائد بلالی بھائیوں کی خدمت کر چکے ہیں۔

تعلیمی اداروں میں بھی خدا تعالیٰ نے غیر معمولی برکت کے سامان پیدا فرمائے۔ یہ ادارے ہر ملک میں روشنی کے مینار بن کر لوگوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کا موجب بنے اور بن رہے ہیں وہاں کے لوگ فخر سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے احمدیہ سکول سے تعلیم حاصل کی ہے ان سکولوں سے فارغ التحصیل طلباء آج اپنے اپنے ملکوں میں اہم عہدوں پر فائز ہیں اور خدمات بجالا رہے ہیں۔

اس وقت مغربی افریقہ میں جماعت احمدیہ کے ۲۷ ہسپتال کام کر رہے ہیں اور ۳۵ سیکنڈری سکول اور سو سے زائد پرائمری اور مڈل سکول مصروفِ خدمت ہیں۔

آیئے اب مغربی افریقہ کے ممالک میں نصرت جہاں کے شیریں ثمرات کا ایک جائزہ لیتے ہیں۔

غانا: غانا کو یہ سعادت حاصل ہے کہ مجلس نصرت جہاں کا سب سے پہلا ہسپتال اور پہلا سکول اسی ملک میں قائم ہؤا۔ اس وقت غانا میں خدا کے فضل سے چار ہسپتال کام کر رہے ہیں اور ایک نئے ہسپتال کے کھولنے کی منظوری دی جا چکی ہے اس کے لئے ابتدائی انتظامات ہو رہے ہیں۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اس ہسپتال کے لئے جو ڈاکٹر منتخب ہوئے ہیں وہ غانین احمدی ڈاکٹر ہیں۔

اس ملک میں نصرت جہاں کے چھ سیکنڈری سکول ہیں ان سکولوں کے معیار کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے ایک سکول نصرت جہاں اکیڈیمی وا کا معائنہ اس سال حکومت کی ایک ٹیم نے کیا۔ وہ سکول کے کام سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اسے ٹیچر ٹریننگ سنٹر کا درجہ دے دیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

نصرت جہاں کے ان اداروں کی شاندار خدمت اور کامیابیوں سے متاثر ہو کر غانا کے صدر نے فرمایا:-

"جماعت احمدیہ اہلِ غانا کی جو خدمات بجا لا رہی ہے حکومت اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔ اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم جماعت احمدیہ کے بے حد ممنون ہیں کہ اس نے اس ملک کی تعمیر و ترقی میں شریک ہو کر اہم کردار ادا کرنا ضروری سمجھا"

(رسالہ گائیڈنس نومبر ۱۹۷۱ء)

سیرالیون: سیرالیون میں پہلا ہسپتال ۵۔ جون ۱۹۷۱ء کو کھولا گیا۔ دوسرا ۱۲۔ جولائی ۱۹۷۱ء کو اور تیسرا ۲۰۔ جولائی ۱۹۷۱ء کو۔ اس وقت نصرت جہاں کے تحت اِس ملک میں ۴ ہسپتال اور ۶ ہائر سیکنڈری سکول کام کر رہے ہیں کبالہ کے نزدیک ایک نئے ہائر سیکنڈری سکول کی منظوری سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حال ہی میں عطا فرمائی۔ تحریک جدید کے سات سیکنڈری سکول ان کے علاوہ ہیں۔ ان خدمات کو دیکھ کر سیرالیون کے مسلمانوں کی سب سے بڑی اور با اثر تنظیم سیرالیون مسلم کانگریس کے صدر اور ملک کے وزیرِ مملکت جناب مصطفیٰ سنوسی صاحب نے فرمایا:-

"مَیں ہمیشہ احمدیت کا مدّاح اور خیر خواہ رہا ہوں بعض لوگ میری اس عقیدت اور محبّت کو پسند نہیں کرتے مَیں انہیں بتاتا ہوں۔ کہ احمدیت ایک سچائی ہے اور سچائی کے لئے دن رات ہماری بے لوث خدمت کر رہی ہے ۱۲ سیکنڈری سکول اور ۵۰ پرائمری سکول چلانا معمولی بات نہیں یہ کام صرف اخلاص، جذبہ اور نیک نیتی جیسی خوبیوں سے آراستہ لوگ ہی سرانجام دے سکتے ہیں"

(الفضل ۱۹ اپریل ۱۹۸۰ء)

نیز فرمایا:-

"رطب کے میدان میں جماعت احمدیہ کی خدمات آبِ زر سے لکھی جانی چاہیئں"

نائیجیریا: نائیجیریا میں چھ ہسپتال اور دس ہائر سیکنڈری سکول خدا کے فضل سے قائم ہو چکے ہیں بعض مزید علاقوں کی طرف سے وہاں ہسپتال اور سکول کھولنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

نائیجیریا میں جماعت کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے نائیجیریا کے صدر شیخو شغاری نے فرمایا:-

"یہ امر میرے لئے باعثِ سکون ہے کہ جماعت احمدیہ تبلیغِ اسلام، سکولوں اور ہسپتالوں کے قیام میں بدستور بڑے عزم و ثبات کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے اس جہت میں جماعت کی مساعی انتہائی قابلِ تعریف اور دوسری رضاکار تنظیموں کے لئے باعثِ تقلید ہیں جس پر جماعت احمدیہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے"

(الفضل ۳ مارچ ۱۹۸۰ء)

گیمبیا: گیمبیا وہ خوش نصیب ملک ہے جہاں خدا تعالیٰ نے نصرت جہاں سکیم جاری کرنے کے لئے القاء فرمایا اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اپریل ۱۹۷۱ء سے ستمبر ۱۹۷۱ء تک یہاں چار ہسپتالوں کا قیام عمل میں آ چکا ہے امسال ایک نیا عظیم الشان ہسپتال بانجل کے نواح میں TALINDING KUNJANG کے مقام پر بنایا گیا ہے جس کا افتتاح صدر جناب داؤدا جوارا نے ۲۳ مارچ ۱۹۸۲ء کو فرمایا ہے۔

افتتاح کی اس تقریب میں گیمبیا کے وزراء، غیر ملکی سفراء اور ملک کی دیگر اہم شخصیات نے شرکت فرمائی۔

یہاں پر تین سیکنڈری سکول تحریک جدید کے ماتحت کام کر رہے ہیں اور صدرِ مملکت نے ان کے معیار کو سراہتے ہوئے اسے دوسروں کے لئے قابلِ تقلید قرار دیا ہے۔

لائبیریا: ہسپتال کھولنے کی کارروائی ہو رہی ہے ڈاکٹرز پہنچ چکے ہیں یہاں پر ایک سیکنڈری سکول کام کر رہا ہے

آئیوری کوسٹ: آبی جان میں ہسپتال کھولنے کے لئے حکومت سے منظوری حاصل کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

مغربی افریقہ میں نصرت جہاں سکیم کے درج ذیل خوش نصیب ادارے ایسے ہیں جنہیں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ علیہ کے دورہ ۱۹۸۰ء کے دوران حضور کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہؤا۔

غانا: ہسپتال:- اسکورے کوکوفو۔ سکول:- اسارچر۔ پوٹسن اسکورے۔

نائیجیریا: ہسپتال:- اموسان اجیبواوڈے۔

ترپن لاکھ روپے سے جو سکیم ۱۹۷۱ء میں شروع ہوئی تھی ۱۹۸۲ء تک اس کے ماتحت ۱۸ ہسپتال اور ۲۳ سکول کام کر رہے ہیں اور ان اداروں کا صرف ایک سال کا بجٹ خدا تعالیٰ کے فضل سے چار کروڑ روپے سے تجاوز کر چکا ہے ہسپتالوں اور سکولوں کی کروڑوں روپوں کی عظیم الشان عمارتیں اسکے علاوہ ہیں۔ یہ تو ظاہری سرمایہ میں برکت ہے ورنہ اصل دولت تو وہ لاکھوں افریقی بھائی ہیں جن کی بیماری اور تکلیف میں ہمارے مخلص اور فدائی ڈاکٹروں نے خدمت کی توفیق پائی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ پھر ہمارے واقفین اساتذہ کی وہ انتھک محنت ہے جو وہ افریقہ کے جنگل (BUSH) کے علاقہ میں بجالا رہے اور اہلِ افریقہ کو علم کے نور سے منوّر کر رہے ہیں اس عظیم کامیابی کے بارہ میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

"نصرت جہاں سکیم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی عظیم الشان کامیابی عطا کی ہے کہ ساری دنیا کے دماغ مل کر بھی اس کا تصوّر نہیں کر سکتے"

(تقریر جلسہ سالانہ ۲۷۔ دسمبر ۱۹۸۰ء)

مجلس نصرت جہاں کی اہمیت اس امر

(باقی صفحہ ۳۴ پر)

"رُخصت ہُوا"

از محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ بنت محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ، ربوہ :

آنکھ جس کی یاد میں ہے خونچکاں رخصت ہُوا
نَافِلَۃً لَّکَ کی تابندہ لبشارت کا ثبوت
مسجدِ اسپین اس کی منتظر ہی رہ گئی ،
کچھ نئی راہوں کا بھی ہم کو پتہ بتلا گیا
حوصلہ ایسا کہ انساں دیکھ کر حیران ہو
جس کے آگے چپ ہوئے سب عالمانِ ذی وقار
لَآ اِلٰہ کا وِرد برلب ، دعوتِ حق بَر زباں
حسن ، احساں ، پیار ، شفقت یاد کیا کیا آئیں گے
جس کا چہرہ دیکھ کر تسکین پاجاتے تھے دِل
جس کو ملتے ہی مہک اٹھتے امیدوں کے چمن !
سب کی تکلیفوں کو سُن کے حوصلے دیتا رہا
کرب کے دریا میں غوطہ زن رہا اس کا وجود
زخم جو دل پہ لگے وہ ہنستے ہنستے سہہ گیا
سنگ و ابریشم کی یکجائی سے تھا اس کا خمیر
کر گیا تحریر ہر دل پہ وہ کچھ انمٹ نقوش
اپنے رب کی ہر رضا پہ جو سدا راضی رہا
آخرِ دم تک بھی چہرے پہ رہا اُس کے سکوں
مسکرانے کی صدا ، تلقین جو کرتا رہا
ابتدائے شب میں ہی میخانہ ویراں ہو گیا
گرد جس کے کھینچ رکھا تھا حفاظت کا حصار
یہ ہماری ہے تو پھر جو اس کی حالت ہو سو ہو
وقت تھوڑا ہی سہی لیکن قیامت کا تھا وقت
بے بسی سی ہو گئی غم بھی ٹھٹھر کر رہ گیا
شکر لِلّٰہ کہ کڑے لمحوں کی سختی مٹ گئی
پھر خدا کے فضل سے اک سائباں حاصل ہوا
یاد پھر رہ رہ کے اس کی دِل کو تڑپانے لگی
اس کے جانے سے پرانے زخم بھی رِسنے لگے
ہے خوشی اس کارواں کو رہنما پھر مل گیا ،

جس کے غم میں دل سے اٹھتا ہے دھواں رخصت ہُوا
وہ مسیحِ پاک کا زندہ نشاں رخصت ہُوا
ناصرِ دینِ خدا سوئے جِناں رخصت ہُوا
ثبت کر کے اپنے قدموں کے نشاں رخصت ہُوا
صبر و ہمت کا وہ اک کوہِ گراں رخصت ہُوا
اہلِ علم و اہلِ دانش ، نکتہ داں رخصت ہُوا ،
جس کے ہر فقرے میں تھا رنگِ اذان رخصت ہُوا
وہ شہِ خوباں ، نگارِ دلبراں رخصت ہوا
زندہ دل ، روشن جبیں ، شیریں دہاں رخصت ہوا
وہ توکّل اور غِنا کا ترجماں رخصت ہوا
مونس و غمخوار سب کا راز داں رخصت ہوا
غم مگر جس کا نہ ہو پایا عیاں رخصت ہُوا
صاحبِ خندہ جبیں ، خندہ لباں رخصت ہُوا
نرم فطرت ، نرم خُو پہ سخت جاں رخصت ہوا
دے کے اہلِ عشق کو سوزِ تپاں رخصت ہوا
خوش دلی سے ہمرکابِ قدسیاں رخصت ہوا
وہ بہ ایں اندازِ تسکینِ دِاماں رخصت ہوا
چھوڑ کے آنکھوں میں اب سیلِ رواں رخصت ہوا
رند غافل ہی رہے پیرِ مغاں رخصت ہوا
چھوڑ کے کیسے اسے تنہا یہاں رخصت ہوا
اس کی نظروں میں تو گویا کُل جہاں رخصت ہوا
جب زمیں قدموں سے ، سر سے آسماں رخصت ہوا
اُس گھڑی تو دل سے احساسِ زیاں رخصت ہوا
فضلِ ربّی سے وہ ہنگامِ گراں رخصت ہوا
لوگ تو سمجھے تھے سر سے سائباں رخصت ہوا
وہ مرا محبوب آقا اب کہاں ، رخصت ہوا
کر کے تازہ پھر سے یادِ رفتگاں رخصت ہوا
غم مگر ہے وہ امیرِ کارواں رخصت ہوا

"یا الٰہی کیا کروں دل حوصلہ پاتا نہیں
جس کو نظریں ڈھونڈتی ہیں وہ نظر آتا نہیں"

~*~

اسلام کے عالمگیر غلبہ کا عظیم الشان پروگرام

صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ

مکرم شیخ مبارک احمد صاحب
اسسٹنٹ سیکرٹری
صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ
ربوہ

قرآن مجید۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور بزرگان امت کی وحی اور رؤیا و کشوف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ :۔
آیتِ قرآنی :۔

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

(الصف آیت ۱۰)

میں دینِ حق کے جس عالمگیر غلبہ کی پیشگوئی کی گئی ہے اسکا کامل طور غلبہ حضرت مہدی معہود اور مسیح موعود ظہور کے زمانہ میں ہوگا۔ حضرت اقدس .... نے غلبۂ اسلام کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا۔

" سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کیساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے "

(فتح اسلام صا)

" اگر کوئی مرکر واپس آسکتا تو وہ دو تین صدیوں کے بعد دیکھ لیتا کہ ساری دنیا احمدی قوم سے اس طرح پر ہے جس طرح سمندر قطرات سے پُر ہوتا ہے "

(رسالہ تشحیذ الاذہان جلد نمبر ۸ نمبر ۱ صد ۳۹)

پندرھویں صدی اور غلبۂ اسلام

غلبۂ اسلام کی وہ صدی جو جماعت احمدیہ کی دوسری صدی ہے اور ہجری کیلنڈر کے لحاظ سے پندرہویں صدی ہے اس میں انشاء اللہ تعالیٰ وہ تمام وعدے اپنی شان کے ساتھ پورے ہونے والے ہیں جن کا تعلق غلبہ اسلام سے ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس صدی کو اپنی روحانی نگاہ سے یوں دیکھا ہے :۔

" خود پجاری کے ہاتھ سے بتوں کو توڑ دیا جائے گا اور وہ کروڑوں سینے جن میں شرک کی ظلمات بھری ہوئی ہیں وہ شرک سے خالی ہو کر خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بھر جائیں گے .... مُردوں کی پرستش کرنے والے، قبروں پر سجدہ کرنے والے قبروں پر جاتے تو رہیں گے مگر لینے کے لئے نہیں دینے کے لئے جائیں گے، مانگنے کے لئے نہیں دعائیں کرنے کے لئے جائیں گے .... پیروں کی پرستش کرنے والوں اور انسانوں کو خدا بنانے والوں کا زمانہ پندرھویں صدی میں ختم ہو جائے گا۔ تثلیث نے جس شدت سے ہماری فضا کو تثلیث تثلیث کی صوتی لہروں سے معمور کیا تھا اس سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ احد احد کی آواز گونجنے لگے گی .... طاقتور قوموں میں سے وہ قومیں بھی ہیں جو اس امید پر زندگی گزار رہی ہیں کہ اس دنیا سے خدا کے نام اور آسمانوں سے اس کے وجود کو مٹا دیں۔ خدا تعالیٰ پندرہویں صدی میں ایسی طاقتوں کی ذہنیت کو مٹا دے گا۔ فرقہ وارانہ تفریق مٹا دی جائے گی اور اسلام کی ایک سچی اور کامل صورت جن لوگوں کے پاس ہے ان کے جھنڈے تلے تمام فرقے جمع ہو جائیں گے ..... کوئی بڑا اور کوئی چھوٹا نہیں رہے گا۔ سارے ہی ایک سطح پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے ساتھ چمٹے ہوئے ہوں گے .... تکبر کا سر توڑ دیا جائے گا۔ عاجزی انکساری اور باہمی اخوت و پیار اس کی جگہ لے لے گا۔ لڑائیاں جھگڑے عداوتیں اور رنجشیں دفن کر دی جائیں گی اور امت مسلمہ پھر سے ایک ایسی بنیان مرصوص بن جائے گی کہ اس پر شیطان کا وار ناکام ہو جائے گا.... صرف اور صرف ایک اسوہ ہوں گے ہمارے لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف ایک مفسر اسوۂ رسول ہوگا۔ مہدی ہمارا (علیہ السلام) اور ساری دنیا امت واحدہ بن جائے گی جیسا کہ قرآن کریم نے وعدہ فرمایا ہے۔ قرآن کریم کی عظمت کو پہچانو۔ خدا کا کلام ہے جس کے ہاتھ میں ساری قدرتیں ہیں۔ اُس نے کہا ہے کہ ایسا ہوگا اور آپ کے روحانی فرزند نے اس کی منادی کی کہ نوع انسانی پندرھویں صدی میں امت واحدہ بن جائیگی "

صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ

جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء کے موقع پر حضور نے الٰہی منشا کے تحت ایک عظیم عالمگیر منصوبہ کا اعلان فرمایا جسے حضور نے صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ " کا نام دیا۔ حضور فرماتے ہیں

" ایک بین الاقوامی متحدہ حملہ کا منصوبہ بنایا گیا ہے تا اسلام دنیا پر غالب نہ آئے اس بین الاقوامی منصوبہ کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی منشاء سے صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ بنایا گیا ہے "

(خطبہ جمعہ ۲۵/۱/۷۴)

منصوبہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ :۔

" اللہ تعالیٰ نے ایک منصوبہ بنایا اور وہ منصوبہ ہے اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کا۔ وہ منصوبہ ہے تمام ملکوں اور ان میں بسنے والے انسانوں کے دل جیت کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کر دینے کا۔ یہ اتنا زبردست منصوبہ ہے کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں اور آج پھر کہتا ہوں آپ کے کانوں میں بار بار یہ بات ڈالنا چاہتا ہوں کہ آدمؑ کی پیدائش کے بعد اتنا بڑا منصوبہ کبھی نہیں بنایا گیا۔ آدمؑ سے لے کر آج تک اتنی زبردست جنگ (روحانی جنگ، مادی ہتھیاروں سے نہیں) شیطانی قوتوں کے خلاف نہیں لڑی گئی۔ جتنی اس زمانہ میں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے لڑی جانے والی ہے "

(اختتامی خطاب سالانہ تربیتی کلاس خدام الاحمدیہ مرکزیہ الفضل ۱۴ مئی ۱۹۷۴ء)

منصوبہ کا ماٹو

اس عالمگیر منصوبہ کا ماٹو حمد اور عزم ہے۔ اس کے متعلق حضور نے فرمایا کہ :۔

حمد " ہمارے دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے معمور ہیں اور اُسی کے فضل سے انشاء اللہ معمور رہیں گے جب تک کہ دنیا کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ اور اسلام ساری دنیا میں غالب آ کر نوع انسانی میں سے ہر فرد کو اپنے احاطہ میں لے کر اس کی زندگی کو حقیقی انسان کی زندگی بنا کر کامیاب نہیں ہو جاتا "

عزم " عزم کے محل استوار کرنا ہماری صفت ہے اور اس سے ہی عظیم جدوجہد اور کوشش کے حسین اور صاحب احسان دھارے پھوٹ نکلتے ہیں جو راہ کے ہر خس و خاشاک کو بہا کر لے جاتے ہیں اور مردِ مومن مسلم مجاہد اپنے مقصود کو پالیتا ہے اور جس وقت یہ حقیقت انسان کے سامنے آتی ہے تو کمزور انسان بھی ایک پختہ اور مضبوط مقام پر کھڑا ہو جاتا ہے اسی کو ہم عزم کہتے ہیں "

(الفضل ۲۷/۱/۷۴)
(خطبہ جمعہ ۱۸ جنوری ۱۹۷۴ء)

منصوبہ کے مقاصد

اس منصوبہ کے بڑے مقاصد توحید کا قائم کرنا اور تمام بنی نوع انسان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لانا ہے۔ حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

" اس وقت اسلام کے مقابل پر بیسیوں جھنڈے بلند ہیں جب تک وہ تمام جھنڈے سرنگوں نہیں ہو جاتے جب تک تثلیث کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہو جاتا، جب تک اسلام کے سوا باقی تمام جھنڈے سرنگوں نہیں ہو جاتے جب تک سب دنیا میں تکبیر کے نعرے بلند نہیں ہو جاتے ہم کبھی اپنے فرائض کو پورا کرنے والے سمجھے نہیں جا سکتے "

(الفضل ۲۶/۸/۴۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں :۔

" ہمارے ذہن نے تو فارغ نہیں رہنا اس وقت تک میرا اور آپ کا دماغ کام کرتا رہے گا۔ جب تک دنیا کا ایک آدمی ایسا ہے جس نے خدا کی معرفت حاصل نہیں کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا نہیں "

(جلسہ سالانہ ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء)

اشاعت اسلام

اس منصوبہ کا سب سے بڑا مقصد بنی نوع انسان کو خدا تعالیٰ کی معرفت دلانا ہے۔ اس کے لئے ضروری کہ دنیا کے ہر ملک میں جماعت احمدیہ کے مشن ہاؤس ہوں اور ہر ملک میں مساجد بنائی جائیں جہاں سے ہر روز پانچ مرتبہ " اللہ اکبر، اللہ اکبر " کا نعرہ بلند ہو۔ حضور نے فرمایا کہ :۔

" یہ ایک زبردست تیاری ہے۔ نئی صدی کے استقبال کی اس پندرہ سولہ سال کے عرصہ میں ہم نے نئے مشن کھولنے ہیں۔ نئی مساجد بنانی ہیں "

(الفضل ۱۸/۷/۷۴)

"یورپ کے جن ممالک میں مساجد اور ہمارے مراکز یعنی مشن ہاؤسز نہیں ہیں وہاں مساجد اور مشن ہاؤسز بنا دیئے جائیں، تا کہ یورپ کے ہر ملک میں خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کا مرکز قائم ہو جائے۔"
(الفضل ۲۸/۷۹)

اشاعت قرآن دوسرا بڑا مقصد قرآن کریم کی بکثرت اشاعت ہے اس کی اشاعت کے سلسلہ میں حضور نے فرمایا کہ اس وقت یورپ اور افریقہ کی چھ مشہور زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ ہو چکا ہے فرانسیسی زبان کے ترجمہ پر نظر ثانی ہو رہی ہے روسی زبان میں ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔ چینی سپینش۔ اٹالین۔ ہاؤسا کے علاوہ مغربی افریقہ کی دو ایسی مشہور زبانوں میں جو کثرت سے بولی جاتی ہیں ترجمہ کی ضرورت ہے یوگوسلاوین زبان میں بھی مختصر تفسیری نوٹوں کی اشاعت کی ضرورت ہے۔ عربی زبان میں حضرت اقدس کی قرآن کریم کی تفسیر شائع کرنی چاہیئے۔ فارسی زبان میں بھی ترجمہ و مختصر تفسیری نوٹس شائع کرنے چاہئیں۔
(سالانہ اجتماع انصار اللہ ۲۹/۷۸)

اشاعت لٹریچر قرآن کریم کے تراجم دنیا کو حقیقی اسلام سے متعارف کرانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں اس کے ساتھ ساتھ دنیا کی مختلف زبانوں میں اسلامی لٹریچر کی ضرورت ہے ایسے لٹریچر کی اشاعت اس منصوبے کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس ضرورت کو حضور نے اس طرح بیان فرمایا کہ
"جس وقت وہ صدی آئے اور خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے اور کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگیں اور آپ سے آ کر کہیں ہمیں اسلام کے متعلق کتابیں دو۔ قرآن کریم کے تراجم دو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات دو۔ اسلام نے بچوں کو جو تعلیم دی ہے اور اسلام نے جو اخلاق سکھائے ہیں اس کے متعلق ہمیں لٹریچر دو تو ہم یہ کتابیں مہیا کر سکیں۔"
(الفضل ۲۸/۷۹)

اس لئے حضور نے فرمایا کہ:-
"کم از کم ۱۰۰ زبانوں میں اسلام کی بنیادی تعلیم پر مشتمل کتاب شائع کرنی ہے۔"

بنی نوع انسان کو امت واحدہ بنانا بنی نوع انسان کو امت واحدہ بنانے کے لئے بین الاقوامی سطح پر جماعتوں اور احباب جماعت کے درمیان براہ راست رابطہ کی ضرورت ہے نیز ہر قوم اور ملک کا مرکز سلسلہ سے رابطہ بھی ضروری ہے۔ اس کے لئے تمام ممالک میں TELEX کا انتظام ہونا چاہیئے اور ایک براڈ کاسٹنگ سٹیشن بھی ہو جس کے ذریعہ تمام دنیا کو اسلام کے متعلق معلومات دی جا سکیں۔

۱:۔ جماعت احمدیہ کے قیام پر ایک صدی مکمل ہونے تک ہر ماہ احباب جماعت ایک نفلی روزہ رکھا کریں۔ جس کے لئے ہر قصبہ شہر یا محلہ میں مہینہ کے آخری ہفتہ میں کوئی ایک دن مقامی طور پر مقرر کر لیا جائے
۲:۔ دو نفل روزانہ ادا کئے جائیں جو نماز عشاء سے لیکر نماز فجر تک یا نماز ظہر کے بعد ادا کئے جائیں۔
۳:۔ کم از کم سات بار روزانہ سورۃ فاتحہ کی دعا پڑھی جائے اور اس پر غور و تدبر کیا جائے۔
۴:۔ درود شریف۔ استغفار اور تسبیح و تحمید کا ورد روزانہ ۳۳-۳۳ بار کیا جائے۔
۵:۔ مندرجہ ذیل دعائیں کم از کم گیارہ بار پڑھی جائیں۔

۱:۔ ربنا افرغ علینا صبراً و ثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکٰفرین
۲:۔ اللھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذبک من شرورھم

ان کے علاوہ حضور نے اپنی زبان میں بھی بکثرت دعائیں کرنے کی بھی تاکید فرمائی

عظیم روحانی پروگرام اس منصوبہ کی کامیابی کا سارا دار و مدار عبادت ذکر الٰہی اور دعاؤں پر ہے۔

صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے حضور نے علاوہ روحانی پروگرام کے جماعت کو مالی قربانی پیش کرنے کی تحریک فرمائی۔
حضور نے فرمایا:-
"میں نے جماعت کے سامنے جو منصوبہ پیش کیا تھا اس کو ہم صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ کہیں گے اور اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے میں نے مالی قربانیوں کی جو تحریک کی تھی اسے ہم صد سالہ جوبلی فنڈ کا نام دیں گے۔"
(الفضل ۱۰/۲/۷۴)

جیسا کہ حضور نے ایک موقع پر فرمایا۔ حضور نے جماعت کو اڑھائی کروڑ روپے پیش کرنے کی خواہش کا اظہار فرمایا لیکن جماعت نے اس سے کئی گنا زیادہ پیش کر دیا اور اب اس کا بجٹ دس کروڑ سے اوپر ہے۔

حضور نے ایک موقع پر فرمایا:-
"میری تو یہ دعا ہے اور ہر احمدی کی یہ دعا ہونی چاہیئے کہ اے خدا تو نے ہی اپنے قادرانہ تصرف سے غلبۂ اسلام کے لئے جماعت احمدیہ کو قائم کیا ہے اب اس غرض کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت ہو مادی ذرائع ہوں یا غیر مادی ذرائع ہوں اے خدا تو اپنے فضل سے ان کے حصول کے سامان پیدا کر اور ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم تیری منشاء کے مطابق اسلام کو ساری دنیا پر غالب کر دیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار بنی نوع انسان کے دل میں پیدا کر دیں ہم نے ایک عظیم منصوبہ کی ابتداء کی ہے اے خدا! تو اپنے فضل سے اس منصوبہ کی کامیابی کے لئے جو سامان درکار ہیں وہ ہمیں مہیا فرما۔ ہم نہ تو غیب کا علم رکھتے ہیں اور نہ ہماری نگاہیں اس دنیا کی زندگی کی وسعتوں کا احاطہ کر سکتی ہیں۔ ہماری تو کوتاہ نگاہیں ہیں لیکن اے ہمارے رب تو علام الغیوب ہے تیری نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ تو اپنی متصرفانہ قدرتوں سے ایسے تغیرات رونما فرما جو غلبۂ اسلام کے لئے ضروری ہیں۔ اسلام کا عالمگیر غلبہ ہماری زندگی کا منتہائے مقصود ہے"
الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۷۴ء
(خطبہ جمعہ ۸ مارچ ۱۹۷۴ء)

چنانچہ حضور نے عبادت، ذکر الٰہی اور دعاؤں پر مشتمل ایک عظیم روحانی پروگرام جماعت کے سامنے رکھا جو اس منصوبہ کا اہم ترین اور بنیادی حصہ ہے یہ پروگرام مندرجہ ذیل ہے۔

منصوبہ کے ثمرات اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس منصوبہ میں بے انتہا برکت ڈالی ہے اور جماعت پر بیشمار فضل نازل کئے ہیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱:۔ منارۃ المسیح قادیان پر سنگ مرمر لگوایا گیا۔
۲:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جہاں مدفون ہیں یعنی سرینگر کشمیر میں مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر کی گئی۔
۳:۔ بھارت میں اڑلیسہ کی ریاست میں بھونیشور کے مقام پر مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر۔
۴:۔ بھارت میں کیرالہ کی ریاست میں کالی کٹ کے مقام پر مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر۔
۵:۔ یورپ کے ملک سویڈن کے مشہور شہر گاٹن برگ کے وسط میں ایک پہاڑی مقام پر سات ہزار مربع میٹر رقبہ میں مسجد ناصر اور مشن ہاؤس کی تعمیر کی گئی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں ایک مضبوط جماعت قائم ہو چکی ہے اور سینکڑوں یوگوسلاوین اور سویڈش حق کو قبول کر چکے ہیں۔
۶:۔ ناروے کے دارالخلافہ اوسلو میں دو ہزار مربع میٹر رقبہ خرید کر مسجد نور اور مشن ہاؤس قائم کیا گیا۔
۷:۔ سپین میں پیدرو آباد کے مقام پر چودہ کنال پر مشتمل رقبہ خرید کر تاریخ ساز مسجد بشارت تعمیر کی گئی۔ اس مسجد کا سنگِ بنیاد ۹ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے مختلف ممالک سے آئے ہوئے نمائندگان کی موجودگی میں رکھا اور مسجد کی تعمیر کی تکمیل کے بعد ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کا افتتاح فرمایا۔
۸:۔ انگلستان میں ۵ پانچ نئے مراکز بریڈفورڈ ہڈرزفیلڈ مانچسٹر برمنگھم اور ساؤتھ ہال میں قائم ہوئے۔ جن کا افتتاح ۱۹۸۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا۔
۸:۔ جاپان میں ایک شاندار احمدیہ سینٹر کے لئے ایک مکان خرید لیا گیا ہے۔
۹:۔ تثلیث کے قلب شہر لندن میں کسرِ صلیب کانفرنس (۲ جون ۱۹۷۸ء تا ۲ جون ۱۹۷۸ء) منعقد کی گئی۔
۱۰:۔ قرآن کریم کا گرومکھی زبان میں ترجمہ بھارت میں شائع کیا گیا۔
۱۱:۔ قرآن کریم یوروبا زبان میں نائیجیریا میں شائع کیا گیا۔
۱۲:۔ قرآن کریم انگریزی ترجمہ معہ مختصر تفسیری نوٹ شائع کیا گیا۔
۱۳:۔ دیباچہ قرآن مجید مصنفہ حضرت مصلح موعود کا فرانسیسی ترجمہ (SAINT CORAN) کے نام سے شائع کیا گیا۔
۱۴:۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتب کے مختلف اقتباسات کتاب "The Essence of Islam" کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے
۱۵:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا انگریزی ترجمہ "The Philosophy of the Teachings of Islam" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔
۱۶:۔ "اسلامی اصول کی فلاسفی" نائیجیریا میں یوروبا زبان میں شائع ہو چکی ہے۔
۱۷:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "مسیح ہندوستان میں" کا انگریزی ترجمہ (JESUS IN INDIA) شائع ہو چکا ہے۔
۱۸:۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی کتاب:-
"Deliverance from the Cross"
۱۹:۔ کسر صلیب کانفرنس کے موقع پر پڑھا جانے والا ایک مقالہ:-
"Truth about the Crucifixion"
کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔
۲۰:۔ مندرجہ ذیل زبانوں میں فولڈرز بھی شائع ہو چکے ہیں:- انگریزی۔ جرمن۔ نارویجین جاپانی۔ البانین۔ فرنچ۔ اٹالین۔ رومانش اور ڈچ۔ سپینش۔ اردو۔
۲۱:۔ حضور کے دورہ مغربی افریقہ۔ سپین کی سب سے پہلی V.D.O فلم تیار کی گئی جس کو پاکستان اور بیرونِ پاکستان میں ہزارہا افراد دیکھ چکے ہیں۔
۲۲:۔ بیرونی ممالک کی جماعتوں کے آپس میں اور مرکز سے رابطہ کے لئے ٹیلیکس

(TELEX) کا انتظام شروع ہو چکا ہے۔

۲۳۔ حضور نے ۲۳ مارچ ۱۹۸۲ء کو صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ کی نئی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا۔

احمدیہ تعلیمی منصوبہ

صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ کا ایک مقصد جماعت کے علمی معیار کو بلند کرنا ہے کیونکہ جب تک جماعت علم کے میدان میں غلبہ حاصل نہیں کر لیتی اور دوسرے لوگوں پہ برتری حاصل نہیں کرتی اس وقت تک ان میں کامیاب تبلیغ نہیں کی جا سکتی۔ جماعت میں علم کو عام کرنے، نوجوانوں کے علمی معیار کو بلند کرنے اور ذہین نوجوانوں کے ذہنوں کی حفاظت اور نشوونما کے لئے اور سب سے بڑھ کر انہیں قرآنی علوم سے روشناس کرانے کے لئے حضور نے جماعت کے سامنے تعلیمی منصوبہ رکھا۔ حضور نے فرمایا کہ آئندہ دس سال میں ہر احمدی نوجوان کم از کم میٹرک ہو اور ہر احمدی لڑکی کم از کم مڈل تک تعلیم حاصل کرے۔

احمدی طلبا اور طالبات میں علم کے میدان میں مسابقت کا جذبہ پیدا کرنے اور اسے فروغ دینے کے لئے حضور نے نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والوں کو انعامی تمغہ جات دینے کا اعلان بھی فرمایا۔

اس کے علاوہ حضور نے تمام جماعت کو قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر سیکھنے اور اس پر غور و تدبر کرنے اور اس پر کما حقہٗ عمل پیرا ہونے کی بار بار تاکید فرمائی۔

صد سالہ جشن

حضرت مصلح موعود نے فرمایا تھا

"...سال کی جوبلی بڑی جوبلی ہوتی ہے جب جماعت کو وہ دن دیکھنے کا موقع ملے تو اس کا فرض ہے کہ وہ یہ جوبلی منائے اس وقت جماعت کا فرض ہوگا کہ ایک عظیم الشان جوبلی منائے" (الفضل ...)

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ کے قیام کا اعلان کیا تو اس جشن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو جب جماعت کے قیام کو ایک سو سال گزر چکے ہوں گے۔ تو جماعت صد سالہ جوبلی منائے گی اور یہ تقریب ۲۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو شروع ہو کر آخر سال تک جاری رہے گی۔ درمیانی ۱۶ سالوں کے لئے آپ نے تبلیغ و اشاعت کا ایک جامع منصوبہ پیش فرمایا جس کا تفصیلی ذکر اوپر ہو چکا ہے

ہماری ذمہ داری

جماعت احمدیہ کی دوسری صدی جو کہ غلبۂ اسلام کی صدی ہے، کے شروع ہونے میں بہت تھوڑا عرصہ باقی ہے اس صدی کی تیاری اور استقبال کے لئے ہم پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا تھا۔

"میں کئی بار اعلان کر چکا ہوں کہ میرے نزدیک ہمارے اس جہاد کی پہلی صدی تیاری کی صدی ہے۔ اس تیاری کی صدی میں باقی پندرہ سال رہ گئے ہیں میں پہلے بھی بتا چکا ہوں اور اب بھی بتا دیتا ہوں کہ یہ بڑے سخت سال ہیں کیونکہ اگر جیسا کہ میں سمجھتا ہوں دوسری صدی غلبۂ اسلام کی صدی ہے۔ تو اس صدی کے لئے تیاری کے جو آخری پندرہ سال ہیں ان میں وہ سب طاقتیں جو اسلام کو غالب آتا دیکھنا نہیں چاہتیں وہ انتہائی زور لگائیں گی کہ ہم تیاری نہ کر سکیں اور غلبۂ اسلام کی صدی غلبۂ اسلام کی صدی نہ بن سکے۔ ہوگا تو وہی جو خدا چاہے گا لیکن ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی کمر کس لیں اور ہر قسم کے دکھ اور تکالیف برداشت کر کے یہ جو پندرہ سال ہیں ان میں اس تیاری کو مکمل کر لیں جس تیاری کا مطالبہ غلبۂ اسلام کی صدی ہم سے کر رہی ہے۔"

(الفضل ۲۵ نومبر ۱۹۷۵ء)

اس صدی کے استقبال اور تیاری کے لئے اب صرف چھ سات سال باقی رہ گئے ہیں آئیے ہم سب مل کر خدا تعالیٰ کے حضور عاجزی سے جھکیں اور یہ دعا کریں کہ اے خدا غلبۂ اسلام کے لئے جو ہماری منتہائے مقصود ہے جس قسم کی بھی کوشش اور قربانی کی ضرورت ہے تو اپنے فضل سے اس کی توفیق عطا فرما نیز اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے ہم آج حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے الفاظ میں ہی عہد کرتے ہیں:-

"آؤ آج یہ عہد کرتے ہیں کہ وہ تمام بشارتیں جن کا تعلق پندرہویں صدی کے ساتھ ہے۔ (اور وہ عظیم بشارتیں ہیں) ان کو حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ جس قربانی کا بھی مطالبہ کرے گا ہم اس کے حضور پیش کر دیں گے ہم محمدؐ کے فرزند محمدؐ کی امت ہیں۔ ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ جا تو اور تیرا خدا جا کے لڑو۔ ہر قربانی جو مانگی جائے گی۔ جان کی قربانی۔ مال کی قربانی۔ اوقات کی قربانی۔ صحت کی قربانی۔ جس قسم کی بھی قربانی ہمارا خدا ہمارا پیارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نئے سرے سے ہمیں زندہ کرنے والا محمدؐ کا محبوب ہمارا مہدی علیہ السلام ہم سے مانگیں گے ہم پیش کر دیں گے۔"

(اختتامی خطاب اجتماع خدام الاحمدیہ ۱۹۸۰ء)

بقیہ: نصرت جہاں

سے بھی واضح ہے کہ گزشتہ مجلس مشاورت منعقدہ اپریل ۱۹۸۲ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مشاورت کے تینوں دن نصرت جہاں کا ذکر فرمایا۔ بلکہ ایک دفعہ تو فرمایا وہ تو خدا نے مجھے حکم دیا تھا۔

پس جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے بلالی بھائیوں کی خدمت اور بہبود کے لئے میدان میں اتر چکی ہے اور اب ضرورت ہے کہ ہم اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس پروگرام کے وسیع سے وسیع تر کرنے میں کوشاں رہیں۔ تا سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی یہ محروم قوم اپنی سیادت کا مقام پھر سے حاصل کرے۔ روایات میں آتا ہے کہ خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو سیدنا بلالؓ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے دو ارشادات اہل افریقہ کی خدمت اور ان کے مستقبل کے بارہ میں پیش خدمت ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:-

"پس افریقہ میں لڑی جانے والی جنگ کو جیتنے کے لئے ہم پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس سلسلہ میں بہت ساری باتیں پہلے بیان کر چکا ہوں مثلاً نصرت جہاں ریزرو فنڈ قائم کیا گیا ہے ہمیں ڈاکٹروں کی ضرورت ہے ہمیں ٹیچروں کی ضرورت ہے ہمیں بڑی دعائیں کرنی چاہئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ جب اللہ تعالیٰ فضل کرے اور اپنے پیار کا جلوہ دکھائے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔"

(خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۳ وفا ۱۳۴۹ ہش — ۳ جولائی ۱۹۷۰ء)

نیز فرمایا:-

"افریقہ میں غلبۂ اسلام کی صبح نمودار ہونے کے بعد اسلام کا سورج اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ طلوع ہو چکا ہے یہ سورج نصف النہار پر پہنچ کر اپنی پوری شان کے ساتھ چمکے گا اور دنیا کے گوشہ گوشہ کو منور کر دکھائے گا۔ ہمارے افریقی بھائی ہمارے پہلو بہ پہلو غلبۂ اسلام کی شاہراہ پر اب آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔"

(الفضل ۱۴ نومبر ۱۹۷۰ء)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے افریقی بھائیوں کو سیدنا حضرت بلالؓ کے اسوہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ دن جلد آئے جب یہ بلالی قوم دنیا کے گوشے گوشے میں با آواز بلند یہ شہادت پہنچا رہی ہو

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

اشہد ان محمداً رسول اللہ

اللّٰھم آمین

احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ جو ڈاکٹرز اور اساتذہ اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مغربی افریقہ میں کام کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں احسن خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی خدمات قبول فرمائے۔ آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی

پہلی مالی تحریک

فضل عمر فاؤنڈیشن

حضرت فضل عمر کی تشنہ خواہشات کو پورا کرنا اس ادارے کا مقصد ہے

مکرم بریگیڈیئر (ریٹائرڈ)
اقبال شمیم صاحب
سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ

سیدنا حضرت فضل عمر المصلح الموعود الحاج صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کے وصال پر نومبر ۱۹۶۵ء میں حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔ اے (آکسن) نافلہ موعود رحمہ اللہ خلیفۃ المسیح الثالث مقرر ہوئے۔ آپ نے مخلصین جماعت کی درخواست پر حضرت فضل عمر کی یادگار کے طور پر آپ کے محبوب مقاصد کو جاری رکھنے کے لئے ایک ادارہ قائم کرنے کی تحریک فرمائی جسے فضل عمر فاؤنڈیشن کا نام دیا گیا۔ یہ خلافت ثالثہ کی پہلی مالی تحریک تھی۔ ادارہ کے لئے فنڈ مہیا کرنے کے لئے حضور نے ۲۵ لاکھ روپیہ کی حد مقرر فرما کر مخلصین کو تین سال کے اندر عطیات پیش کرنے کی تحریک فرمائی۔ احباب نے والہانہ فدائیت اور جذبہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضور کے ارشاد پر لبیک کہا اور اس تحریک میں موصولہ عطایا کی مقدار نقد اور موہوبہ جائیداد کی صورت میں بفضلہ تعالیٰ ۳۷،۴۲،۸۵۰ تک پہنچ گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

ادارہ کا انتظام چلانے کے لئے نو ۹ ڈائریکٹروں کا ایک بورڈ اور ایک سیکرٹری مقرر ہوا۔ ڈائریکٹروں میں سے سلسلہ کے تین مرکزی اداروں یعنی صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ تحریک جدید انجمن احمدیہ اور وقف جدید انجمن احمدیہ کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ان تین کے سوا باقی چھ ڈائریکٹروں کی تقرری سہ سالہ ہوتی ہے۔ یہ سہ سالہ تقرر ختم ہونے پر خالی آسامیوں پر بورڈ آف ڈائریکٹرز احباب جماعت میں سے موزوں اصحاب کا تقرر کرتا ہے۔ سابق فارغ شدہ ڈائریکٹرز بھی قابلِ انتخاب ہوتے ہیں۔

ابتداء قیام ادارہ سے بورڈ کے منتخب شدہ صدر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سابق پریذیڈنٹ عالمی عدالت ہیگ ہیں۔

بورڈ آف ڈائریکٹرز ایک نائب صدر بھی منتخب کرتا ہے جو ۱۹۷۷ء تک مرحوم محترم کرنل محمد عطاء اللہ صاحب رہے۔ اور اُن کی وفات کے بعد سے محترم سید محمد احمد صاحب ابن ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب مقرر ہیں۔ اکتوبر ۱۹۷۱ء تک محترم شیخ مبارک احمد صاحب سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن رہے۔ اس کے بعد سے خاکسار بریگیڈیئر ریٹائرڈ اقبال احمد شمیم سیکرٹری ہے۔

ادارہ کے قیام کے وقت ۱۹۶۶ء میں اس کے اغراض و مقاصد کی تعیین کے لئے بورڈ آف ڈائریکٹرز نے جماعت ہائے احمدیہ پاکستان کے امراءِ اضلاع اور جماعت کے چیدہ دانشور اصحاب سے تجاویز طلب کیں موصولہ تجاویز کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی ہدایات کے ماتحت مندرجہ ذیل مقاصد معین کئے گئے

۱۔ حضرت فضل عمر کے جملہ خطبات و تقاریر کو سلسلہ کے لٹریچر سے یکجا جمع کر کے انہیں شائع کیا جائے۔

۲۔ سیدنا حضرت فضل عمر کی سوانح حیات تالیف کی جائے اور اُسے شائع کیا جائے۔

۳۔ حضرت فضل عمر کا یہ محبوب مقصد تھا کہ علمی مسائل پر سلسلہ کے اہل قلم اصحاب تصانیف مرتب کر کے شائع کریں حضور نے ۱۹۴۹ء کے جلسہ سالانہ میں اس سلسلہ میں ایک سکیم بیان فرمائی تھی۔ اس ارشاد پر عمل کرنے کے لئے علمی مقالوں پر انعامات دینے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ حضور کی ہر خواہش کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنا ادارہ ہذا کے مقاصد میں شامل کیا گیا۔

۴۔ خدمتِ دین کے لئے جو مواقع پیدا ہوں ان میں فاؤنڈیشن حسب توفیق حصہ لے۔

۵۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ عطایا میں جو رقم وصول ہو اس سے تجارتی رنگ میں منافع حاصل کیا جائے۔ اور مقررہ مقاصد کے اخراجات اس منافع سے چلائے جائیں۔

مذکورہ مقاصد کے حصول کے لئے حسب ذیل جدوجہد کی گئی۔

سیدنا حضرت فضل عمر کے خطبات کی ۱۳ جلدوں کی تدوین ہو چکی ہے۔ ان میں سے تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ جو خطبات محمود جلد اوّل، دوم، سوم ہیں اور جو علی الترتیب خطبات عید الفطر، خطبات عید الاضحیہ اور خطبات نکاح ہیں۔ باقی جلدیں جو مدوّن ہو چکی ہیں وہ خطبات جمعہ پر مشتمل ہیں اور خطبات محمود جلد چہارم جزو اوّل تا دہم ہیں ان میں سے جزو اوّل تا دہم کی کتابت ہو کر کاپی ریڈنگ ہو چکی ہے۔ جزو دوم کی کتابت نصف سے زیادہ ہو چکی ہے۔ اس کی کاپی ریڈنگ اکثر ہو چکی ہے۔ باقی کام جاری ہے

خطبات محمود کی تدوین کے علاوہ ادارہ ہذا اس کوشش میں ہے کہ حضرت فضل عمر کی ابتدائی زمانہ سے آپ کی مصروفیات اور متفرق ارشادات جو سلسلہ کے اخبارات میں شائع شدہ ہیں اُن کو بطور ڈائری مدوّن کر لیا جائے۔ اور اشاعت کے لئے تیار کر لیا جائے ایسی دو جلدوں کا مواد تیار ہو چکا ہے اور کوشش ہے کہ آئندہ ایسی ایک جلد ماہوار تیار ہوتی رہے۔ اس ڈائری سے حضور کے بعض خطبات و تقاریر کے سیاق و سباق سمجھنے میں مدد ملے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سوانح فضل عمر

سوانح حضرت فضل عمر کی دو جلدیں تالیف ہو چکی ہیں۔ جلد اوّل چھپ چکی ہے۔ دوسری جلد کی کتابت اور تصحیح ہو چکی ہے

سوانح کی آئندہ جلدوں کی تیاری کے سلسلہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں درخواست کی گئی ہے کہ موجودہ مصروفیات (خلافت) کی بناء پر حضور مناسب خیال فرمائیں تو اس کا کوئی متبادل انتظام فرمائیں۔ (تالیف سوانح کا کام مسند خلافت پر متمکن ہونے سے قبل حضور ایدہ اللہ کے سپرد رہا ہے) ادارہ ہذا کوشش کر رہا ہے کہ "پیش گوئی مصلح موعود" سے متعلقہ عبارتوں کے اقتباسات سلسلہ کے لٹریچر اور اس سے ماقبل کے جملہ لٹریچر سے یعنی احادیث مبارکہ، صحائف انبیاءؑ سابقہ اور اولیائے امت کے ملفوظات سے لے کر یکجا جمع کر لئے جائیں تاکہ مصلح موعود کے مقام کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جا سکے۔

سیدنا حضرت مصلح موعود کی اس خواہش کو پورا کرنے کے سلسلہ میں کہ جماعت کے اہل علم و قلم اصحاب دینی علمی مسائل پر تصانیف مرتب کر کے شائع کریں۔ فضل عمر فاؤنڈیشن نے ایسے اصحاب کو ترغیب دلانے کے لئے تصانیف کے انعامی مقابلے ہر سال منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس ضمن میں متعلقہ عنوانات کو پانچ اصناف میں تقسیم کر کے ہر صنف کے عنوانات میں اوّل قرار پانے والے مقالوں کے لئے انعام دینے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح ہر سال پانچ انعامات دینے کی گنجائش رکھی جاتی ہے۔ مقابلہ کی شرائط پر مشتمل اعلامیہ مقرر کیا گیا جو ہر سال متعدد بار سلسلہ کے اخبار الفضل اور جرائد ماہنامہ تحریک جدید اور ریویو آف ریلیجنز انگریزی میں اردو اور انگریزی میں شائع کیا جاتا ہے۔

انعام کی رقم فی مقالہ ابتداء میں ایک ہزار روپیہ مقرر کی گئی تھی۔ بعد میں بڑھا کر پہلے ڈیڑھ ہزار اور اب اڑھائی ہزار روپے فی مقالہ مقرر ہے۔

یہ مقابلہ جات ۱۹۶۷ء سے جاری ہیں۔ ۱۹۸۰ء تک کے مقابلوں میں ۲۲ مقالے انعام کے مستحق قرار پائے اور مقالہ نگاروں میں اب تک ۳۴ ہزار روپے کی رقم تقسیم کی جا چکی ہے۔

جماعت کی علمی ترقی کی اس کوشش (انعامی مقابلوں) کے علاوہ بورڈ آف ڈائریکٹرز نے ایک لٹریری کمیٹی اس غرض سے مقرر کی ہوئی ہے کہ وہ علمی ترقی کے لئے تجاویز پیش کرے۔ اس کمیٹی کی ایک تجویز کے سلسلہ میں لندن کے انڈیا آفس سے شائع ہونے والی پچاس سالہ فہرست کاغذات میں سے مسلمانوں اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق مندرجہ امور نوٹ کر کے اور ان کے متعلق ضروری تحقیق کے لئے ایک دانشور دوست پروفیسر عطاء الرحمن صاحب غنی کو فاؤنڈیشن کی طرف سے لندن بھجوایا گیا ہوا ہے۔ وہ اس سلسلہ میں انڈیا آفس اور دوسری جگہوں سے معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ اُن کی رپورٹ ملنے پر بورڈ آف ڈائریکٹرز مناسب طور پر استفادہ کرنے کا فیصلہ کرے گا۔

خلافت لائبریری کی تعمیر

حضرت فضل عمر کی یہ بڑی خواہش تھی کہ مرکزِ سلسلہ میں ایک مکمل لائبریری ہو جس میں جملہ علوم پر مشتمل کتب موجود ہوں۔

فضل عمر فاؤنڈیشن نے اس سلسلہ میں صدر انجمن احمدیہ کو پیشکش کی کہ یہ ادارہ لائبریری کے لئے جدید طرز کی عمارت تعمیر کر کے پیش کرے گا۔ صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے یہ پیشکش قبول کئے جانے پر ادارہ ہذا نے ماہر آرکیٹکٹس اور مشہور لائبریرینوں سے رابطہ قائم کیا جنہوں نے جدید طرز کی لائبریریوں کی عمارتوں کے نقشوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک موزوں نقشہ تجویز کیا۔ اس پر ضروری غور کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے نقشہ کو آخری شکل دے کر عمارت شروع کروا دی گئی۔ اور اس کی تکمیل کے بعد ۱۳ر اکتوبر ۱۹۷۱ء کو ایک خصوصی تقریب میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی بابرکت وساطت سے عمارت اور اس کی چابیاں صدر انجمن احمدیہ کے سپرد کر دی گئیں۔ عمارت کے لئے ابتدائی طور پر ضروری فرنیچر، الماریاں، پنکھے، میزیں، کرسیاں وغیرہ ضروری سامان بھی فاؤنڈیشن کی طرف سے مہیا کیا گیا۔

دیگر اہم خدمات

۱۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے منشاءِ مبارک کے مطابق فضل عمر فاؤنڈیشن نے جدید طرز کا ایک وسیع گیسٹ ہاؤس بیرونی ممالک کے وفود کے قیام دورانِ جلسہ سالانہ کے لئے تعمیر کروا کر اس کی عمارت تحریک جدید انجمن احمدیہ کے سپرد کی۔ یہ عمارت سرائے فضل عمر کے نام سے موسوم ہے۔

۲۔ بیرونی ممالک سے جو وفود جلسہ سالانہ میں شریک ہوتے ہیں اُن کے اراکین، جلسہ سالانہ کے دوران ہونے والی تقاریر کو جو اردو میں ہوتی ہیں، اردو زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے سمجھ نہیں سکتے تھے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اُن کے لئے انگریزی اور انڈونیشین زبانوں میں تقاریر کا ساتھ کے ساتھ ترجمہ سنانے کا انتظام کیا جائے۔

فضل عمر فاؤنڈیشن نے حضور کے اس منشاء کو پورا کرنے کے لئے ضروری آلات ماہر انجینئروں (محترم ملک لال خان صاحب اور محترم منیر احمد صاحب فرخ اسلام آباد) کے ذریعے تیار کروا لئے اور ان مشینوں کے چلانے والی ٹیموں کا بھی انہی ماہرین کے ذریعہ انتظام کروایا۔ چنانچہ جلسہ سالانہ ۱۹۸۰ء سے مذکورہ ہر دو زبانوں میں جلسہ گاہ مردانہ اور زنانہ ہر دو میں ترجمہ سنانے کا انتظام ہوتا ہے۔

۳۔ قرآن کریم کے فرانسیسی ترجمہ کی اشاعت کے لئے امداد کی گئی۔

۴۔ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لئے روٹی پکانے کی مشین کی تیاری کے لئے مالی امداد کی گئی۔

۵۔ ایک فوٹوسٹیٹ مشین ۷۵ ہزار روپے میں خرید کی گئی جو بعد میں بورڈ کے فیصلہ کے مطابق جامعہ احمدیہ کو بطور عطیہ دے دی گئی۔

۶۔ محترم ڈاکٹر کیپٹن محمد رمضان صاحب نے اپنی والدہ صاحبہ مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے ادارہ ہذا کے ماتحت ایک ٹرسٹ "امام بی بی ٹرسٹ" کے نام سے قائم کروایا ہوا ہے۔ اس کے سرمایہ (دس ہزار روپیہ) پر منافع کی آمد سے ربوہ کے سکولوں، تعلیم الاسلام ہائی سکول اور نصرت گرلز ہائی سکول سے مڈل کا امتحان نمایاں پوزیشن لے کر پاس ہونے والے مستحق امداد دو طالب علموں (ایک لڑکی اور ایک لڑکے) کو نویں اور دسویں جماعت کی تعلیم کے دوران امدادی وظیفہ دیا جاتا ہے جو آج کل -/۲۵ روپے ماہوار فی کس ہے اس طرح اس فنڈ سے نویں اور دسویں جماعت کے دو دو بچوں چار کس کو یک صد روپیہ ماہوار یعنی -/۱۲۰۰ روپے سالانہ وظیفہ دیا جاتا ہے۔

احمدیہ تعلیمی منصوبہ

مکرم عطاء الرحمٰن صاحب
نائب ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ
ربوہ

جماعت احمدیہ کے ذریعے غلبہ اسلام کا ایک اہم پروگرام

آخری زمانہ میں اسلام کی مخالف طاقتیں علم کے ہتھیار سے لیس ہو کر اسلام کے خلاف برسرِ پیکار ہو گئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کا نام لینے والے ہتھیار پھینک کر ایک طرف ہو گئے اور مخالف پیش قدمی کرتے ہوئے اسلام کی نظریاتی مملکت پر پوری طرح سے چھا گئے اور مسلمان صرف علم کے میدان میں ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں بالکل مغلوب اور محکوم ہو کر رہ گئے۔

مسلمانوں کے اس ادبار کو اقبال میں بدلنے کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس کو مبعوث کیا۔ آپ نے مسلمانوں کو تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے کی تلقین کی اور مادی علوم کے حصول کی طرف بھی توجہ دلائی جن کے حصول کو اس زمانہ میں ناجائز اور حرام قرار دیا جاتا تھا۔ حضرت امام مہدی نے ان مادی علوم کے حصول کی ضرورت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ چونکہ

"آج کل اعتراضوں کی بنیاد طبعی اور طبابت اور ہیئت کے مسائل کی بناء پر ہے اس لئے لازم ہوا کہ ان علوم کی ماہیت اور کیفیت سے آگاہی حاصل کریں تاکہ جواب دینے سے پہلے اعتراض کی حقیقت تو ہم پر کھل جائے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۶۸-۶۹)

اس کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ سے خبر پا کر ان علوم میں اپنے ماننے والوں کی ترقی اور کمال حاصل کرنے کی پیش گوئی کرتے ہوئے بڑے جلال سے فرمایا:۔

"میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔"

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۱۷)

وقت گزرتا گیا۔ حضرت اقدس کے ماننے والے دین اور دنیا ہر دو میدانوں میں ترقی کرتے چلے گئے۔ اور آپ کی وفات کے صرف ۷۱ سال بعد دنیا میں یہ عظیم الشان واقعہ رونما ہوا کہ حضرت اقدس کے ایک پیروکار پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب علم کے میدان میں دنیا کے سب سے بڑے انعام اور اعزاز "نوبل پرائز" سے سرفراز ہوئے۔ الحمد للہ۔

گویا جس مقصد اور مقام کے حصول کے لئے سیدنا حضرت اقدس نے جماعتِ احمدیہ کو توجہ دلائی تھی اس کے حصول کا آغاز ہو گیا اور مسلمان بھی تعلیم کے میدان میں اُبھرنے لگا۔ یہ پہلی کڑی تھی اسلام کے تعلیم کے میدان میں غلبہ کی۔ اور اس سلسلہ کو جاری رکھنے اور بڑھانے کی خاطر یہ ضروری تھا کہ اس قسم کی بہت سی کڑیاں ظہور میں آئیں۔ اور ایک نہیں بلکہ سینکڑوں، ہزاروں احمدی ایسے پیدا ہو جائیں جو سائنس اور دیگر علوم میں نہایت اعلیٰ اور ممتاز مقام رکھتے ہوں تا دنیا مجبور ہو کر اُن کی طرف توجہ کرے اور اسے شدت کے ساتھ یہ احساس ہو جائے کہ اسلام کی تعلیم میں حقیقتاً اس قدر قوت اور حُسن موجود ہے کہ وہ انسان کو علم کے میدان میں اعلیٰ مقام عطا کر سکتی ہے۔ اور اسے یہ باور کرایا جا سکے کہ اسلام ایک عالمگیر اور ہر زمانہ کی ضرورت کو پورا کرنے والا مذہب ہے۔

احمدیہ تعلیمی منصوبہ کا آغاز

اِن مقاصدِ عالیہ کے پیشِ نظر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے سامنے ایک عظیم الشان تعلیمی پروگرام رکھا جسے "احمدیہ تعلیمی منصوبہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور حضور نے مختلف مواقع پر اپنے خطبات اور تقاریر میں اس کی تفصیلات بیان فرمائیں۔

احمدیہ تعلیمی منصوبہ کا خاکہ

اس عظیم منصوبہ کا جو خاکہ حضور رحمہ اللہ نے جماعت کے سامنے رکھا وہ مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے۔

۱۔ جماعت کا ہر بچہ آئندہ دس سال کے اندر کم از کم میٹرک اور ہر بچی کم از کم مڈل ضرور پاس کرے۔

۲۔ کوئی بھی اچھا ذہن ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا اور یہ کہ جماعت ہر قیمت پر ہر ذہین بچہ کو سنبھالے گی۔ چنانچہ اس کے لئے آپ نے وظائف ادائیگی حقوق طلباء کا اعلان فرمایا اور اس فنڈ میں سوا لاکھ روپے سالانہ رکھے گئے تا طلباء کو وظائف دیئے جا سکیں۔ حضور نے اس عزم کا اظہار فرمایا کہ اگر خدا ہمیں ایک ہزار ذہین بچے بھی دے گا تو جماعت کم کھا کر بھی ان کے پڑھانے کا انتظام کرے گی۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:۔

"مَیں نے پہلے بھی کہا ہے، اب بھی کہنے لگا ہوں اور کہتا رہوں گا کہ اصل بات تو یہ ہے کہ کوئی ذہین بچہ خواہ وہ افریقہ کے جنگلات میں پیدا ہو یا نیویارک کے محلات میں، وہ ماسکو میں پیدا ہو یا خانہ کعبہ کے علاقہ میں پیدا ہو، کوئی ذہین بچہ (جو ذہن خدا کی عطا ہے) ضائع نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ بنیادی حقیقت اور اصول ہے جو اسلام نے ہمیں بتایا اور جسے اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔"

(الفضل ۲۵ر فروری ۱۹۸۰ء)

۳۔ ہر احمدی طالب علم اور طالبہ اپنے سالانہ امتحان کے نتیجہ کی اطلاع خلیفۃ المسیح کو دیا کرے گا۔ اس سلسلہ میں حضور نے فرمایا:۔

"ساری جماعت کے لئے اعلان ہے کہ پہلی کلاس (کنڈر گارٹن) سے لے کر پی ایچ ڈی تک امتحان دینے والا ہر بچہ (لڑکا اور لڑکی) مجھے خط لکھے۔ مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر ایک کے لئے خاص طور پر دعا کروں گا اور دفتر کی طرف سے ان کو جواب بھی دیا جائے گا۔"

(الفضل ۲۹ر اپریل ۱۹۸۰ء)

۴۔ انعامات و تمغہ جات

اس منصوبہ کا ایک اہم جزو امتحانات میں اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے والے طلباء کے لئے انعامات اور تمغہ جات ہیں۔

یونیورسٹی یا بورڈ کے امتحانات میں اوّل، دوم اور سوم آنے والے طلباء و طالبات کے لئے بھی سونے کے تمغہ جات کا اعلان فرمایا۔ نیز ایسی طالبات کے لئے بھی ان تمغوں کا اعلان فرمایا جو طالبات کے گروپ میں اوّل و دوم یا سوم آئیں بشرطیکہ وہ طلباء و طالبات میں پہلی بیس پوزیشنوں میں آتی ہوں۔ نیز آنرز کے امتحانات میں بھی اوّل، دوم، سوم آنے والے طلباء و طالبات کے لئے تمغے دینے کا فیصلہ فرمایا بشرطیکہ وہ اس سال کے بی۔ ایس سی کے امتحان میں اوّل، دوم اور سوم آنے والوں کے کم از کم برابر فیصدی نمبر حاصل کریں۔

اس کے علاوہ پرائمری کے وظیفہ کے امتحان، مڈل اور میٹرک کے امتحانات میں پہلی تین تین سو پوزیشنیں، انٹرمیڈیٹ اور بی۔ اے، بی۔ ایس سی کے امتحان میں پہلی دو دو سو پوزیشنیں اور ایم۔ اے ایم ایس سی، میڈیکل اور انجینئرنگ کے (FINAL) امتحان میں ہر مضمون کی اوپر کی سات پوزیشنیں حاصل کرنے والے طلباء کو تفاسیر سیدنا حضرت اقدس اور تفسیرِ صغیر دینے کا اعلان کیا۔

یہ منصوبہ فی الحال پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش کے لئے جاری کیا گیا ہے۔

تمغہ جات کی بناوٹ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان انعامی تمغہ جات کی بناوٹ وغیرہ کی تفاصیل اس منصوبہ کی پہلی تقریب منعقدہ ۱۳ر جون ۱۹۸۰ء میں بیان فرمائیں جن کا خلاصہ انہی کے الفاظ میں حسب ذیل ہے

اوّل انعام

بورڈ یا یونیورسٹی کے امتحان میں اوّل آنے والے احمدی طالب علم یا طالبہ کے لئے ایک تولہ خالص سونے کا تمغہ انعام میں مقرر فرمایا۔ اس تمغے کا قطر ۴۱ ملی میٹر ہے۔ اس تمغہ کے چہرہ کے وسط میں منارۃ المسیح کی شکل ہے جس کے دائیں طرف "حمد" اور بائیں طرف "عزم" لکھا ہوا ہے۔ یہ الفاظ حضور نے جماعت کو ماٹو کے طور پر دیئے ہیں۔ اس کے نیچے قرآن کریم کی آیت وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ لکھی ہوئی ہے۔ تمغہ کی پشت پر اوپر رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا اور نیچے "صد سالہ احمدیہ جوبلی" لکھا ہوا ہے۔ درمیان میں جو جگہ خالی ہے وہاں تمغہ حاصل کرنے والے کا نام، امتحان اور امتحان کا سال لکھا جاتا ہے۔ یہی ڈیزائن ہر سہ تمغہ جات کی پشت پر ہے۔

دوئم انعام

دوئم آنے والے طالب علم یا طالبہ کے لئے ۳/۴ تولہ خالص سونے کا تمغہ ہے اس کا قطر بھی ۴۱ ملی میٹر ہی ہے منارۃ المسیح اور "حمد" اور "عزم" کے الفاظ ہیں اور نیچے یہ دعا لکھی گئی ہے

رَبِّ أَرِنِي حَقَائِقَ الْأَشْيَاءِ

یہ دعا اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ اے اللہ! میں امتحان میں فرسٹ نہیں آسکا۔ تو مجھے اور سکھا تا کہ میں آگے بڑھ سکوں اور مزید کامیابیاں حاصل کرسکوں۔

سوئم انعام

جو طالب علم یا طالبہ سوئم آئے گی اس کے لئے جو تمغہ مقرر ہے اس کا قطر بھی ۴۱ ملی میٹر ہے۔ اس کا وزن ۱/۲ تولہ سونا ہے۔ (پہلے اس کا وزن حضور نے ۴ تولہ چاندی مقرر فرمایا تھا مگر بعد میں تبدیلی فرمادی) اور چہرہ پر منارۃ المسیح کے نیچے یہ آیت لکھی ہوئی ہے۔

وَعَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

تمغہ جات کے ربن

ان تمغہ جات کے لئے جو ربن تیار کروایا گیا ہے وہ سفید اور کالے رنگ کا ہے۔ جماعت احمدیہ کے جھنڈے کا رنگ بھی یہی ہے۔ ان تمغہ جات کے لئے یہ ربن کیوں بنوایا گیا ہے؟ اس سلسلہ میں حضور نے فرمایا:۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں صرف دو جھنڈے استعمال کئے ہیں۔ ایک سیاہ، ایک سفید۔ ہم نے ان دونوں کا رنگ اکٹھا کر کے سفید اور سیاہ رنگ دونوں جھنڈے میں شامل کر لئے۔ ..... آنحضرت ؐ کے جھنڈوں جھنڈوں میں فرق ہے۔ ایک قسم کا جھنڈا کالا تھا۔ دوسری قسم کا جھنڈا سفید تھا۔ ہم نے وہ اکٹھا کر دیا تھا۔ وہ اس ربن پہ رنگ میں ہوگا برکت کی غرض سے نبی کریم ؐ نے جھنڈے کے لئے جو رنگ استعمال کئے اُن سے برکت حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار ہے۔"

(الفضل ۲۷ر جولائی ۱۹۸۰ء)

(مندرجہ بالا تفاصیل روزنامہ الفضل ۲۷ر جولائی ۱۹۸۰ء سے ماخوذ ہیں)۔

سویابین اور سویا لیسی تھین

ایک طالب علم کو بہت زیادہ دماغی محنت کرنا پڑتی ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے دماغ کو طاقت دینے والی اشیاء استعمال کرائی جائیں جن سے اس کا حافظہ مضبوط ہو۔ چنانچہ ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں بہت دلچسپی لی اور اس طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ حضور نے فرمایا:

"ایک چھوٹی سی بات میں بتا دوں کہ ایک نئی ریسرچ یہ ہوئی ہے کہ دال کی قسم کی ایک چیز سویابین ہے ...... اس سویابین میں ۲۴ فی صد تیل (چکنائی) ہے۔ اس چکنائی میں بھاری مقدار میں ایک کیمیائی جزو پایا جاتا ہے اس کو کہتے ہیں لیسی تھین۔ یہ کیمیائی جزو انسان کے حافظہ کے لئے بڑا مفید ہے۔ دماغ پر اس کے اچھے اثرات کے متعلق ۱۹۷۸ء میں نئے نئے تجربے ہوئے تھے ...... یہ نئی ریسرچ ہوئی ہے کہ سویابین کھانے سے طالب علم چالیس فیصد اپنا وقت بچا لیتا ہے یعنی جس بات کے حفظ کرنے میں دس منٹ اس کو لگتے تھے وہ اس نے چھ منٹ میں حفظ کر لی۔ تو بڑا فائدہ ہو گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ چھ گھنٹے اگر اس نے کام کیا ہے تو اس کا عام جو نتیجہ تھا وہ چھ کی بجائے دس نکلا۔ پہلے دس گھنٹے میں اگر اس نے چھ گھنٹے کی چیز حفظ کی تھی تو پھر چھ گھنٹے میں دس گھنٹے کی چیز حفظ کرنے لگ گیا۔ یا جو دس گھنٹے میں حفظ کرتا تھا وہ چھ گھنٹے میں حفظ کرنے لگ گیا۔ "لیسی تھین" میں اور بہت ساری خاصیتیں ہیں۔ میں بھی اس کو استعمال کرتا ہوں۔ میرے پاس امریکہ کی بنی ہوئی کیپسول ہیں۔ لیسی تھین ہے۔ یہ سویا لیسی تھین کہلاتے ہیں۔ اوّل تو سارا سال کھانی چاہیئے لیکن کم از کم چار مہینے امتحان سے پہلے وہ کھانا شروع کرے تو بہت ساری کمیاں دُور کر سکتا ہے۔"

(الفضل ۲۷ر جولائی ۱۹۸۰ء)

علاوہ ازیں حضور رحمہ اللہ نے سویا لیسی تھین کے کیپسول منگوائے اور نظارت تعلیم کے ذمہ ان کی تقسیم کا کام کیا۔ چنانچہ نظارت ضرورت مند طلباء کو یہ کیپسول "تحفۃً" دے رہی ہے۔

احمدیہ تعلیمی منصوبہ پر عمل اور اس کے شیریں اثمار

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے جاری فرمودہ تعلیمی منصوبہ نے احمدی طلباء و طالبات میں آگے بڑھنے اور نمایاں کامیابیاں حاصل کرنے کی ایک زبردست لہر دوڑا دی۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب جب بھی کسی بورڈ یا یونیورسٹی کا نتیجہ نکلتا ہے تو کوئی نہ کوئی احمدی طالب علم یا طالبہ اوّل، دوئم، سوئم پوزیشنیں حاصل کرلیتی ہے۔ یہ یقیناً ایک بہت بڑا انقلاب ہے اور ابھی تو اس کی ابتدا ہے۔ اس تعلیمی منصوبہ کی برکت سے وہ دن جلد آئیں گے جب ہر یونیورسٹی اور بورڈ کی تمام اعلیٰ پوزیشنیں احمدی طلباء حاصل کریں گے۔ انشاء اللہ۔

انعامی تمغہ جات کی تقسیم

احمدیہ تعلیمی منصوبہ کے تحت حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی میں انعامی تمغہ جات کی تقسیم کی کُل سات تقاریب منعقد ہوئیں جن میں حضور نے بڑے پیار کے ساتھ یہ تمغہ جات طلباء کو پہنائے۔ مستورات میں حضور ایک پلیٹ میں تمغہ جات رکھ کر طالبہ کو عطا فرماتے جسے حضور کی حرم حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ اس طالبہ کو پہناتیں۔ مستورات میں تمغہ جات کی آخری تقریب جو حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد جلسہ سالانہ ۱۹۸۱ء کے موقع پر منعقد ہوئی اس میں حضرت بیگم صاحبہ کی جگہ حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ کی صاحبزادیوں محترمہ سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ اور محترمہ سیدہ امۃ القیوم صاحبہ نے طالبات کو تمغے پہنائے۔

ان تقاریب میں کل ۳۲ تمغہ جات تقسیم ہوئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اوّل : ۱۷ ، دوم : ۱۰، سوم : ۵

وظائف ادائیگی حقوق طلباء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحؒ نے احمدیہ تعلیمی منصوبہ کے تحت ادائیگی حقوق طلباء کے وظائف کا بھی اعلان فرمایا تھا اس کے تحت ایسے ذہین بچوں کو اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لئے وظائف دیئے جاتے ہیں جو ان تعلیمی اخراجات کو خود برداشت نہیں کر سکتے۔ ان وظائف کا دائرہ غیر از جماعت ذہین اور مستحق طلباء تک وسیع ہے منصوبہ کی اس شق کے تحت منصوبہ کے آغاز سے اب تک دو لاکھ تینتالیس ہزار سات سو اٹھتیں روپے کے وظائف دیئے جا چکے ہیں الحمدللہ۔

تعلیمی کوائف کا اندراج

احمدیہ تعلیمی منصوبہ کے سلسلے میں اس امر کا اہتمام بھی کیا گیا ہے کہ پاکستان میں زیر تعلیم تمام احمدی طلباء و طالبات کے تعلیمی کوائف مرکز میں جمع کئے جائیں۔ نظارت تعلیم نے ایک کوائف فارم شائع کیا ہے جو طلباء و طالبات کو بھیجا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے کوائف درج کر کے واپس ناظر تعلیم کو بھیج دیں۔ مرکز میں یہ انتظام کیا گیا ہے کہ ہر طالب علم اور طالبہ کا تعلیمی کارڈ بنایا گیا ہے جس میں اس تعلیمی منصوبہ کی ابتداء سے ہر طالب علم کی مکمل تعلیم تک کا اندراج ہوگا۔ اس بارہ میں حضور کی خواہش اور منصوبہ یہ تھا کہ اس حصہ کو COMPUTERIZE کیا جائے جو ہر طالب علم کے جملہ کوائف خود بخود تیار کر کے اس کی تعلیمی ترقی کے متعلق جماعت کو بتاتا رہے کہ فلاں بچہ اپنی تعلیم میں سست ہے یا فلاں نے اتنی ترقی کی ہے۔

احمدیہ تعلیمی منصوبہ کا محور — تعلیم القرآن

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے سامنے جو تعلیمی منصوبہ پیش فرمایا اُس کا محور قرآن کریم ہے۔ اس سارے منصوبے کی جان اور روح تعلیم القرآن ہے حضور نے دنیاوی تعلیم پر اس لئے زور دیا کہ تا قرآن کریم کو سمجھنے اور اس کے معارف حاصل کرنے میں آسانی پیدا ہو سکے جیسا کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس منصوبہ کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اس منصوبے کی اہمیت یہ ہے کہ افرادِ جماعت کو دنیوی علم سے درجہ بدرجہ آراستہ کر کے ان میں

قرآنی علوم و معارف سے بہرہ ور ہونے کی اہلیت پیدا کی جائے کیونکہ یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ ایک اَن پڑھ کے مقابلہ میں ایک میٹرک پاس نوجوان قرآن کو سمجھنے اور اس کے علوم و معارف سے استفادہ کرنے کی زیادہ اہلیت رکھتا ہے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ ایف۔ اے، ایف ایس سی بی۔ اے، بی ایس سی اور ایم۔ اے، ایم۔ ایس سی پاس میں قرآن کو سمجھنے اور اُس کے انوار سے منوّر ہونے کی اہلیت بڑھتی چلی جاتی ہے۔"

(الفضل ۱۵ر جولائی ۱۹۸۰ء)

تعلیم القرآن پر زور دیتے ہوئے حضور نے مزید فرمایا:۔

"آئندہ دس برس کے اندر ہر احمدی قرآن کریم کی تعلیم اپنی عمر کے مطابق سیکھے۔"

(الفضل ۲۹ر اپریل ۱۹۸۰ء)

حضور پُرنور رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات، تقاریر اور خطبات سے پتہ چلتا ہے کہ احمدیہ تعلیمی منصوبہ کا مقصد جہاں دنیاوی علوم میں احمدیوں کو جدید دنیا کے پہلو بہ پہلو کھڑا کرنا ہے وہاں ہر احمدی کے دل میں قرآن کریم کی محبت اور پیار پیدا کرنا ہے اور اس کی استطاعت کے مطابق قرآن کریم کا علم اسے سکھانا ہے۔

احمدیہ تعلیمی منصوبہ اور مستقبل میں پیدا ہونے والا انقلاب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے سامنے جو عظیم الشان تعلیمی منصوبہ پیش فرمایا ہے یہ دُور رس نتائج کا حامل ہے۔ اس کے اثرات اس کی ابتداء ہی میں ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں لیکن مستقبل قریب میں اس کے ذریعہ ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہونے والا ہے آج کوئی مانے یا نہ مانے لیکن وہ دن جلد آتے ہیں جب ساری دنیا پکار اُٹھے گی کہ اس منصوبہ کی بدولت جماعت احمدیہ نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ بورڈ اور یونیورسٹیوں کے نتائج اس امر پر شاہد ہیں کہ اس منصوبہ کی بدولت احمدی طلباء و طالبات میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا ہے اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے اب یہ حالت پیدا ہو چکی ہے کہ جب بھی کسی بورڈ یا یونیورسٹی کا نتیجہ آتا ہے تو اس میں کوئی نہ کوئی نمایاں پوزیشن احمدی طلباء و طالبات کی ہوتی ہے اور ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا جلد وہ دن لائے جب بورڈ اور یونیورسٹی میں اوّل آنے والا بھی احمدی ہو، دوم آنے والا بھی احمدی ہو اور سوئم آنے والا بھی احمدی ہو۔

احمدیہ تعلیمی منصوبہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس سے جماعت احمدیہ کے مرد و زن کا تعلیمی معیار بلند ہو گا۔ حضورؒ نے کم از کم تعلیمی معیار لڑکوں کے لئے میٹرک اور لڑکیوں کے لئے مڈل قائم فرمایا ہے۔ جب جماعت اس ٹارگٹ کو حاصل کر لے گی تو حضورؒ کے الفاظ یقیناً پورے ہوں گے کہ

"دنیا میں ایک انقلابِ عظیم آ جائے گا۔ احمدیوں کا تعلیمی معیار تناسب کے لحاظ سے دوسروں سے بہت بہتر ہو گا۔ جب ہمارے سو فیصدی طلباء میٹرک پاس کر لیں گے تو اعلیٰ تعلیم کا تناسب بھی لازماً بلند ہو جائے گا اس تعلیم کا آئندہ نسلوں پر بڑا خوشگوار اثر پڑے گا اور ایک انتہائی تعلیم یافتہ اور مہذب معاشرہ وجود میں آئے گا جس کے نتیجہ میں یہ دنیا جنت ارضی کا نظارہ پیش کرے گی۔

احمدیہ تعلیمی منصوبہ کی غیر معمولی اہمیت اور عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے مولوی عبدالرحیم اشرف ایڈیٹر "المنبر" فیصل آباد نے اپنے رسالہ میں احمدیہ تعلیمی منصوبہ کا پروگرام حضور کے الفاظ میں جماعت احمدیہ کے ایک ماہنامہ مصباح سے نقل کرنے کے بعد لکھا کہ

"یہ الفاظ و عبارت قادیانی امت کے شعبہ مستورات کے بقول ان کے علمی، مذہبی اور ادبی رسالہ ماہنامہ مصباح ربوہ کے تازہ شمارہ بابت اگست سے ماخوذ ہے۔ ایک بار ان الفاظ کو پھر سے پڑھیئے اور پھر اگر توفیقِ الٰہی ہو تو حسب ذیل سوالات کا جواب اپنے آپ سے، اپنی سیاسی جماعت کے قائدین، اپنے مذہبی فرقوں کے مبلغین سے، فرقہ واریت کی بنیاد پر ایک دوسرے کو سبّ و شتم کرنے والے واعظین سے معلوم کیجیے اور پھر ایک مرتبہ سوچیئے کہ جو جماعت، جو تنظیم اور جس جماعت اور تنظیم کی قیادت اس انداز سے سوچنے اور منظم طریقے پر عمل کرنے کا مستحکم ارادہ رکھتی بلکہ عمل شروع کر چکی ہو، چاہے وہ سر تا قدم کفر و الحاد کی علمبردار ہی کیوں نہ ہو، اسے شکست دینے یا اُس کے غلط عقائد سے دوسروں کو بچانے کے لئے صرف پُرجوش تقریریں، نعرے اور وقتی جذبات کے تحت شدید سے شدید تر چلائی جانے والی تحریکات مؤثر ثابت ہو سکیں گی۔"

(ہفت روزہ "المنبر" فیصل آباد ۱۰ر ستمبر تا ۱۶ر ستمبر ۱۹۸۰ء)

ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اگرچہ آج ہم میں موجود نہیں لیکن وہ اپنے لازوال کارناموں کی بدولت ہمیشہ زندہ رہیں گے اور ان کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ 'احمدیہ تعلیمی منصوبہ' کا اجراء ہے۔ مستقبل کا مؤرخ جب جماعت احمدیہ کی عالمگیر ترقی کا ذکر کرے گا تو وہ مجبور ہو گا کہ حضور نور اللہ مرقدہٗ کے پیش فرمودہ تعلیمی منصوبے کا ذکر کرے کیونکہ یہ بات بغیر کسی شک و شبہ کے کامل یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ دنیا کی تقدیر بدلنے میں احمدیہ تعلیمی منصوبہ ایک نہایت اہم کردار ادا کرے گا۔ انشاء اللہ

روزنامہ الفضل ربوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نمبر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ

کے متحرک و فعال دورِ خلافت کی

تحریکات

مکرم قمر الزمان مرزا صاحب۔ دلوکہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ۔ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے اپنے سب سے پہلے انٹرویو میں بیان فرمایا کہ ہم چار دانگ دنیا میں پھیل جائیں گے اور اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گی۔ اسی سلسلہ میں حضور نے جماعت کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:۔

"آئندہ پچیس تیس سال جماعت احمدیہ کے لئے نہایت ہی اہم ہیں کیونکہ دنیا میں روحانی انقلاب عظیم پیدا ہونے والا ہے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ کون سی خوش بخت قومیں ہوں گی جو ساری کی ساری یا ان کی اکثریت احمدیت میں داخل ہوگی وہ افریقہ میں ہوں گی یا جزائر میں یا دوسرے علاقوں میں لیکن میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں جب دنیا میں ایسے ممالک اور علاقے پائے جائیں گے۔ جہاں کی اکثریت احمدیت کو قبول کرے گی اور وہاں کی حکومت احمدیت کے ہاتھ میں ہوگی"۔ (الفضل ۹ ۶/۶۶)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے عہد خلافت میں غلبۂ اسلام کی مہم کو کامیاب بنانے میں مصروف رہے غلبۂ اسلام کی مہم کو تیز سے تیز تر کرنے کے لئے الٰہی منشاء کے تحت آپ نے جماعت کے سامنے بہت سی تحریکات رکھیں جن میں سے چند ایک کا ذکر درج ذیل ہے۔

مساکین کو کھانا کھلانے کی تحریک

۱۷ دسمبر ۱۹۶۵ء کو حضور نے جماعت کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ جماعت کے عہدیداران اس بات کا جائزہ لیں اور وہ اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ جماعت کا کوئی فرد بھوکا نہ سوئے۔ حضور نے ایک ایسی سکیم جماعت کے سامنے رکھی کہ جس کے نتیجہ میں طبقاتی کشمکش کی تحریک دم توڑ جاتی ہے اس وقت دنیا میں طبقاتی کشمکش اس لئے جاری ہے کہ امیر طبقہ غریب طبقہ کا خیال نہیں رکھتا بلکہ غریبوں کو غریب بنا کر ان کی دولت حاصل کرنا چاہتا ہے حضور کی دوراندیشی اور فراست نے اس بات کو بھانپ لیا تھا اس سکیم کا اعلان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

"کوئی احمدی رات کو بھوکا نہیں سونا چاہیئے سب سے پہلے یہ ذمہ داری افراد پر عائد ہوتی ہے اس کے بعد جماعتی تنظیم اور حکومت کی باری آتی ہے کیونکہ سب سے پہلے یہ ذمہ داری اس ماحول پر پڑتی ہے جس ماحول میں وہ محتاج اپنی زندگی کے دن گزار رہا ہے ...
..... احمدیوں میں عام طور پر یہ احساس پایا جاتا ہے کہ کوئی احمدی بھوکا نہ رہے لیکن میرا احساس یہ ہے کہ ابھی اس حکم پر کما حقہ عمل نہیں ہو سکا اس لئے آج میں ہر ایک کو جو ہماری کسی جماعت کا عہدیدار ہے متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ذمہ دار ہے اس بات کا کہ اس کے علاقہ میں کوئی احمدی بھوکا نہیں سویا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ آپ کو خدا کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔
اگر کسی وجہ سے آپ کا محلہ یا جماعت اس محتاج کی مدد کرنے کے قابل نہ ہو تو آپ کا فرض ہے کہ مجھے اطلاع دیں میں اپنے رب سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے توفیق دے گا کہ میں ایسے ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کر دوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ"

(الفضل ۱۰ ۳/۶۶)

اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے احباب جماعت نے اپنے محتاج اور غریب بھائیوں کی ضرورتیں پوری کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔

فضل عمر فاؤنڈیشن کا قیام

حضرت مصلح موعود کے بے مثال کارناموں اور ان گنت احسانوں کی یادگار کے طور پر حضرت المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء کے موقع پر فضل عمر فاؤنڈیشن کے نام سے ایک ادارے کے قیام کا اعلان فرمایا اور اس کے لئے ۲۵ لاکھ روپے کا فنڈ مقرر فرمایا۔ جس کے ذریعے سے بڑے اہم کام کئے گئے۔

وقفِ جدید کے دفتر اطفال کا اجراء

حضور نے ۱۹۶۶ء میں دفتر وقف جدید اطفال کا اجرا فرمایا۔ جس کا مقصد یہ ہے۔ کہ ہر طفل وقف جدید کے چندہ میں حصہ لے اور وقف جدید کے کاموں میں حصہ دار بنے حضور نے فرمایا اگر ہمارے بچے کم از کم ایک اٹھنی ماہوار ادا کریں۔ تو وہ وقفِ جدید کا سارا خرچ ادا کر سکتے ہیں چنانچہ حضور نے جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہماری جماعت میں امیر بھی ہیں اور غریب بھی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ ہر بچہ اٹھنی دے مگر یہ ضرور کہتا ہوں کہ ہر بچہ جتنا دے سکتا ہے ضرور دے اگر وہ دھیلا دے سکتا ہے اگر وہ پیسہ دے سکتا ہے دونی دے سکتا ہے، اگر وہ چونی دے سکتا ہے تو اتنا اس کو ضرور دینا چاہیئے ورنہ آج اس کے دل میں اسلام کی محبت کا وہ بیج نہیں بویا جائے گا جو بڑے ہو کر درخت بنتا اور شیریں پھل لاتا ہے"

(الفضل ۹ ۷/۶۶)

احمدی بچوں اور بچیوں نے اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے وقف جدید کا چندہ ادا کرنا شروع کر دیا پہلے حضور نے اطفال کے لئے پچاس ہزار روپے ٹارگٹ مقرر فرمایا تھا جو اطفال اور ناصرات نے پورا کر دیا پھر حضور نے ایک لاکھ ٹارگٹ مقرر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی بچے پورا کر دیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

تحریک جدید دفتر سوم کا اجراء

حضور نے تحریک جدید کے دفتر سوم کی غرض اور مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ چونکہ دفتر اوّل کے چندہ دہندگان جنہوں نے بڑے اخلاص اور قربانی کا مظاہرہ کیا ہے ان میں سے بعض فوت ہو گئے ہیں اور اکثر ملازمتوں اور کاروبار سے الگ ہو گئے ہیں اس لئے میں نے چاہا کہ نئے نوجوانوں کے لئے دفتر سوم کا اجراء کروں چنانچہ حضور نے اس موقعہ پر فرمایا

"تمام جماعتوں کو ایک باقاعدہ مہم کے ذریعہ نوجوانوں نئے احمدیوں اور نئے کمانیوالوں کو دفتر سوم میں شمولیت کے لئے تیار کرنا ہے"

(الفضل ۲۷ ۱۰/۶۶)

ایسے افراد جو تحریک جدید کے چندہ دہندگان میں شامل نہیں ہوئے تھے ان کو مخاطب کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

"پس تحریک جدید کے دفتر سوم کی طرف خصوصاً احمدی مستورات اور عموماً وہ تمام احمدی مرد اور بچے اور نوجوان جنہوں نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی، وہ اس طرف متوجہ ہوں اور اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی کوشش کریں"۔ (الفضل ۹ ۱۲/۶۶)

احباب جماعت نے اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دفتر سوم میں وعدہ جات لکھوائے اور خدا کے فضل سے ہر سال اس کے بجٹ میں اضافہ ہو رہا ہے۔

تعلیم القرآن کی تحریک

غلبہ اسلام کی مہم کو کامیابیوں سے ہمکنار کرنے کے لئے سب سے بنیادی چیز قرآنی علوم کا حصول اور ان پر عمل پیرا ہونا ہے اس مقصد کے لئے حضور نے احباب جماعت کو قرآن کریم سیکھنے کی پُرزور تحریک فرمائی اور بار بار اس کی طرف توجہ دلاتے رہے۔

حضور نے خطبہ جمعہ میں احباب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہماری یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ دو تین سال کے اندر ہمارا کوئی بھی بچہ ایسا نہ رہے جسے قرآن کریم پڑھنا نہ آتا ہو۔"

(الفضل ۱۹ ۲/۶۹)

پھر فرمایا:۔

"قرآن کریم کے بغیر آپ کے گھر بھی بے برکت رہیں گے ہر احمدی کا گھر ایسا ہونا چاہیئے کہ اس میں رہنے والے ہر فرد جو اس عمر کا ہے کہ وہ قرآن کریم پڑھ سکتا ہو. صبح کے وقت اس کی تلاوت کر رہا ہو"

(الفضل ۱۹ ۲/۶۹)

حضور نے جماعت کے عہدیداران کو اس اہم تحریک کو کامیاب بنانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"میں پھر تمام جماعتوں کو تمام عہدیداران خصوصاً امرائے اضلاع کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ قرآن کریم کا سیکھنا. جاننا اس کے علوم کو حاصل کرنا اور اس کی باریکیوں پر اطلاع پانا اور ان راہوں سے آگاہی حاصل کرنا جو قرب الٰہی کی خاطر قرآن کریم نے ہمارے لئے کھولے ہیں ازبس ضروری ہے اس کے بغیر ہم وہ کام ہرگز سرانجام نہیں دے سکتے جس کے لئے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے پس میں آپ کو ایک دفعہ پھر آگاہ کرتا ہوں اور متنبہ کرتا ہوں کہ آپ اپنے اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوں اور اپنی انتہائی کوشش کریں کہ جماعت کا ایک فرد بھی ایسا نہ رہے نہ بڑا نہ چھوٹا نہ مرد نہ عورت نہ جوان نہ بچہ کہ جسے قرآن کریم ناظرہ پڑھنا نہ آتا ہو۔ جس نے اپنے ظرف کے مطابق قرآن کریم کے معارف حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔"

(الفضل ۲۷ ۹/۶۹)

حضور کے اس ارشاد کے تحت نظارت تعلیم القرآن کا قیام عمل میں آیا تمام جماعتوں میں قرآن کریم کی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ اصلاح وارشاد کے مربیان اور معلمین وقف جدید کے معلمین خاص طور پر اس سلسلہ میں کام کر رہے ہیں۔ حضور نے مجلس موصیان کو بھی تعلیم القرآن کا کام سپرد فرمایا ہے۔

۱۶۔ وقفِ عارضی کی تحریک

تعلیم القرآن کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ایسے افراد کی ضرورت ہے جو قرآن مجید جانتے ہوں اور اپنے وقت کا کچھ حصّہ اس خدمت کے لئے پیش کریں ایسے افراد کے بغیر تعلیم القرآن کی تحریک کو جاری نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے حضور نے تعلیم القرآن تحریک کو کامیاب بنانے اور پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے (وقفِ عارضی) کی تحریک جاری فرمائی۔

حضور نے احباب جماعت سے مطالبہ کیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں وقفِ عارضی کی تحریک میں شامل ہوں اور جہاں ان کو بھجوایا جائے بشاشت قلبی سے وہاں جائیں۔ اس سلسلہ میں حضور نے فرمایا:۔

"میں جماعت کو یہ تحریک کرتا ہوں کہ وہ دوست جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے سال میں دو ہفتے سے چھ ہفتے تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیں۔ انہیں جماعت کے مختلف کاموں کے لئے جس جس جگہ بھجوایا جائے وہاں وہ اپنے خرچ پر رہیں اور جو کام ان کے سپرد کیا جائے انہیں بجالانے کی پوری کوشش کریں" (الفضل ۲۳ ۳/۶۶)

حضور مزید فرماتے ہیں:۔

"وقف عارضی میں مجھے ہر سال کم از کم پانچ ہزار واقفین چاہئیں اس کے بغیر ہم صحیح رنگ میں تربیت نہیں کر سکتے"

(الفضل ۱۰ ۷/۶۶)

تعلیم القرآن اور وقف عارضی کی بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت کے سلسلہ میں آپ کو ایک روحانی نظارہ دکھایا گیا کہ زمین ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک نور سے منور ہو گئی ہے اور پھر نور مجسم ہو کر "بُشریٰ لکُم" کی شکل میں نمودار ہوا ہے حضور فرماتے ہیں۔

"اس وقت مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ جو نور میں نے اس دن دیکھا تھا وہ قرآن کریم کا نور ہے جو تعلیم القرآن کی سکیم اور وقف عارضی کی سکیم کے تحت دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ اس مہم میں برکت ڈالے گا اور انوار اسی طرح زمین پر محیط ہو جائیں گے۔ جس طرح اس نور کو زمین پر محیط ہوتے ہوئے دیکھا ہے"

(الفضل ۱۰ ۷/۶۶)

مجلس ارشاد مرکزیہ کا قیام

حضور نے جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کی علمی تحقیقی ترقی کے لئے مجلس ارشاد مرکزیہ کا قیام فرمایا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اہلِ علم احباب تحقیقی مقالہ جات تیار کریں جن کے عنوانات حضور کی طرف سے تجویز ہوتے تھے اور وہ مقالہ جات مجلس ارشاد کے اجلاس میں پڑھ کر سنائے جائیں تاکہ نوجوان اور نئے احمدی مقررین تحقیقی کام سے واقف ہوں اور ان سے استفادہ کرتے ہوئے خود بھی تحقیقی کام کریں حضور بنفسِ نفیس ان اجلاسوں کی صدارت فرماتے احباب جماعت کو کلماتِ طیبات سے مستفیض فرماتے۔ حضور کے ارشاد کے

تحت مرکز سلسلہ کے علاوہ پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں بھی مجلس ارشاد کے اجلاس منعقد کرنے کا انتظام کیا گیا۔ چنانچہ۔ کراچی حیدر آباد۔ کوئٹہ۔ ملتان۔ ساہی وال۔ لاہور فیصل آباد۔ سرگودھا۔ سیالکوٹ۔ راولپنڈی اور پشاور میں باقاعدہ مجلس ارشاد کا قیام عمل میں آیا۔ اور اس کے اجلاس ہوتے رہے

بد رسوم کے خلاف جہاد

۱۹۶۷ء میں حضور نے جماعت احمدیہ میں پیدا ہونے والی بد رسوم کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا اور احباب جماعت کو اس جہاد میں شامل کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں ہر احمدی کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اور جماعت احمدیہ میں پاکیزگی کو قائم کرنے کے لئے جس پاکیزگی کے قیام کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تھے ہر بدعت اور بد رسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ سب میرے ساتھ اس جہاد میں شریک ہوں گے"

(الفضل ۲ ۷/۶۷)

حضور نے اس سلسلہ میں متعدد خطبات دیئے جن میں آپ نے بد رسوم اور ان کے مضرات کو بیان کر کے احباب کو ان سے کلیۃً اجتناب کی تلقین فرمائی اور ان بد رسوم کو چھوڑ دینے کے نتیجہ میں جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان سے جماعت احمدیہ کو آگاہ فرمایا۔ اور سلسلہ کے مربیان اور امراء اضلاع اور پریذیڈنٹ صاحبان کی ذمہ داری قرار دی کہ وہ اپنے ہاں بد رسوم کو ختم کرنے کا انتظام کریں نیز فرمایا کہ اگر کوئی فرد ان رسوم کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہو تو امراء اضلاع مجھے اطلاع دیں۔ تاکہ میں اس کا مناسب انتظام کروں۔

اس سلسلہ میں حضور نے مزید فرمایا۔

"اس وقت اصولی طور پر ہر گھرانے کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں ہر گھر کے دروازے پر کھڑا ہو کر اور ہر گھرانہ کو مخاطب کر کے بد رسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں"

(الفضل ۲ ۷/۶۷)

اتحاد بین المسلمین کی تحریک

۱۹۶۷ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اپنے پہلے سفر یورپ سے واپس تشریف لائے تو آپ نے ۲۲۔ اگست کو کراچی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کے سامنے اتحاد بین المسلمین کی تحریک پیش فرمائی تاکہ مسلمان متحد ہو کر غلبۂ اسلام کی مہم میں حصہ لیں اور عالم اسلام کے خلاف کی گئی سازشوں کا مقابلہ کریں حضور کی اس پریس کانفرنس کی خبر دیتے ہوئے اخبار جنگ کراچی لکھتا ہے۔

"احمدیہ فرقہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے تجویز پیش کی ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو سات سال کی مدت کے لئے یہ طے کر لینا چاہیئے کہ وہ آپس کے اختلافات بھلا کر دنیا میں اسلام کی تبلیغ کے لئے سر توڑ کوشش کریں گے اور اس عبوری دور میں ایک دوسرے پر کسی قسم کی نکتہ چینی نہیں کریں گے"

(روزنامہ جنگ کراچی مورخہ ۲۳ ۸/۶۷)

اور اخبار تعمیر راولپنڈی نے لکھا۔

"احمدیہ فرقہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے دنیا کے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ بنی نوع انسان کی بہبود کے لئے متحد ہو کر کام کریں۔ آج یہاں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مسلمان ایک انتہائی نازک دور سے گزر رہے ہیں اب وقت ہے کہ متحد ہو کر اس چیلنج کا مقابلہ کیا جائے احمدیہ فرقہ کے سربراہ نے تجویز کیا ہے کہ پاکستان کے مختلف فرقوں کا ایک مشترکہ اجلاس بلایا جانا چاہیئے تاکہ مسلمانوں کی ترقی کے لئے کوئی مشترکہ پروگرام تیار کیا جا سکے اپنے دورے کے متعلق انہوں نے کہا کہ دنیا میں مسلمانوں کے خلاف ایک مہم شروع ہو چکی ہے اور اس کا مقابلہ زیادہ سے زیادہ مشن غیر ممالک کو بھیج کر کیا جا سکتا ہے"

(اخبار تعمیر ۲۳ ۸/۶۷)

تسبیح و تحمید اور درود شریف کی تحریک

حضور نے احباب جماعت کو بکثرت تسبیح و تحمید اور درود شریف کا ورد کرنے کی تحریک فرمائی کہ خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں اور اس کے فضلوں کو جذب کرنے کی کوشش کریں تاکہ غلبۂ اسلام کا زمانہ قریب سے قریب تر آ جائے چنانچہ حضور نے فرمایا:۔

"میں چاہتا ہوں کہ تمام جماعت کثرت کے ساتھ تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنے والی بن جائے اس طرح ہو کہ ہمارے مرد ہوں یا عورتیں روزانہ کم از کم ۲۰۰ بار تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا ہے یعنی سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد۔

اور ہمارے نوجوان ۱۵ سال سے ۲۵ سال کی عمر کے ایک سو بار تسبیح اور درود پڑھیں۔

اور ہمارے بچے سات سال سے ۱۵ سال تک کی عمر کے ۳۳ دفعہ یہ تسبیح اور درود شریف پڑھیں اور ہمارے بچے اور بچیاں جن کی عمر سات سال سے کم ہے جو ابھی پڑھنا نہیں جانتے ان کے والدین یا ان کے سرپرست اگر والدین نہ ہوں ایسا انتظام کریں کہ ہر وہ بچہ یا بچی جو کچھ بولنے لگ گئی ہے یا لفظ اٹھانے لگ گئی ہے ان سے ۳ دفعہ کم از کم تسبیح و درود کہلوایا جائے"

(الفضل ۲۲ ۳/۶۸)

تحریک استغفار

غلبۂ اسلام تمام تر خدا کے فضلوں پر موقوف ہے اور خدا کے فضلوں کو حاصل کرنے کا مؤثر ذریعہ استغفار ہے چنانچہ حضور نے احباب جماعت کو کثرت سے استغفار کرتے رہنے کی تحریک فرمائی۔ حضور نے فرمایا:۔

"ہماری جماعت کے ذمہ تمام دنیا میں اسلام کے جھنڈے کو بلند کرنا ہے اتنی بڑی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہماری تمام بشری کمزوریاں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی چادر کے نیچے دبی رہیں اور ان کا ظہور نہ ہو۔ اس غرض کے لئے ضروری ہے کہ جماعت کے تمام مرد اور تمام خواتین جن کی عمر ۲۵ اور ۱۵ سال کے درمیان ہے وہ دن میں ۳۳ بار جن کی عمر ۱۵ سے ۷ سال کے درمیان ہے۔ وہ دن میں گیارہ بار اور چھوٹے بچے جن کی عمر ۷ سال سے کم ہے وہ روزانہ کم از کم تین بار استغفار کیا کریں"

(الفضل ۲ ۷/۶۸)

سورۃ بقرہ کی سترہ آیات یاد کرنے کی تحریک

اس بابرکت تحریک کو جماعت کے سامنے رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

"میرے دل میں یہ خواہش شدت سے پیدا کی گئی ہے کہ قرآن کریم کی سورہ بقرہ کی ابتدائی سترہ آئتیں۔۔۔۔ ہر احمدی کو یاد ہونی چاہئیں اور جس حد تک ممکن ہو ان کے معانی بھی آنے چاہئیں اور جس حد تک ممکن ہو ان کی تفسیر بھی آنی چاہیئے اور پھر ہمیشہ دماغ میں وہ مستحضر بھی رہنی چاہئیں۔

مجھے آپکی سعادت مندی اور جذبہ اخلاص اور اس رحمت کو دیکھ کر جو ہر آن اللہ تعالیٰ آپ پر نازل کر رہا ہے امید ہے کہ آپ میری روح کی گہرائی سے پیدا ہونے والے اس مطالبہ پہ لبیک کہتے ہوئے ان آیات کو زبانی یاد کرنے کا اہتمام کریں گے مرد بھی یاد کریں گے، عورتیں بھی یاد کریں گی۔ چھوٹے بڑے سب ان سترہ آیات کو از بر کر لیں گے"

(الفضل ۱ ۱/۶۹)

خاص دعاؤں کی تحریک

حضور نے اپنی خداداد فراست سے دنیا میں آئندہ پیدا ہونے والے حالات کو بھانپ لیا اور جان لیا کہ دنیا تباہی و بربادی اور اخلاقی و روحانی انحطاط کی طرف جا رہی ہے دنیا کو اس ہولناک تباہی سے بچانے کے لئے حضور نے احباب جماعت کو بکثرت

ناصرِ دین

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں

مکرم راجہ نذیر احمد صاحب ظفر۔ ربوہ

نور کا جس کے گرد ہالا تھا — جس کو نصرت جہاں نے پالا تھا
جو تھا موعود باپ کا موعود — جس کا الہام میں حوالہ تھا
ساری دنیا تھی جس کی نظروں میں — شرق اور غرب دیکھا بھالا تھا
جس کا کسرِ صلیب کا جلسہ — کفر کے دل میں ایک بھالا تھا
جس نے صدیوں کے بعد اندلس میں — کر دیا دین کا بول بالا تھا
جس نے تقدیر کو دعاؤں سے — حق میں ہم عاجزوں کے ڈھالا تھا
کتنے کمزور پاتھے ہم میں سے — جن کو اس شخص نے سنبھالا تھا
اس کے سائے میں جنتیں لوٹیں — باپ تھا اور پیار والا تھا
کر کے ہم کو یتیم چھوڑ گیا — پھر پڑا ظلمتوں سے پالا تھا
ناگہاں چاند اک طلوع ہوا — اب کے طاہر کا یہ اجالا تھا

لو علاجِ جدائی آ پہنچا
ناصرِ دیں کا بھائی آ پہنچا

دعائیں کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا۔
"میں نے جماعت کو کم از کم تعداد مقرر کئے بغیر یہ تحریک کی تھی کہ یہ کثرت سے پڑھیں رب کل شیٔ خادمک رب فاحفظنا وانصرنا وارحمنا۔
میں آج ایک تو یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ چونکہ سال ختم ہونے والا ہے دوست دعا چھوڑیں نہ بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ دنیا میں جو حالات رونما ہو رہے ہیں ان کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم ان دعاؤں کو کم کرنے کی بجائے اور بھی زیادہ کریں۔۔۔ میں آج ایک نئی دعا بھی ان دعاؤں میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ دوست اس دعا کو بھی کثرت سے ساتھ پڑھیں وہ یہ ہے۔

ربنا افرغ علینا صبراً و
ثبت اقدامنا وانصرنا علی
القوم الکافرین
(الفضل ۱۹ ۳/۶۹)

حضور نے اپنے عہد خلافت میں متعدد بار اقوام عالم کو اس ہولناک عالمگیر تباہی سے متنبہ کیا اور اس ہلاکت سے دنیا کو بچانے کے لئے احباب جماعت کو دعائیں کرنے کی بار بار تلقین بھی کرتے رہے۔

مجالس موصیان کا قیام

حضور نے موصیان کو جو جماعت کے انتہائی قربانی کرنے والے اور جماعت کے ہر معیار پر پورا اترنے والے افراد ہیں، مزید منظم کرنے کے لئے ۱۹۶۹ء میں مجلس موصیان کا قیام فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ ہر جماعت میں موصیان کا ایک منتخب صدر ہوگا جو ہر موصی کے افعال و کردار پر نظر رکھے گا کہ آیا اس کا کردار ایک موصی کے شایان شان ہے یا نہیں نیز صدر موصیان باقاعدہ ہر سہ ماہی میں ہر موصی کے متعلق مجلس موصیان مرکزیہ کو رپورٹ بھجوائے۔ حضور نے اس مجلس موصیان کے ذمہ قرآن کریم پڑھانے کا کام سپرد کرتے ہوئے فرمایا۔
"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ تنظیم قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے سے اپنا کام شروع کرے"
(الفضل ۱۰ ۴/۶۹)
حضور نے مجلس موصیان کے فرائض بیان کرتے ہوئے فرمایا۔
"اس صدر کی زیر نگرانی ان تمام امور کو بجا لائیں جو الوصیت کی رو سے قرآنی تعلیم پر عمل اور اس کی کما حقہ اشاعت کے سلسلہ میں ان پر عائد ہوتے ہیں۔" (الفضل ۵ ۸/۶۹)
خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ تنظیم مجلس موصیان بہت اچھا کام کر رہی ہے اور اس کے نتائج بہت امید افزا ہیں اس نے موصیان کو منظم کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت میں نمایاں کام کیا ہے۔

وقف بعد ریٹائرمنٹ کی تحریک

حضور نے تحریک فرمائی کہ جو احباب ملازمت سے ریٹائر ہو جائیں وہ اپنے آپ کو وقف کریں اور اپنی خدمات جماعت احمدیہ کے سپرد کر دیں وہ جس جگہ مناسب سمجھے اور جیسی خدمت لینا پسند کرے یا جو کام ان کے سپرد کیا جائے وہ رضائے الٰہی اور بشاشت قلبی سے کریں۔ ایسے افراد کیلئے نظارت اصلاح و ارشاد باقاعدہ طور پر ایک دینی نصاب مقرر کرتی ہے جسے وہ اپنے طور پر پڑھتے ہیں اور بعد میں ان کا امتحان لیا جاتا ہے اس سے ان کے دینی علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اور دوسروں کے سامنے بہتر طور پر وہ احمدیت کی تعلیم کو پیش کر سکتے ہیں۔

اشاعت قرآن کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۸ فروری ۱۹۷۰ء کو ربوہ میں ایک "جدید پریس" کا سنگ بنیاد رکھا۔ بعد ازاں اس کا نام نصرت پرنٹرز اینڈ پبلشرز کر دیا گیا۔ حضور نے اس پریس کے قیام کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے اشاعت قرآن کے عظیم منصوبے کا اعلان فرمایا۔ آپ نے فرمایا:-
اشاعت قرآن کے سلسلہ میں تین مرحلے آتے ہیں ایک یہ کہ متن قرآن کریم کو ہر مسلمان کے ہاتھ میں پہنچا دیا جاوے یہی نہیں بلکہ قرآن عظیم کو دنیا کے ہر انسان کے ہاتھوں تک پہنچا دیا جائے۔
دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ ہر قوم اور ہر ملک کی زبان میں کیا جائے۔ تاکہ دنیا کے ہر خطہ کے لوگوں تک قرآن کریم کو اس کے معنی و مفہوم کے ساتھ پہنچایا جائے گے چونکہ ہم نے ہر زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کرنا ہے اس لئے پہلے ہم ان کے حروف بنائیں پھر اس کی طباعت کریں گے یعنی قرآن کریم کا ترجمہ اس زبان میں بھی شائع کریں گے۔ جو اس وقت بولی جاتی ہے مگر لکھی نہیں جاتی۔
تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ جو لوگ یا قومیں قرآن کریم کا متن پڑھنے لگ جائیں اور اس کا ترجمہ سمجھنے لگ جائیں۔ ان کو ہم قرآن عظیم کی تفسیر سے روشناس کرائیں تفاسیر کی طباعت ہو۔ ہر زبان میں ہو۔"
(الفضل ۵ ۶/۳)
حضور پر نور کے اس ارشاد کے تحت خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو یہ توفیق بخشی کہ دنیا کے اکثر ممالک ریاست ہائے متحدہ امریکہ کینیڈا۔ یورپ۔ اور افریقہ کے ممالک کے بڑے بڑے ہوٹلوں اور ایسے مقامات کے ہوٹل جہاں سیاح کثرت سے سیاحت کے لئے جاتے اور ان ہوٹلوں میں ٹھہرتے ہیں ہزاروں کی تعداد میں قرآن مجید رکھوا دیا۔ تاکہ جب اس کمرے میں ٹھہرنے والے

کو فرصت ملے تو وہ اس مقدس اور بزرگ قرآن عظیم سے استفادہ کر سکے۔

گھوڑے پالنے کی تحریک

دنیا میں رونما ہونے والے واقعات و تغیرات اور دنیا میں ہونے والی ساری ترقی کے نتیجہ میں ایسی ایسی ایجادات ہونی شروع ہو گئی ہیں کہ تیل اور بجلی سے چلنے والی ٹرانسپورٹ کو الیکٹرانک ہتھیاروں سے جام کیا جا سکے۔ اس خطرے کو بھانپتے ہوئے حضور نے جماعت کو گھوڑے پالنے کی تحریک فرمائی تاکہ اس وقت گھوڑوں سے کام لیا جا سکے اور دنیا کے دور افتادہ علاقوں میں پھیلے ہوئے احباب کو ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرنے میں سہولت رہے۔ حضور نے فرمایا:-

"مجھے تو فکر ہے کہ جنگ اور ایٹمی لڑائی کے نتیجہ میں سب اسباب رسل و رسائل کے برباد ہو جائیں گے اس لئے ابھی سے پاکستانیوں کو گھوڑوں میں دلچسپی لینی چاہیئے تاکہ بوقت ضرورت سواری کا سامان میسر ہو"۔ میری سکیم یہ ہے کہ جماعتیں کم از کم دس ہزار گھوڑے (PAK ARAB) نسل کے رکھیں اس سکیم کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے چند سال لگیں گے لیکن (PAK ARAB) گھوڑوں کی نسل کی افزائش کا آغاز ہو چکا ہے"۔

(الفضل ۵/۱/۷۱ ۸ صہ ۳)

حضور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے گھوڑوں کی اہمیت جماعت پر واضح فرمائی اور اس سلسلہ میں ربوہ میں "خلیل الرحمن گھوڑ دوڑ ٹورنامنٹ" کا آغاز فرمایا جو ہر سال ربوہ میں منعقد ہوتا ہے حضور خود اس ٹورنامنٹ کو دیکھنے کے لئے تشریف لاتے اور مفید ہدایات سے نوازتے اور انعامات تقسیم فرمائے سب سے زیادہ گھوڑے لانے والے قائد ضلع کے لئے اپنی طرف سے ایک ہزار روپے انعام مقرر فرمایا صد سالہ احمدیہ جوبلی کے جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعت سے چالیس ہزار گھوڑوں کا مطالبہ کیا ہے۔ حضور نے گھوڑوں کی پرورش اور نگہداشت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:-

"میرا ارادہ ہے کہ ربوہ میں بھی اور باہر کی جماعتوں میں بھی ایسے کلب جاری کروں جہاں گھوڑوں کی نگہداشت اور سواری وغیرہ کی تربیت دی جایا کرے"۔

(الفضل ۵/۱/۷۱ ۱۶ صہ ۳)

مجلس صحت کا قیام

حضور نے یکم مارچ ۱۹۷۲ء کو تعلیم الاسلام کالج کی سالانہ کھیلوں کے تقسیم انعامات کے موقع پر مجلس صحت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:-

"آج میں سارے ربوہ کو ایک مجلس میں منسلک کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔ اس مجلس کا نام مجلس صحت ہوگا۔ اس کے جملہ انتظامات آپ لوگوں نے خود سرانجام دینے ہیں اس سلسلہ میں ایک کمیٹی قائم کی جائے گی جس میں دو نمائندے تعلیم الاسلام کالج، تعلیم الاسلام ہائی سکول اور جامعہ احمدیہ کے طلباء میں سے لئے جائیں گے دو خدام الاحمدیہ کے اور دو انصار اللہ کے نمائندے بھی اس میں شامل ہوں گے اس کے علاوہ ایک کمیٹی کا صدر ہوگا۔ ربوہ کے تمام باشندوں کے لئے کھیلوں اور ورزشِ جسمانی کا انتظام کرنا اور اس کے لئے گراؤنڈز مہیا کرنا بھی اس کمیٹی کی ذمہ داری ہوگی"۔ (الفضل ۳/۲/۷۲ ء)

حضور کے اس ارشاد کی تعمیل کے سلسلہ میں لوکل انجمن احمدیہ نے ربوہ میں باسکٹ بال ہاکی۔ فٹ بال۔ والی بال۔ میرو ڈبہ۔ باڑی کبڈی وغیرہ کی ٹیمیں تیار کیں۔ ان کے لئے گراؤنڈز مہیا کیں۔ ربوہ کے محلہ جات میں مختلف گراؤنڈز مہیا کرنے کے بعد ربوہ کی ممتاز شخصیتوں کو ان کا نگران مقرر کیا گیا۔ اور ربوہ کی ٹیمیں ربوہ سے باہر جا کر فٹ بال اور کبڈی وغیرہ کے میچ کھیلنے کے لئے جاتی رہیں۔ حضور نے اس مجلس اور کھلاڑیوں کے لئے ایک کالا اور سفید دھاریوں والا رومال تیار کروایا اور ایک رنگ میں اس کو پرو کر گردن میں ڈالنے کا ارشاد فرمایا بعد یہ رومال اور چھلاّ خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے خدام الاحمدیہ کے لئے ضروری قرار دے دیا۔

تعمیر مہمان خانہ جات کی تحریک

۱۹۷۲ء میں تعلیمی اداروں کے قومیائے جانے کی وجہ سے جلسہ سالانہ کے ایام میں جلسہ کے مہمانوں کو ٹھہرانے کے لئے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ ربوہ کے تعلیمی اداروں کے قیام کے وقت جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی وہاں رہائش کی ضرورت بھی مدنظر تھی۔ قومی تحویل میں لئے جانے کے بعد حضور نے جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی رہائش کے لئے بیرکس تعمیر کرنے کی تحریک فرمائی۔ احباب جماعت نے حضور کے ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے لاکھوں روپیہ ان مہمان خانہ جات کی تعمیر کے لئے دے دیا۔ مسجد اقصیٰ کے سامنے مہمان خانے تعمیر ہوئے اور لنگر خانہ دارالنصر کے سامنے بھی بیرکس تعمیر کی گئی ہیں۔ اسی طرح لجنہ اماء اللہ نے عورتوں کی رہائش کے لئے دارالضیافت کی جنوبی طرف زنانہ مہمان خانہ تعمیر کر کے جلسہ سالانہ کے موقع پر رہائش کی مشکل کو دور کر دیا۔

قلمی دوستی

جماعت احمدیہ کی وسعت کے پیش نظر حضور نے ۱۹۷۳ء میں احباب جماعت کے سامنے قلمی دوستی کی تحریک رکھی یہ قلمی دوستی بین الاقوامی خطوط پر ہوگی۔ ایک ملک کے احمدی دوسرے ملک کے احمدیوں سے خطوط کے ذریعے دوستی قائم کریں گے اس سے باہمی اخوت پیدا ہوگی اور احمدیت کے بین الاقوامی بھائی چارے میں اضافہ ہوگا۔ لوگوں کے ایک دوسرے سے ذاتی تعلق پیدا ہوں گے وہ ایک دوسرے کے مسائل کو سمجھنے اور ان کو حل کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے ان کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ اس سے اس ملک کے لوگوں کے رجحانات کا اندازہ ہوگا جس سے ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کرنے میں آسانی پیدا ہوگی۔ احباب جماعت نے حضور کے ارشاد کے تحت اپنے غیر ملکی بھائیوں کے ساتھ خط و کتابت شروع کر کے قلمی دوستی کی تحریک کو کامیاب بنایا۔

سائیکل سفر

۱۹۷۳ء میں حضور نے خدام الاحمدیہ کو سائیکل خریدنے اور سائیکل چلانے اور اجتماعات کے موقع پر سائیکل پر آنے کی تحریک فرمائی۔ حضور کی اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے نہ صرف خدام نے بلکہ انصار نے بھی سائیکل چلانا شروع کر دیا۔ حضور نے سالانہ جوبلی کے موقعہ پر جماعت سے ایک لاکھ سائیکل سواروں کا مطالبہ کیا۔

خدام کو غلیل رکھنے کی تحریک

۱۹۷۳ء میں حضور نے غلیل رکھنے کی تحریک جاری فرمائی۔

حفظِ قرآن کی تحریک

حضور نے اپنی خلافت کے آغاز میں جہاں قرآن کریم پڑھنے پڑھانے اور اس پر غور و تدبر کرنے کی تلقین فرمائی، تعلیم القرآن کے لئے وقف عارضی کی تحریک فرمائی۔ وہاں قرآن کریم کو حفظ کرنے کے سلسلہ میں حضور نے خدام کو ارشاد فرمایا کہ وہ قرآن مجید کا ایک ایک پارہ حفظ کریں جب ایک پارہ حفظ ہو جائے تو دوسرا پارہ حفظ کیا جائے اس سکیم سے حضور کا مقصد قرآن مجید کے زیادہ سے زیادہ حفاظ تیار کرنا تھا۔ چنانچہ خدام الاحمدیہ نے اس تحریک پر کما حقہ عمل کرنے کی کوشش کی اور خدام کو ایک ایک پارہ حفظ کرنے کی سکیم تیار کی بعد میں اس کا جائزہ بھی لیا جاتا رہا اور ان خدام کے نام جنہوں نے ایک ایک پارہ حفظ کر لیا تھا، حضور کی خدمت میں بغرض دعا بھجوائے گئے۔

اطفال معیارِ کبیر کا قیام

حضور نے اطفال الاحمدیہ کی تنظیم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ۷ سال سے ۱۲ سال تک کے اطفال کے لئے معیار صغیر اور ۱۲ سال سے ۱۵ سال تک کے اطفال کیلئے

خدا گواہ کہ جانِ بہار تھا وہ شخص

مکرم مرزا محمود احمد صاحب گجراتی - دارالصدر غربی - ربوہ

سکونِ قلبِ حزین و فگار تھا وہ شخص — ہمارے واسطے وجہِ قرار تھا وہ شخص
الم رسیدوں کو تھا باعثِ سکونِ حیات — تو غمزدوں کیلئے غمگسار تھا وہ شخص
زہے کرم تھا مسیحا کا نافلہ موعود — خوشا کہ ابنِ مسیحا کا پیار تھا وہ شخص
رسولِ مکی و مدنی کا والہ و شیدا — دل و دماغ سے اُس پر نثار تھا وہ شخص
سفیرِ امن و محبت۔ پیمبرِ رافت — سراپا عفو تھا، شفقت تھا، پیار تھا وہ شخص
لبوں پہ اُس کے تبسم تھا، دن کو ہر لحظہ — حضورِ دوست۔ بہ شب۔ اشکبار تھا وہ شخص
خُدا نے فضل سے سُن لی فغانِ شب اُس کی — خدا سے پا گیا دل کا قرار تھا وہ شخص
رکھی ہے اُس نے بِنا مسجد بشارت کی — جہانِ عشق و وفا کا وقار تھا وہ شخص
موانعات کے طوفاں اُٹھے نہ گھبرایا — یقین جانو کہ کوہِ وقار تھا وہ شخص
خُدا کے حکم سے اُس کے حضور جا پہنچا — کہ اپنے رب کا اطاعت شعار تھا وہ شخص
ہے اُس کی یاد۔ ہمہ عمر۔ حرزِ جاں ہم کو — ہمارا محسن و مشفق تھا پیار تھا وہ شخص

عقیدتوں کے مرصع چمن میں اے محمود
خدا گواہ کہ جانِ بہار تھا وہ شخص

معیارِ کبیر مقرر فرمایا۔ معیارِ کبیر کے اطفال کے لئے سائیکل سفر اور سائیکل سروے اور وقارِ عمل میں حصہ لینا ضروری قرار دیا گیا۔ اس معیار کو حضور نے خدام الاحمدیہ کے لئے نرسری قرار دیا۔ تاکہ تین سال کے عرصہ میں وہ خدام الاحمدیہ کے کاموں اور ذمہ داریوں سے پوری طرح واقف ہو جائیں اور جب وہ خادم بنیں تو ان کو نئے سرے سے ٹریننگ نہ دینی پڑے بلکہ وہ پہلے ہی سے تربیت یافتہ ہوں۔

گریجویٹ کو وقف کرنے کی تحریک

۱۹۷۵ء میں حضور نے اشاعت اسلام کے لئے گریجویٹ احمدی نوجوانوں کو وقف کرنے کی تحریک فرمائی۔ حضور نے فرمایا مجھے ایسے گریجویٹ نوجوانوں کی ضرورت ہے جو اچھی طرح انگریزی پڑھ اور بول سکتے ہوں وہ اپنے آپ کو وقف کریں وہ دینی تعلیم بھی حاصل کریں اور غیر ممالک میں جاکر اپنی روزی بھی کمائیں اور اشاعت اسلام کی مہم میں بھی حصہ لیں اور غیر مسلموں کی اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کریں ایسے نوجوانوں کو چند ضروری مسائل کی تعلیم دے کر غیر ممالک میں بھجوایا جائے۔

حضور کی اس تحریک پر احمدی نوجوان دیوانہ وار آگے آئے اور اپنے آپ کو امام کے حضور پیش کر دیا۔

وقفِ جدید کیلئے درجہ دوئم کے معلمین کی تحریک:

۱۹۷۶ء میں حضور نے جماعت کی تربیت کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے پیشِ نظر جماعتوں کو اس طرف توجہ دلائی کہ اس وقت وقفِ جدید کو معلمین کی بہت ضرورت ہے کیونکہ موجودہ معلم جماعتی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے۔ جماعت کے سامنے یہ سکیم رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

ہر جماعت میں سے تین تین ماہ کے لئے لوگ یہاں آئیں اور ان کے لئے وقفِ جدید ایک کورس تیار کرے اور ان کو تین ماہ میں مکمل کر کے امتحان لے اور وہ واپس جاکر اپنی اپنی جماعت میں اخلاقی اور تعلیمی ضرورت کو پورا کریں اس سلسلہ میں وقف جدید میں تین تین ماہ کی ۱۶ کلاسیں جاری کیں ہیں جس سے احباب جماعت شامل ہوئے اور واپس جاکر اپنی جماعت میں بچوں کو قرآن کریم پڑھانے نماز باترجمہ اور دیگر مسائل کے سکھانے کا کام کر رہے ہیں اور بعض درجہ دوئم کے معلمین بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔

کیمونٹی سنٹر اور عید گاہ کے قیام کی تحریک

حضور نے مغربی ممالک میں اس بات کا جائزہ لیا کہ وہاں کا ماحول احمدی بچوں کو بھی خراب کر رہا ہے اس لئے احمدی بچوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے لئے ان کے لئے ایک الگ ماحول قائم کیا جائے جس میں یہ بچے کچھ عرصہ رہیں اور اس کے روحانی ماحول سے مستفید ہوں۔ اس سلسلہ میں ۱۹۸۰ء میں لندن میں حضور نے فرمایا:۔

"زمین میں جنگل اُگانے کے علاوہ بچوں کے لئے پھلدار درخت لگا دیئے جائیں اس عید گاہ اور اس سے ملحقہ زمین میں بچوں کو لے جاکر ان کے تربیتی اجتماعات منعقد کئے جائیں۔ نیز تفریح کی غرض سے وہاں پکنک وغیرہ منائی جائے اور دوستوں کے بچوں کو بھی مدعو کیا جائے کہ وہ ہمارے بچوں کے ساتھ مل کر اس جگہ پکنک منائیں اسطرح ہمارے بچوں اور دوسرے بچوں میں اور خود بڑوں میں میل ملاپ بڑھے گا اور دونوں کے درمیان جو BARRIER ہے جس کی وجہ سے یہاں کے لوگ ہم سے دور دور رہتے ہیں اور ہمارے قریب نہیں آتے ٹوٹنا شروع ہو جائے گا۔"

(دورہ مغرب صفحہ ۲۷۱)

حضور نے اس ارشاد پر بیرونی جماعتیں جگہیں خریدنے کی کوشش کر رہی ہیں اور کینیڈا اور امریکہ میں تو جگہ خریدی بھی جا چکی ہے۔ الحمد للہ۔

انصار اللہ صفِ دوم کا قیام

حضور نے ۱۹۷۶ء میں انصار اللہ کے سالانہ اجتماع پر انصار اللہ صف دوم کے قیام کا اعلان فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ ایک خادم چالیس سال کے بعد اگلے دن جب انصار اللہ میں شامل ہوتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بوڑھا سمجھنے لگتا ہے اس لئے ۴۰ سے ۵۰ سال تک کی عمر کے انصار کی ایک الگ تنظیم ہوگی ان کے وہی کام سپرد کئے جو خدام الاحمدیہ کے سپرد ہیں مثلاً ورزش میں باقاعدگی اور سائیکل سفر میں حصہ لینا اور سروے سکیم میں خدام کے ساتھ جانا۔ حضور نے ان کے لئے "جوانوں کے جوان" کی اصطلاح وضع فرمائی۔ نیز انصار اللہ کی تنظیم اور ان کے کاموں کو تیز سے تیز کرنا ان کی ذمہ داری قرار دیا۔ انصار اللہ صفِ دوم کے علیحدہ نائب صدر کا عہدہ مقرر کیا گیا ہے جو ان کے اخلاقی اور تربیتی امور کی نگرانی کرتا ہے۔

فولڈر شائع کرنے کی تحریک

۱۹۷۸ء میں جب حضور یورپ تشریف لے گئے تو آپ نے جماعت احمدیہ کے تعارف اس کے مقاصد اور اس کے کاموں پر مشتمل فولڈر مختلف زبانوں میں شائع کرنے کی تحریک فرمائی۔ حضور نے اس امر کی خواہش فرمائی کہ ہر شخص کو اس کی زبان میں فولڈر ملنا چاہیئے مثلاً ایک سپینش جب جاپان کی سیاحت کے لئے آئے تو جاپان میں اس کو سپینش زبان میں فولڈر ملنا چاہیئے اس طرح ہم ایک ملک کے لوگوں کو مختلف ملکوں میں ان کی زبان میں فولڈر دے سکتے ہیں۔ حضور کی اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے بیرونی مشن اب تک کئی لاکھ فولڈر دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع کر کے تقسیم کر چکے ہیں۔

لا الہ الا اللہ کا ورد

حضور اپنے دورہ ۱۹۸۰ء سے واپسی پر اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۱ر اکتوبر میں:

سفر کے دوران ایک نہایت ہی روح پرور مکاشفہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں رات کے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے۔ لا الہ الا اللہ کا ورد کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ساری کائنات میرے ساتھ حمد کر رہی ہے اور حمد باری تعالیٰ کی موجیں لہر در لہر آگے سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ یہ عجیب کیفیت کا عالم تھا۔ میں نے اس کی یہ تعبیر سمجھی کہ توحید باری کے قیام کا وقت آگیا ہے اور دہریت، اشتراکیت اور شرک اور خدا سے دوری کے تمام طریقے ختم ہو جائیں گے اور یہ سلسلہ عنقریب ایک صدی کے اندر اندر قائم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

اس کے لئے حضور نے احباب جماعت کو اجتماع انصار اللہ مرکزیہ ۱۹۸۰ء کے موقع پر اپنی اختتامی تقریر میں لا الہ الا اللہ کا ورد کرتے رہنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔

"چند دنوں تک چودھویں صدی ختم ہو رہی ہے اس صدی کو خدائے واحد و یگانہ کی توحید کے ورد کے ساتھ الوداع کہیں۔ لا الہ الا اللہ کا ورد اتنی کثرت سے پڑھیں کہ کائنات کی فضا اس ترانہ کے ساتھ معمور ہو جائے۔ دن رات اٹھتے بیٹھتے بالکل خاموشی کے ساتھ اُونچی آواز میں بھی نہیں اس طرح (حضور نے دھیمی آواز میں لا الہ الا اللہ متعدد بار دہرا کر دکھایا اور پھر فرمایا) لا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے پڑھتے رہیں۔ اس ندا کے ساتھ اس صدی کو الوداع کہیں اور اسی ندا کے ساتھ ہم اگلی صدی کا استقبال کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ"

(الفضل ۲۴ر دسمبر ۱۹۸۰ء جلسہ سالانہ نمبر)

ورزشی کلب

۱۹۸۱ء میں خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر حضور نے خدام الاحمدیہ کو ورزش کی طرف توجہ دلائی اور جسمانی صحت کو بہتر بنانے کے لئے ورزشی کلب قائم کرنے کی تحریک فرمائی۔

حضور نے فرمایا تمام جماعتیں اپنے ہاں ورزشی کلب قائم کریں اور لجنہ اماء اللہ بھی اپنے کلب قائم کرے اور ہر احمدی اس کلب کا ممبر بنے اور اپنی جسمانی صحت کو بہتر سے بہتر بنائے ان کے علاوہ حضور نے "نصرت جہاں آگے بڑھو"، صد سالہ احمدیہ منصوبہ، احمدیہ تعلیمی منصوبہ، جیسی عظیم الشان تحریکات کا اجراء فرمایا۔

ان تحریکات پر الگ مضامین اس اخبار میں شاملِ اشاعت ہیں۔

خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی جاری فرمودہ تمام تحریکات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے اور حضور کے پیش نظر جو مقاصد عالیہ تھے ان کی تکمیل کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کی توفیق دے۔

اہلِ یورپ امریکہ و افریقہ کے باشندگان کی رُوحانی پیاس بُجھانے کے لیے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے

سات تبلیغی و تربیتی سفر

خدا تعالےٰ کے برگزیدہ انسان اللہ تعالےٰ کا پیغام بنی نوع انسان تک پہنچانے کے لئے ہمیشہ سے نئے نئے طریقے اختیار کرتے آئے ہیں کبھی وہ تقریر کا سہارا لیتے ہیں اور دنیا کو کائنات کی طرف متوجہ کر کے اس کے خالق کی طرف بلاتے ہیں۔ کبھی دعوتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ہر موقعہ کو پیغامِ حق پہنچانے کا ذریعہ بناتے ہیں اپنی محبت اور خدمتِ خلق کے ذریعے لوگوں کے دل جیتتے ہیں کہ یہ اپنے رب کا پیغام سننے کی طرف متوجہ ہوں اور حق و صداقت کی مخالفت نہ کریں۔

سچائی اور نیکی کا پیغام دینے کیلئے خدا کے پیغمبر لوگوں کے گھروں تک چل کے جاتے ہیں شہروں اور دیہات کا سفر اختیار کرتے ہیں خدا کے نبی حضرت صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصر و کنعان کا سفر اختیار فرمایا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے ایک لمبا سفر کر کے کشمیر پہنچے اور سیاح نبی کا خطاب پایا۔

ہمارے آقا و مولا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لئے مکہ کے رؤسا کے پاس جاتے کبھی ان کو اپنے ہاں بلواتے کبھی مکہ کے نواحی دیہات میں تشریف لے جاتے۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر طائف کا واقعہ سب کو یاد ہے

غرض یہ کہ بنی نوع انسان کو اللہ تعالےٰ کا پیغام پہنچانے کے لئے سفر اختیار کرنا انبیاء کی سنت ہے۔ سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالےٰ نے اسی سنت انبیاء پر عمل کرتے ہوئے ساری دنیا کو حق کا پیغام پہنچانے کی خاطر اپنے سترہ سالہ دور خلافت میں سات طویل سفر فرمائے اور یورپ امریکہ، افریقہ کے درجنوں ممالک میں تقاریر، پریس کانفرنس، خطابات وغیرہ کے ذریعے سے حق کا پیغام ہر مذہب و ملت کے افراد تک پہنچا دیا۔

ذیل میں حضور رحمہ اللہ کے مقدس و بابرکت سفروں کا کسی قدر تفصیلی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا سفر یورپ ۱۹۶۷ء

حضور نے ۶ر جولائی ۱۹۶۷ء کو اپنے دورِ خلافت کا پہلا سفر اختیار فرمایا۔ یہ یورپ کا سفر تھا۔

دَورہ مقصد :۔

حضور نے روانگی سے پہلے اس دورہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا

"میں چاہتا ہوں کہ تمام دوست اس سفر کے متعلق دعائیں کریں اور اللہ تعالےٰ سے خیر کے طالب ہوں اگر یہ سفر مقدر ہو تو اسلام کی اشاعت اور غلبہ کے لئے خیر و برکت کے سامان پیدا ہوں۔ خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ سیر و سیاحت کی کوئی خواہش دل میں نہیں نہ کوئی ذاتی غرض اس کے متعلق ہے۔ دل میں صرف ایک ہی تڑپ ہے اور وہ یہ کہ میرے رب کی عظمت اور جلال کو یہ قومیں پہچاننے لگیں جو سینکڑوں سال سے کفر اور شرک کے اندھیروں میں بھٹکتی پھر رہی ہیں اور انسانیت کے محسن اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے دلوں میں قائم ہو جائے تاکہ وہ ابدی زندگی اور ابدی حیات کے وارث ہونے والے گروہ میں شامل ہو جائیں۔ تا بد رسوم کی قیود سے وہ باہر نکالے جائیں اور خدا تعالےٰ کی رحمت اور اس کی محبت اس کے حسن اور اس کے احسان اور اس کے نور کے جلوے وہ دیکھنے لگیں تا وہ وعدہ پورا ہو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے دیا تھا کہ تیرے فرزند جلیل کے ذریعہ سے تمام قوموں کو تیرے پاؤں کے پاس لا کر جمع کروں گا۔ تا وہ دل جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ناآشنا ہیں اور وہ زبانیں جو آج تک آپ پر طعن کر رہی ہیں وہ دل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بھر جائیں اور ان زبانوں پر درود جاری ہو جائے اور تمام ملکوں کی فضاء نعرہ ہائے تکبیر اور درود سے گونجنے لگے اور وہ فیصلے جو آسمان پر ہو چکے ہیں زمین پر جاری ہوں"

(الفضل ۱۹۶۷-۷-۲ صـ۳)

حضور رحمہ اللہ ۶ر جولائی ۱۹۶۷ء کو بذریعہ چناب ایکسپریس ربوہ سے کراچی روانہ ہوئے اور جرمنی، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، ڈنمارک اور انگلستان

مکرم مرزا خلیل احمد صاحب قمر

وقفِ جدید ربوہ

[illegible]ے لوگوں کو خدائے واحد و یگانہ کی توحید [illegible] پہنچا کر ۲۰ر اگست ۱۹۶۷ء کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔ اس طرح حضور کا یہ دورہ ایک ماہ چودہ دن جاری رہا۔ حضور نے اس دورہ میں ۷ مقامات پر پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا۔ ۸ استقبالیہ دعوتوں میں شرکت فرمائی اور ۵ مقامات پر خطبات جمعہ ارشاد فرمائے اور اس طرح احباب جماعت کو تربیتی، تنظیمی، تبلیغی اور دیگر امور اور ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ اس دورہ کے دوران اخبارات نے حضور کے فوٹو تعارف اور جماعت احمدیہ کی تاریخ پر مشتمل خبریں شائع کیں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر آپ کے انٹرویو نشر ہوئے۔ استقبالیہ دعوتوں اور پریس کانفرنسوں کی کارروائی بھی ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر دکھائی گئی۔ اس طرح سے اسلام کا خوب چرچا ہوا اور لوگوں میں اسلام کے متعلق ایک تجسس پیدا ہو گیا اور ایک کثیر تعداد نے جماعت کے مراکز تبلیغ سے بذریعہ ٹیلی فون اور خطوط رابطہ قائم کیا۔ اس دورہ کے دوران بعض بیعتیں بھی ہوئیں اس دورہ کی ایک بڑی غرض ڈنمارک کے شہر کوپن ہیگن میں خواتین کے چندہ سے تعمیر کی گئی مسجد کا افتتاح تھا۔ سکنڈے نیوین ممالک میں چند سال قبل بڑے طمطراق سے یہ کہا جاتا تھا کہ

یہاں کے سب لوگ عیسائی ہیں جو خداوند یسوع مسیح ہی کو اپنا نجات دہندہ قرار دیتے ہیں مگر چند سالوں میں خدا تعالیٰ نے یہ انقلاب پیدا کر دیا کہ کوپن ہیگن کے مقام پر جماعت احمدیہ کو شاندار مسجد تعمیر کرنے کی سعادت عطا فرمادی اس لحاظ سے اس مسجد کی تعمیر بہت اہمیت اختیار کر گئی تھی

۲۱ر جولائی بروز جمعۃ المبارک حضور نے مسجد نصرت جہاں کا افتتاح فرمایا اس موقعہ پر یورپ کے مبلغین اور احمدی احباب اور غیر ملکی سفراء ڈنمارک کی ممتاز شخصیتوں اور معزز شہریوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ حضور نے پریس کانفرنس سے بھی خطاب فرمایا جس میں عالمی اخبارات کے نمائندوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ مزید برآں ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے حضور کا خصوصی انٹرویو بھی ریکارڈ کیا۔

مسجد نصرت جہاں کے افتتاح کی وجہ سے اسلام کا اس قدر چرچا ہوا کہ عیسائی حلقے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ عیسائی علماء کے ایک گروہ نے بھی حضور سے تبادلہ خیالات کی درخواست کی۔ حضور نے ان کی درخواست قبول فرماتے ہوئے انہیں شرف ملاقات عطاء کیا اور ان کے سوالات کے جواب دیئے۔ نیز حضور نے فرمایا۔ موجودہ عیسائیت اور اسلام میں بہت فرق ہے لیکن ایک عیسائی اور مسلمان میں انسانیت ایک جیسی ہے ہمیں آپس میں بیٹھ کر تبادلہ خیالات کرنا چاہیئے۔ ملاقات کے آخر میں حضور نے عیسائی علماء کو حضرت اقدس ... کے ایک عظیم الشان چیلنج کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ دعوت اب بھی کھلی ہے ہمیں خوشی ہوگی اگر عیسائیت کی سچائی اور اسلام کی صداقت کا فیصلہ کرنے کے لئے عیسائی حضرات اس دعوت کو قبول فرمائیں۔ چیلنج یہ ہے:۔

"توریت اور انجیل قرآن کا کیا مقابلہ کریں گی اگر صرف قرآن شریف کی پہلی سورۃ کے ساتھ ہی مقابلہ کرنا چاہیں یعنی سورۃ فاتحہ کے ساتھ ..... اس سورۃ میں صدہا حکمتیں درج ہیں ان کو موسیٰ کی کتاب یا یسوع کے چند ورق انجیل سے نکالنا چاہیں تو گو ساری عمر کوشش کریں تب بھی یہ کوشش لاحاصل ہوگی ..... توریت اور انجیل کو علوم حکمیہ میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔"

(الفضل ۱۹۶۷-۸-۲ صت)

اس کے علاوہ حضور نے مختلف مواقع پر جو اہم بیانات دیئے وہ درج ذیل ہیں۔

قبولیت دعا کا چیلنج :۔

فرینکفورٹ میں دعوت استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :۔

"صرف اور صرف اسلام کا ہی خدا زندہ خدا ہے اور صرف محمد رسول اللہ اللہ تعالیٰ کے زندہ رسول ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ہند جلیل حضرت (اقدس ..... تھی) اسلام کے زندہ خدا کے مظہر اور زندہ نشان ہیں اور ان کے جانشین کی حیثیت سے دعوت مقابلہ دیتا ہوں کہ اگر کسی عیسائی کو بھی دعویٰ ہے کہ اس کا خدا زندہ خدا ہے تو وہ میرے ساتھ قبولیتِ دعا میں مقابلہ کرے اور اگر وہ جیت جائے تو ایک گراں قدر انعام حاصل کرے۔"

(الفضل ۱۹۶۷-۷-۱۹ صلا)

دنیا کے نام امن کا پیغام :۔

وانڈز ورتھ ہال لندن میں حضور کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا جس میں برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران اور ممتاز شخصیتیں بھی شامل تھیں اس موقعہ پر حضور نے ایک معرکۃ آراء تقریر فرمائی اور حضرت مسیح موعود کی تیسری عالمگیر جنگ کے بارے میں پیشگوئیاں پڑھ کر سنائیں اور اس تباہی اور بربادی کے نتیجہ میں جو ہولناک صورتحال پیدا ہو گی اس کا جو نقشہ حضرت اقدس نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں تحریر فرمایا ہے اس سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ اس کے علاوہ حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:۔

"یہ بھی یاد رہے کہ اسلام کے غلبہ اور اسلامی صبح صادق کے طلوع کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں گو ابھی دھندلے ہیں لیکن اب بھی ان کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کا سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوگا اور دنیا کو منور کرے گا لیکن پہلے اس سے کہ یہ واقعہ ظہور پذیر ہو ممکن ہے کہ دنیا ایک اور عالمگیر تباہی سے گزرے ایک ایسی خوفناک تباہی سے جو بنی نوع انسان کو جھنجھوڑ کر رکھ دے گی ..... اگر دنیا نے دنیا کی مستیاں اور خرمستیاں نہ چھوڑیں تو پھر یہ انذاری پیشگوئیاں ضرور پوری ہوں گی اور دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی مصنوعی خدا دنیا کو موعود ہولناک تباہیوں سے بچا نہ سکے گا"

(امن کا پیغام صلا)

انگلستان کے جلسہ سالانہ پر اپنے خطابات سے جماعت کو نوازنے کے بعد حضور اہل یورپ کو خدائے واحد کا پیغام پہنچا کر ۲۴ر اگست کو بخیریت کامیاب و کامران واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

دوسرا سفر یورپ اور پہلا سفر افریقہ ۱۹۷۰ء

حضور رحمہ اللہ اپنے دور خلافت کے دوسرے دورہ پر ۴ر اپریل ۱۹۷۰ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے اور تہران استنبول سے ہوتے ہوئے لندن پہنچے جہاں سے اپنے دورہ کا آغاز فرمایا۔ آپ نے سوئٹزرلینڈ، برطانیہ، جرمنی، سپین، نائیجیریا، غانا، آئیوری کوسٹ، لائبیریا، گیمبیا، اور سیرالیون کے ملکوں کا دورہ کیا اور افریقہ میں تبلیغ اسلام کی سکیم کا

سویڈن سے ناروے جاتے ہوئے سویڈن میں ایک جگہ قیام

اوسلو (ناروے) میں

سویڈن میں دورۂ ۱۹۷۵ء
کے موقعہ پر گوٹن برگ
کے ایک ہوٹل میں نقشہ
ملاحظہ فرما رہے ہیں

سویڈن میں دورہ کے موقع پر یوگوسلاوی و دیگر احباب کے ساتھ

لندن میں

حضور رحمہ اللہ کے دورہ ۱۹۷۶ء کی چند جھلکیاں

لندن آمد پر وی آئی پی لاؤنج میں گیمبیا کے سفیر نے حضور کا استقبال کیا۔

مسجد ناصر گوٹن برگ (سویڈن) کا افتتاح

فرینکفرٹ کے میئر کو حضور قرآن مجید کا تحفہ عطا کر رہے ہیں

ڈیٹن (امریکہ) کے میئر حضور کو شہر کی چابی پیش کر رہے ہیں

ڈنمارک کے مبلغ اور ڈینش احمدی حضور رحمہ اللہ کے ساتھ

مسجد ہمبرگ میں کھانا تناول فرماتے ہوئے

۱۹۷۶ء میں امریکہ کے مبلغین دائیں سے مولوی محمد صدیق گورداسپوری مسعود احمد جہلمی اور میاں محمد ابراہیم حضور رحمہ اللہ کے ساتھ

دورہ ۱۹۷۸ء

کانفرنس کے موقعہ پر
حضور رحمہ اللہ کا خطاب

”مسیح کی صلیب سے نجات“ کانفرنس منعقدہ ۲، ۳، ۴ جون ۱۹۷۸ء کے آخری اجلاس کا مجموعی منظر

مسجد نور فرینکفرٹ کے سامنے مقامی احمدی احباب کے ساتھ

برمنگھم میں احباب جماعت کے درمیان

ایمسٹرڈم کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر مبلغین ہالینڈ کے ہمراہ

اوسلو (ناروے) میں پریس کانفرنس کا ایک منظر

جائزہ لیا اور اس دورہ میں حضور نے افریقن لوگوں کی خدمت کے لئے نصرت جہاں سکیم کا اعلان فرمایا جس کے تحت طبّی خدمات کے لئے میڈیکل سنٹرز اور ان کو تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے سیکنڈری سکولز قائم کرنے کا اعلان بھی فرمایا۔ تاکہ افریقن ممالک کی آئندہ نسلیں اسلام کی روحانی تعلیم کے ساتھ دنیوی علوم سے بھی منور ہو سکیں۔ اس کے علاوہ آپ نے سپین میں حالات کا جائزہ لیا اور اسی سفر کے دوران وہ تاریخی رات آئی جب حضور ساری رات سپین میں اسلام کے احیاء کے لئے دعا کرتے رہے اور جس کے نتیجے میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو الہاماً فرمایا حضور کی دعا وقت مقررہ پر ضرور پوری ہو گی۔ یورپ اور افریقہ کے ممالک کا دورہ کرنے کے بعد حضور ایدہ اللہ ۸ جون کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

دَورہ کی غرض و غایت :۔

حضور نے دورہ پر روانہ ہونے سے قبل خطبہ جمعہ میں اپنے دورہ کی غرض و غایت ان الفاظ میں بیان فرمائی:۔

"اللہ کے نام سے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے انشاء اللہ کل صبح مغربی افریقہ کے دورہ پر روانہ ہوں گا۔ ..... ان اقوام کے پاس جاؤں جو صدیوں سے مظلوم رہی ہیں۔ جو صدیوں سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم روحانی فرزند مہدی معہود کے انتظار میں رہی ہیں اور جن میں استثنائی افراد کے علاوہ کسی کو بھی حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کی زیارت نصیب نہیں ہوئی پھر ان کے دلوں میں یہ تڑپ پیدا ہوئی کہ آپ کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ ان تک پہنچے ..... اور وہ خلیفۃ" مِن خلفائہٖ کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کریں ..... صدیوں کے انتظار کے بعد اللہ تعالےٰ نے چاہا تو انہیں یہ موقع نصیب ہو گا ..... اسی کے سہارے اور اسی پر توکل کرتے ہوئے اس یقین کے ساتھ میں اس سفر پر جا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا کرے گا کہ اسلام کے غلبہ کے دن جلد سے جلد آجائیں۔" (الفضل ۱۹۷۰-۴-۹)

حضور ۱۱ اپریل کو فرنکفورٹ سے مغربی افریقہ کے ممالک کے دورہ کے لئے روانہ ہوئے اور ۱۴ مئی کو دورہ ختم کر کے لندن واپس تشریف لے گئے۔ آپ ۱۵ مئی تا ۲۴ مئی لندن میں قیام فرما رہے۔ حضور نے اس دوران ایک بہت بڑی پریس کانفرنس اور ایک استقبالیہ تقریب سے خطاب فرمایا اور مسجد فضل لنڈن سے ملحقہ محمود ہال کا افتتاح فرمایا۔ ۲۵ مئی کو حضور سرزمین اندلس (سپین) میں اسلام کی تبلیغ اور مسجد کے قیام کا جائزہ لینے کے لئے تشریف لے گئے حضور ایک ہفتہ سپین میں رہے اور اہل سپین کی اسلام میں دلچسپی اور متفرق امور کا جائزہ لیا۔ حضور نے کچھ دن میڈرڈ میں قیام فرمانے کے بعد بعض تاریخی مقامات جو ماضی میں اسلامی علوم و فنون کا مرکز رہے ہیں کا دورہ فرمایا۔ اس کے لئے آپ طلیطلہ قرطبہ اور غرناطہ بھی تشریف لے گئے۔

حضور نے اس دورہ کے دوران یورپ اور افریقہ میں ۱۰ پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا۔ ۱۲ استقبالیہ تقاریب میں شرکت فرمائی اور ۴ سرکاری ضیافتوں میں تشریف لے گئے۔ ۵ مساجد کا افتتاح فرمایا۔ ۴ مساجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ ۶ ممالک کے سربراہوں سے ملاقات فرمائی۔ دو یونیورسٹیوں میں ایک ہزار سے زائد دانشوروں سے خطاب فرمایا۔ ایک مشن ہاؤس کا افتتاح فرمایا اور ایک کا سنگِ بنیاد رکھا۔ ٹیلی ویژن کو انٹرویو دیئے اور ۹ خطبات جمعہ ارشاد فرمائے۔ دورہ کے دوران استقبال اور افتتاح اور سنگِ بنیاد اور یونیورسٹی میں تقاریر اور سربراہان مملکت کی طرف سے دی گئی سرکاری ضیافتوں اور ملاقاتوں کے مناظر ٹیلی ویژن پر دکھائے گئے۔ اور ریڈیو پر کارروائی نشر کی گئی۔ اخبارات نے بڑی اہمیت کے ساتھ حضور کے دورہ کی خبریں شائع کیں اس دورہ کے دوران لاکھوں افریقی عوام کو حضور نے شرف مصافحہ عطا کیا اور اپنے پرروح پرور کلمات سے نوازا۔

تیسرا سفرِ یورپ ۱۹۷۳ء

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالےٰ اپنے عہدِ خلافت کے تیسرے دورہ کے لئے ۱۳ جولائی ۱۹۷۳ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے اور انگلستان، ہالینڈ، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، اٹلی، سویڈن، ڈنمارک کا دورہ کرتے ہوئے ۲۶ ستمبر کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

دَورہ کی غرض :۔

حضور نے روانگی سے قبل ۱۲ جولائی کو فرمایا :۔

"یہ سفر خالصتاً محض اس لئے اختیار کیا جا رہا ہے تاکہ یورپ میں اسلام کی تبلیغ اور قرآن کی اشاعت کے وسیع سے وسیع تر کرنے کے منصوبوں کا اور وہاں پر ایک اعلیٰ قسم کا پریس قائم کرنے کے امکانات کا جائزہ لیا جا سکے اور اس غرض سے یورپ کے مختلف احمدیہ مشنوں اور وہاں کے احباب جماعت سے براہ راست مشورہ ہو سکے۔" (الفضل ۲۳-۷-۱۹۷۳ء - ۱۵ احسان)

حضور کراچی سے ۱۳ جولائی کو لنڈن پہنچے اور ۲۰ اگست تک انگلستان میں آپ کا قیام رہا۔ حضور نے یہ عرصہ جماعتی تربیت اور انگلستان میں پھیلی ہوئی احمدی جماعتوں کے افراد سے ملاقاتوں میں گزرا۔ حضور لنڈن میں طباعت کے مختلف اداروں میں بنفس نفیس تشریف لے گئے اور پرنٹنگ مشینوں کی کارکردگی مشاہدہ فرمائی اور مختلف احباب کے ساتھ مشینوں کی خریداری کے سلسلہ میں مشورہ کیا۔ حضور کا منشاء مبارک قرآن کریم کی وسیع پیمانے پر اشاعت کا جائزہ لینا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ طباعت خوبصورت بھی ہو اور سستی بھی ہو۔ اس سلسلہ میں حضور نے جلد بندی کا بھی تفصیلی جائزہ لیا اور بحالیٔ صحت کے لئے بعض مقامات کی سیر بھی کی اور دانتوں کے ٹیسٹ بھی کرائے۔

انگلستان میں مختلف مواقع پر آپ احباب جماعت کو مختلف تربیتی امور پر توجہ دلاتے رہے اور بعض تاکیدی ہدایات بھی فرمائیں۔ حضور نے عورتوں کو توجہ دلائی کہ وہ پورا اسلامی پردہ کیا کریں۔ حضور نے مثال دے کر فرمایا کہ جن عورتوں نے بعد میں اسلام قبول کیا ہے وہ پورا پردہ کر رہی ہیں اور وہ ان کاموں میں آپ کی لیڈر بن گئی ہیں حالانکہ تمہیں ان کی راہنمائی کرنی چاہیئے تھی۔

چوتھا سفرِ یورپ ۱۹۷۵ء

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اپنے عہدِ خلافت کے چوتھے دورہ یورپ کے لئے ۵ اگست ۱۹۷۵ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے۔ ۶ اگست تا ۲۴ ستمبر تک لنڈن میں بغرض علاج قیام فرمایا۔ اس دوران ۲۴، ۲۵ اگست کو جماعت احمدیہ انگلستان کے سالانہ جلسہ میں احباب جماعت کو اپنے روح پرور کلمات سے نوازا۔ ۲۵ ستمبر تا ۴ اکتوبر حضور نے سیکنڈے نیویا کے ممالک ڈنمارک ناروے اور سویڈن کا دورہ فرمایا اور ۲۷ ستمبر کو سویڈن کے شہر گوٹن برگ میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ ۵ اکتوبر تا ۲۶ اکتوبر تک لنڈن میں تشریف فرما رہے۔ ۲۹ اکتوبر کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

دَورہ کا مقصد :۔

حضور نے یورپ جانے سے قبل احباب جماعت

مظہر تھا وہ مہکتے ہوئے گلستان کا

(مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب واقف زندگی۔ تحریک جدید۔ ربوہ)

چھڑتا ہے ذکر جب مرے اُس مہرباں کا — ہوتا ہے حال غیر دلِ عاشقاں کا
غرقِ الم ہیں اہلِ چمن اُس کی یاد میں — آغاز کس طرح کروں اِس داستاں کا
ہر آن جو وجود کہ باغ و بہار تھا — صدمہ ہے برگ برگ کو اِس باغباں کا
اس کے نقوش پا بھی تبسم کے پھول ہیں — مظہر تھا وہ مہکتے ہوئے گلستاں کا
دینِ محمدی کی اشاعت کا تھا جنوں — چرچا ہے شرق و غرب میں اِس کامراں کا
اللہ نے بنایا اسے پاسبانِ دیں — خود پاسباں خدا رہا اس پاسباں کا
جیتا دلوں کو پیکرِ شفقت سے صبح و شام — اُسوہ دکھا کے سب کو شہِ دو جہاں کا
انساں کا قدرداں محبت کا تھا سفیر — ہر قوم میں مقام ہے اِس قدرداں کا
ہوتا اگر نہ وعدۂ تسکین و تمکنت — ہم حال غیر دیکھتے ہیں اِس گلستاں کا
ہو جاتے ہم نڈھال غمِ باغباں سے — ہوتا اگر نہ آسرا ربِّ جہاں کا
صد شکر ایک ماہ رُو طاہر ہمیں ملا — پھر مومنوں نے سانس لیا اطمینان کا
پھر امن میں وہ خوف کا عالم بدل گیا — انعام مل گیا ہمیں اک امتحان کا

شبیر کارواں یہ رہے گا رواں دواں
سایہ ہے اِس پہ خالقِ کون و مکاں کا

کے نام ایک پیغام میں فرمایا:-

"گزشتہ کئی ماہ سے خاکسار بیمار چلا آرہا ہے اگرچہ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی افاقہ ہے لیکن ابھی پوری صحت ہونے میں نہیں آرہی۔ طبی مشورہ بھی یہی ہے۔ بزرگان جماعت پاکستان بھی یہی مشورہ دے رہے ہیں اور بیرونِ پاکستان کے دوست بھی یہی خواہش رکھتے ہیں کہ میں باہر جاکر تشخیص اور علاج کرواؤں۔ اس لئے دعاؤں اور استخارہ کے بعد چند ہفتوں کے لئے پاکستان سے باہر جارہا ہوں۔ سب دوست دعا فرمائیں کہ اللہ الشافی محض اپنے فضل و کرم سے تشخیص و علاج کا یہ زمانہ مختصر کردے اور میں جلد تر صحت کے ساتھ واپس لوٹوں۔ آمین۔" (الفضل ۶-۸-۱۹۷۵)

لنڈن میں قیام کے عرصہ میں حضور طبی معائنوں اور ڈاکٹری مشوروں وغیرہ میں مصروف رہے اس کے علاوہ حضور روزانہ مشن ہاؤس میں تشریف لاتے اور کئی کئی گھنٹے ڈاک ملاحظہ فرماتے اور خطوط کے جواب لکھواتے۔ ہدایت طلب خطوط کے جواب میں تفصیلی ہدایات نوٹ کرواتے دنیا بھر میں تبلیغ اسلام کی مہم تیز تر اور نتیجہ خیز بنانے کے ضمن میں ہدایات جاری فرماتے۔ احباب جماعت کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی ملاقاتیں کرتے اور مختلف مواقع پر مجلس علم و عرفان کے دوران حقائق و معارف بیان فرماتے۔ انگلستان کے دوسرے شہروں سے بھی احباب حضور سے ملاقات کرنے اور آپ کے ارشادات سے متمتع ہونے کے لئے لنڈن آتے رہے۔ خطبات جمعہ کے مواقع پر لنڈن کے علاوہ کرائیڈن، ساؤتھ ہال، بارکنگ، بریڈفورڈ، گرین فورڈ، آکسفورڈ، ہائی وکمپ، برمنگھم، جلنگھم، ہونسلو، نیوٹن، لیسٹر، لیسٹن، مانچسٹر کے احباب کثرت سے شامل ہوتے۔ اس دورہ کے دوران تئیس ۲۳ افراد حضور کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے الحمدللہ۔ اس دورہ کے دوران حضور نے گیارہ خطبات جمعہ دیئے۔ عید الفطر کا خطبہ لنڈن میں ارشاد فرمایا اور انگلستان کے جلسہ سالانہ پر دو تقاریر فرمائیں۔ اس کے علاوہ تین استقبالیہ تقریبوں میں شرکت فرمائی۔

علاج کے سلسلہ میں ڈاکٹروں کی ہدایت تھی کہ آپ روزانہ لنڈن سے باہر کسی پُرفضا مقام پر تشریف لے جاکر وہاں چہل قدمی فرمایا کریں۔ اس سلسلہ میں حضور ہیمپٹن کورٹ پیلس، باکس ہلز، رچمنڈ پارک، کیوگارڈن، روہیمپٹن پارک، وڈلینڈ پارک ڈیوک آف بیڈفورڈ اینڈ جمی چیرفیلڈ، ورجینیا واٹر جھیل، سفاری گارڈن، دلبرن وائلڈ اینمل کنگڈم وزلے گارڈن، مسٹر چرچل ہاؤس، ہَگ فیلڈ، نوئل ہاؤس، لکس، نیپ ورتھ ہاؤس، ونڈسر کاسل گلفرڈ کے پہاڑی سلسلے، ہولی کومب ہاؤس وغیرہ تشریف لے جاتے رہے۔

۲۴، ۲۵ اگست کو انگلستان کا سالانہ جلسہ تھا جس میں حضور نے افتتاحی اور اختتامی تقریر فرمائی اور انگلستان کے دور دراز سے آئے ہوئے احمدی احباب کو شرف ملاقات بخشا اور انگلستان سے باہر یورپ کے دیگر ممالک سپین، فرانس، ڈنمارک جرمنی، ناروے، سویڈن، اٹلی کے علاوہ مشرقی افریقہ ماریشس، امریکہ، سیرالیون، گیمبیا، نائیجیریا کے ممالک کے احباب بھی جلسہ میں شریک ہوئے۔

گوٹن برگ میں مسجد کا سنگ بنیاد

اس سفر کا سب سے اہم اور تاریخی واقعہ سویڈن کے شہر گوٹن برگ میں پہلی مسجد کا سنگ بنیاد رکھنا ہے حضور اس تاریخی سفر پر ۲۵ ستمبر کو روانہ ہوئے اور ۲۷ ستمبر کو سویڈن کے دوسرے بڑے شہر گوٹن برگ میں (جو سیکنڈے نیوین ممالک کی مشہور و معروف بندرگاہ ہے) خدا تعالیٰ حضور دعائیں کرتے ہوئے اس کی دی ہوئی توفیق سے سویڈن کی پہلی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ پہلی مسجد ہے جو صد سالہ جوبلی کے عظیم منصوبہ کے تحت تعمیر ہوئی۔ اس موقعہ پر یورپ کے تمام ممالک سے آئے ہوئے احمدی احباب نے شرکت کی اور ملک کی بعض ممتاز شخصیتیں بھی شامل ہوئیں۔ مقامی پریس کے نمائندے بھی اس تقریب میں شامل ہوئے۔ اس تقریب کی تصاویر اور کارروائی کو سویڈش اخبارات نے نمایاں جگہ دی۔ سویڈش ریڈیو نے بھی اس خبر کو وسیع پیمانے پر نشر کیا اگلے دن حضور نے مقامی یوگوسلاوین احباب کو مشن ہاؤس میں ملاقات کا شرف بخشا۔ حضور کے پُراثر کلمات سے متاثر ہوکر ۱۴ افراد حضور کے ہاتھ پر بیعت کرکے داخلِ اسلام ہوئے۔

حضور کا پانچواں سفر ۱۹۷۶ء

حضور اس تاریخی اور مبارک سفر پر ۲۰ جولائی ۱۹۷۶ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے تھے۔ سفر کے دوران حضور امریکہ کینیڈا، انگلستان، سویڈن، ناروے ڈنمارک، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ اور ہالینڈ بھی تشریف لے گئے۔ حضور نے ۲۴ جولائی تا ۱۵ اگست امریکہ اور کینیڈا کا دورہ فرمایا۔ اس دوران امریکہ کی جماعتوں کے سالانہ کنونشن سے بھی خطاب فرمایا۔ پھر لنڈن واپس تشریف لے آئے۔ لنڈن سے ۱۸ اگست کو سویڈن میں گوٹن برگ کی مسجد کے افتتاح کے لئے تشریف لے گئے۔ باقی یورپی ممالک کا دورہ فرماکر ۱۵ ستمبر کو واپس لنڈن تشریف لائے۔ اس سفر کے دوران تئیس اشخاص کو جو مختلف ممالک سے تعلق رکھتے تھے حضور کے دستِ مبارک پر قبول حق کی سعادت حاصل ہوئی پھر حضور نے ۲۹ ستمبر تا ۴ اکتوبر انگلستان کی جماعتوں کا تفصیلی جائزہ لیا۔ ۱۷ اکتوبر کو لنڈن سے واپس ربوہ کے لئے روانہ ہوکر ۲۰ اکتوبر کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

:- دَورہ کا مقصد :-

حضور نے سفر پہ جانے سے قبل خطبہ جمعہ میں اس سفر کی غرض و غایت بیان فرمائی :-

"انشاء اللہ کل میں امریکہ اور یورپ کے سفر پہ روانہ ہو رہا ہوں۔ گوٹن برگ سویڈن میں نئی تعمیر شدہ مسجد کا افتتاح کرنے کے علاوہ امریکہ اور یورپ کے مشنوں کا دورہ کرنے کا بھی ارادہ ہے۔ (الفضل ۷۰ /۱۹۷۶/۲۱)

حضور نے اس سفر کے دوران گیارہ پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا۔ گیارہ استقبالیہ دعوتیں حضور کے اعزاز میں ترتیب دی گئیں۔ اور ۱۳ خطبات جمعہ میں حضور نے احباب جماعت کو تبلیغی تربیتی امور اور ایک احمدی کا مقام سمجھنے کی تلقین فرمائی۔ ۶ر ۷ر اگست کو امریکی جماعت کے سالانہ کنونشن میں حضور نے افتتاحی اور اختتامی تقاریر فرمائیں جس میں جماعت کو درپیش حالات اور خصوصاً نئی نسل کی تربیت کی طرف توجہ دلائی۔ اس سلسلہ میں کمیونٹی سنٹر کے قیام کی ضرورت بیان فرمائی جن میں بچوں کو چھٹیوں کے دوران اسلامی ماحول میں رکھا جائے۔ حضور نے فرمایا :-

"زمین خرید کر تربیت گاہیں قائم کی جائیں اور ان کے گرد پھلدار پودے لگا کر باغ وغیرہ لگائے جائیں تاکہ جب بچے تعلیم و تربیت کی غرض سے تعطیلات میں وہاں آکر رہیں تو انہیں وافر مقدار میں پھل بھی مل سکے۔ اور وہ وہاں ہنسی خوشی رہ سکیں۔ الغرض جتنی جلدی ممکن ہو سکے سردست پندرہ سٹیٹس میں تفریحی اور تعلیمی مراکز قائم ہو جانے چاہئیں اور ان میں تربیتی کورسوں کا سلسلہ شروع کر دینا چاہیئے۔ خواہ یہ کورس دو ماہ کے لئے ہی ہوں۔" (الفضل ۷۶/۱۹/۵ اخاء ش)

امریکہ اور کینیڈا میں حضور نے اسلام کی اشاعت کے نظام کو زیادہ موثر اور نتیجہ خیز بنانے کے سلسلہ میں امریکہ اور کینیڈا کے مبلغین کو بیش قیمت ہدایات سے نوازا اور امریکہ اور کینیڈا دونوں جگہ عہدیداران کے اجلاسات ہوئے جن میں تبلیغ و تعلیم و تربیت کے نظام میں وسعت پیدا کرنے کے لئے بعض اہم فیصلے فرمائے۔ احمدیہ مشن ہاؤس واشنگٹن کا تفصیلی معائنہ فرمایا اور عمارت کے بہتر مصرف کے متعلق راہنمائی فرمائی اور امریکہ میں کمیونٹی سنٹر کے لیے بعض جگہیں جا کر دیکھیں۔ جب حضور ڈیٹن تشریف لے گئے تو ڈیٹن سٹی کے کمشنر نے حضور کا پُرتپاک خیر مقدم کیا اور حضور کی خدمت میں شہر کی چابی پیش کی۔ اسی طرح میڈیسن شہر کے میئر نے بھی حضور کو خوش آمدید کہا اور حضور کی خدمت میں تحائف پیش کئے۔ حضور نے میئر کو قرآن پاک کا ایک نسخہ بطور ہدیہ دیا۔

گوٹن برگ میں مسجد کا افتتاح

اس مبارک سفر کا سب سے اہم واقعہ مسجد گوٹن برگ (سویڈن) کا افتتاح ہے حضور ۱۸ اگست کو سویڈن کے لئے روانہ ہوئے اور ۲۰ اگست بروز جمعۃ المبارک مسجد کا افتتاح فرمایا۔ اس تقریب میں سویڈن، ڈنمارک ناروے، جرمنی، انگلستان سپین، ہالینڈ، یوگوسلاویہ، انڈونیشیا، ترکی، البانیہ، پاکستان اور بعض دیگر ممالک کے چھ صد احباب کو شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ افتتاح کرتے ہوئے خطبہ جمعہ میں حضور نے فرمایا :-

"دراصل مساجد اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہیں۔ ہماری حیثیت تو محض نگران کی ہے ہماری مساجد کے دروازے ان تمام لوگوں کے لئے کھلے ہیں جو خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کرنا چاہتے ہیں۔"

سویڈن ریڈیو نے حضور کا ایک انٹرویو ریکارڈ کیا اور وہاں حضور نے ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب فرمایا۔ مسجد کے افتتاح کی تصاویر ٹیلیویژن پر دکھائی گئیں اور ریڈیو نے بھی کارروائی نشر کی۔ ۲۵ اگست تک حضور نے گوٹن برگ میں قیام فرمایا۔ اور اہل سویڈن کو ملاقاتوں کا موقعہ مہیا فرمایا۔ ۲۶ اگست کو ناروے، ڈنمارک، جرمنی، سوئٹزرلینڈ سے ہوتے ہوئے ۱۴ ستمبر کو واپس لنڈن تشریف لے گئے۔ فرینکفورٹ میں حضور کی خدمت میں شہر کے میئر موصوف نے سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے پُرخلوص خیر مقدم کیا اور تحائف بھی پیش کئے۔ حضور نے جواب میں قرآن پاک کا جرمن ترجمہ بطور تحفہ دیا۔ اسی طرح زیورچ (سوئٹزرلینڈ) میں پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا اور سوئس ریڈیو نے سوئٹزرلینڈ کے مسلمانوں کے لئے عید الفطر کی تقریب کے لئے حضور کا پیغام ریکارڈ کیا۔ لنڈن واپس آکر حضور نے ۲۲ ستمبر کو عید الفطر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضور انگلستان کی جماعتوں کے تفصیلی دورہ کے لئے تشریف لے گئے اور انگلستان میں تبلیغ اسلام کی مہم کو تیز سے تیز تر کرنے کے پروگرام کا جائزہ لیا۔

چھٹا سفر ۱۹۷۸ء

حضور اس تاریخی اور مبارک سفر پہ ۸ مئی ۱۹۷۸ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے۔ فرینکفورٹ، زیورچ اور ہیگ میں مشنوں کا جائزہ لیتے ہوئے ۱۳ مئی کو لنڈن تشریف لے گئے۔ ۲، ۳، ۴ جون کو "مسیح کی صلیبی موت سے نجات" کے موضوع پر کانفرنس میں افتتاحی اور اختتامی خطاب فرمایا اور ناروے، سویڈن، ڈنمارک، جرمنی پیرس سے ہوتے ہوئے ۱۸ اگست کو واپس لنڈن تشریف لے گئے اور ۸ اکتوبر کو لنڈن سے روانہ ہو کر ۱۰ اکتوبر کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

:- دَورہ کی غرض :-

اس تاریخی سفر پہ روانہ ہونے سے قبل حضور نے فرمایا :-

"اب تھوڑی دیر بعد میں بیرون ملک جانے کے لئے سفر پر روانہ ہونے والا ہوں جس کے دوران انگلستان میں ہونے والی اس بین الاقوامی کانفرنس میں بھی شرکت کروں گا جو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم کے مؤقف کی تائید میں منعقد ہو رہی ہے اس کانفرنس کا وہاں پر بڑا چرچا شروع ہو گیا ہے۔ چرچ کی طرف سے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے اور ہمارے لنڈن مشن کو دھمکیوں پر مشتمل خطوط بھی موصول ہو رہے ہیں۔ لیکن بہرحال ہمیں جو ہدایت قرآن کریم نے دی ہے وہ تو یہی ہے فلا تخشوھم و اخشونی (البقرۃ ۱۵۱) یعنی تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ سے ڈرو۔ چنانچہ اس کے مطابق ہم ان دھمکیوں سے نہیں ڈرتے اور ہماری فطرت میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ناکامی کا خمیر ہی نہیں ہے۔" (الفضل ۱۹۷۸/۵/۱۰)

حضور نے اس سفر کے دوران ۲۱ خطبات جمعہ میں احباب جماعت کو تعلیمی اور تربیتی امور کی طرف توجہ دلائی۔ حضور کے اعزاز میں گیارہ استقبالیہ دعوتیں ترتیب دی گئیں جن کے مناظر ٹیلیویژن پر دکھائے گئے۔ حضور نے پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا حضور کے ارشادات کو اخبارات نے نمایاں جگہ دی۔ حضور کی تصویر کے ساتھ حضور کے حالات تحریر فرمائے اور ٹیلیویژن نے بھی پریس کانفرنس کے مناظر دکھائے۔

اس دورہ کا سب سے بڑا مقصد لنڈن میں "مسیح کی صلیبی موت سے نجات" کے موضوع پر منعقدہ ایک بین الاقوامی کسرِ صلیب کانفرنس کا انعقاد تھا۔ جس میں حضور کے علاوہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور سرینگر یونیورسٹی کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ اور ماہر آثار قدیمہ پروفیسر فدا محمد حسنین ہسپانوی مستشرق مسٹر اینڈریز فیبر قیصر۔ عیسائی مستشرق ڈاکٹر سلیڈ سلا دنلپ ڈنمارک کے مسٹر عبدالسلام میڈیسن۔ بی۔ اے رفیق امام مسجد لنڈن، صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب، شیخ عبدالقادر صاحب محقق عیسائیت اور عیسائی محقق مسٹر آر سی ای۔ اسکال فیلڈ نے خطاب فرمایا۔

اختتامی اجلاس میں ڈیڑھ ہزار سے زائد مہمانوں نے شرکت کی۔ ان میں جماعت احمدیہ کے مندوبین کے علاوہ ماریشس، لائبیریا، گھانا، سیرالیون کے ہائی کمشنرز اور لنڈن کے بعض ممتاز زعماء بھی شامل تھے۔

اس بین الاقوامی کانفرنس کے انعقاد پر برطانوی چرچ میں ہلچل مچ گئی اور وہ اس طرح کہ برٹش کونسل آف چرچز کی طرف سے اس موقعہ پر ایک پریس ریلیز جاری کیا گیا جس میں جماعت کو زیر بحث موضوع پر تبادلۂ خیالات کی دعوت دی گئی اس کے جواب میں حضور نے فرمایا:۔

"ہم برٹش کونسل آف چرچز کے نمائندوں کے ساتھ تبادلہ خیالات کی اس دعوت کو قبول کرتے ہیں اور اسی نوعیت کے تبادلہ خیالات کی رومن کیتھولک چرچ کو بھی دعوت دیتے ہیں اور تجویز کرتے ہیں کہ تبادلہ خیالات کے یہ اجلاس لنڈن، روم، مغربی افریقہ کے ایک دارالحکومت اور ایشیا کے ایک دارالحکومت اور اسی طرح ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں طرفین کی منظور کردہ تاریخوں اور شرائط کے مطابق بھی منعقد ہوں۔ (الفضل ۱۹۷۸/۷/۸)

کانفرنس کے اختتام کے بعد حضور نے کانفرنس میں شرکت کرنے والے مہمانوں کو شرف ملاقات بخشا اور ان کے ممالک میں اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کے متعلق گفتگو فرمائی۔

۷ رجون کو حضور کے اعزاز میں برطانوی پارلیمنٹ کے ممبر مسٹر ٹام کاکس نے دعوت استقبالیہ کی تقریب کا اہتمام دارالعوام کی عمارت میں کیا۔ اس تقریب میں بہت وسیع پیمانے پر لنڈن شہر کے معززین کو مدعو کیا گیا۔ اس تقریب میں جماعت احمدیہ کے بیرونی مندوبین اور مقامی احباب کے علاوہ پاکستان سوسائٹی لنڈن کے صدر الیگزنڈر اور سیکرٹری نیز لندن کے بہت سے میئر صاحبان بعض ممبران پارلیمنٹ اور شہر کی ممتاز اور معزز شخصیتوں نے شرکت کی۔ دعوت کے بعد حضور نے کچھ دیر دارالعوام کی کارروائی بھی سنی۔ ۸ رجون کو حضور نے یورپین ممالک یعنی برطانیہ، ہالینڈ، مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، ڈنمارک، سویڈن ناروے کے احمدیہ مشنوں کے مبلغین انچارج اور ان کے نائبین اور اسی طرح مغربی افریقن ممالک میں سے نائیجیریا، گھانا کے مبلغین کو طویل ملاقات کا شرف بخشا اور انہیں عیسائی دنیا میں اسلام کو وسیع پیمانے پر پھیلانے کے سلسلہ میں تبلیغی

مساعی کو تیز تر اور نتیجہ خیز اور مؤثر بنانے کے سلسلہ میں ہدایات سے نوازا۔

حضور روزانہ ڈاک دیکھنے کے علاوہ آنے والے افراد کو انفرادی اور اجتماعی ملاقاتوں کا شرف بخشتے۔ ۲۴ جولائی کو حضور یورپی ممالک کے دورے پر روانہ ہوئے۔ حضور نے ناروے، سویڈن، ڈنمارک، مغربی جرمنی کے مشنوں کا جائزہ لیا اور وہاں پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ ۱۹ اگست کو واپس لنڈن تشریف لے آئے۔ یہاں کچھ دن حضور کی طبیعت ناساز رہی۔ حضور بحالیٔ صحت کے لئے لنڈن میں قیام فرما رہے۔ ۸ اکتوبر کو لندن سے روانہ ہو کر ۱۱ اکتوبر کو حضور ربوہ تشریف لے آئے۔

ساتواں اور آخری سفر ۱۹۸۰ء

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالےٰ اپنے دور خلافت کے ساتویں اور آخری سفر یورپ پر ۲۶ جون ۱۹۸۰ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے۔ اور ۲۹ جون کو فرینکفورٹ پہنچے۔ حضور مغربی جرمنی، سوئٹزر لینڈ، آسٹریلیا، ڈنمارک، سویڈن، ناروے، ہالینڈ، سپین، نائیجریا، غانا، کینڈا، ریاستہائے متحدہ امریکہ اور انگلستان سے ہوتے ہوئے ۲۶ اکتوبر کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔

سفر کی غرض و غایت:۔

حضور نے اپنے اس سفر کی یہ غرض و غایت بیان فرمائی۔

"دوسری بات میں اپنے حالیہ سفر اور غیر ممالک کے دورہ کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ یہ دورہ کئی وجوہات کی وجہ سے ضروری ہو گیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے حال ہی میں ایسے فضل فرمائے ہیں اور بیرونی ممالک میں ترقی کی ایسی نئی راہیں کھولی ہیں کہ ان سے فائدہ اٹھانے اور غلبۂ اسلام کے کام میں تیزی پیدا کرنے کے لئے ان ممالک میں جانا ضروری ہو گیا ہے..... ۱۹۷۰ء میں جب سپین گیا میں نے کوشش کی کہ وہاں ایک چھوٹی سی خستہ حال اور غیر آباد مسجد نماز پڑھنے کے لئے ہمیں مل جائے ہرچند کہ وہاں کی حکومت اس کے لئے تیار ہو گئی لیکن پادریوں کی طرف سے شدید مخالفت کے باعث وہ ایسا نہ کر سکی۔ اس کے بعد دس سال کے اندر اندر ایسا انقلاب عظیم برپا ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں شہر قرطبہ کے قریب ایک قطعہ زمین عطا کر دیا جسے ہم نے قیمتاً خریدا ہے اور حکومت نے اس پر مسجد کی تعمیر کی باقاعدہ طور پر اجازت بھی دے دی ہے.....

حال ہی میں اللہ تعالےٰ نے ہمیں اوسلو کے قریب ایک سہ منزلہ شاندار عمارت عطا کر دی ہے جو مسجد اور مشن ہاؤس کے طور پر بخوبی استعمال ہو سکتی ہے اور وہاں ترقی کی راہیں کھل سکتی ہیں ..... نائیجریا سے حال ہی میں اطلاع آئی ہے کہ وہاں اللہ تعالےٰ نے جماعت کو مختلف علاقوں میں مزید تین بڑی بڑی مسجدیں تعمیر کرنے کی توفیق دی ہے اور ان کی خواہش ہے کہ اس دورہ میں میں ان کا بھی افتتاح کر دوں..... میں نے ربوہ میں بھی یہ تحریک کی ہے اور اب آپ سے بھی کہتا ہوں کہ آپ سات دن تک خاص طور پر دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اس دورہ کو ہر لحاظ سے کامیاب کرے اور غلبۂ اسلام کے حق میں یہ دورہ بہت مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہو۔" (سفر مغرب ص۹)

حضور نے پورے چار ماہ دنیا کے تین براعظموں میں پھیلے ہوئے تیرہ ممالک کا خالص دینی اغراض و مقاصد کے لئے دورہ فرمایا۔ اس طویل تبلیغی اور تربیتی دورہ میں حضور نے مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، آسٹریا، ڈنمارک، سویڈن، ناروے، ہالینڈ، سپین، نائیجریا، غانا، کینڈا، ریاستہائے متحدہ امریکہ اور انگلستان کے ممتاز دانشوروں اور اہم شخصیتوں سے ملاقاتیں کیں اور ان کے سامنے اسلام کی تعلیم رکھی اور دیگر مذاہب پر اس کی برتری کو ثابت فرمایا۔ ان ممالک میں بسنے والے احمدیوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے لئے بیس خطابات فرمائے اور ۱۶ خطبات جمعہ دیئے۔ چودہ پُرہجوم پریس کانفرنسوں سے خطاب فرمایا اور اسلام کے متعلق یورپ میں صدیوں سے پھیلے ہوئے خیالات کو غلط ثابت فرمایا اور ان کے سامنے اسلام کی اصلی تعلیم پیش فرمائی اور قرآن کریم کی روشن اور دلکش اور لازوال تعلیمات کو اس کی اصل شکل میں اہل مغرب کے سامنے پیش فرمایا۔ تیرہ ممالک میں جماعت احمدیہ کی مساعی کا جائزہ لیا اور مبلغین سے اسلام کی تبلیغ اور احمدیوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے سلسلہ میں مشورے کئے۔ ناروے میں اوسلو کے شہر میں نئے مشن ہاؤس کا اور مسجد کا افتتاح فرمایا اور مغربی افریقہ کے ممالک میں جماعت احمدیہ جو تعلیمی اور طبی خدمات سرانجام دے رہی ہے اس کا معائنہ کیا اور متعدد نئے میڈیکل سنٹرز اور سیکنڈری سکولز کھولنے کی منظوری دی۔ اپنے اس تاریخ ساز دورہ کے آخر میں سرزمین اندلس یعنی سپین میں ساڑھے سات سو سال کے بعد حضور نے ابراہیمی دعائیں پڑھتے ہوئے ۹ اکتوبر کو مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور اس کے بعد ایک پُرہجوم پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا:۔

سوال :۔ آپ نے مسجد کے لئے پیدرو آباد کی جگہ کو کیوں انتخاب کیا؟

جواب :۔ ہم نے اس جگہ کو نہیں چنا بلکہ خدا تعالےٰ نے چنا ہے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں کے لوگ بہت اچھے ہیں۔

سوال :۔ مسجد کی اہمیت کیا ہے؟

جواب :۔ مسجد کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک ایسی جگہ ہو جہاں پر اکٹھے مل کر خدا کی عبادت کی جا سکے

سوال :۔ مسلمانوں کے درمیان اس وقت جو لڑائی ہو رہی ہے اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب :۔ اسلام امن کی تعلیم دیتا ہے مسلمانوں کے درمیان جو لڑائی ہو رہی ہے وہ اسلامی تعلیم کے خلاف ہے اس لئے ہم اس کے لئے اسلام کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتے۔ گذشتہ دو عالمی جنگوں میں عیسائی حکومتیں بھی ایک دوسرے کے خلاف لڑ رہی تھیں مگر اس کے لئے ہم عیسائیت کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتے۔ اسی طرح اس جنگ کا حال ہے..... قرآن ایک عظیم کتاب ہے۔ یہ تمام انسانی مشکلات کا حل پیش کرتی ہے جہاں تک انسانیت کا تعلق ہے یہ کتاب مسلم اور غیر مسلم میں کسی قسم کا کوئی امتیاز روا نہیں رکھتی۔ (دورہ مغرب ص۵۴۵)

حضور نے ۲۹ جولائی تا ۷ اگست تک یورپین ممالک کا دورہ فرمایا۔ ۷ تا ۱۶ اگست تک حضور کا قیام لنڈن میں رہا۔ ۱۷ اگست تا ۳۱ اگست تک حضور نے مغربی افریقہ کے ممالک نائیجریا اور غانا کا دورہ فرمایا۔ اس سفر کے دوران ایمسٹرڈم ائیرپورٹ سے لیگوس کے لئے حضور روانہ ہونے والے تھے اور VIP لاؤنج میں احباب جماعت سے باتیں کر رہے تھے کہ وزیر اعظم ہالینڈ مسٹر اے فن آخت امریکہ سے ایمسٹرڈیم پہنچے۔ وزیر اعظم اپنے ذاتی عملہ کے بعض افسران کے ہمراہ VIP لاؤنج کے اس حصہ میں تشریف لائے اور حضور سے ملاقات کر کے مسرت کا اظہار کیا۔ مغربی افریقہ کے دوران حضور نے تین مساجد کا افتتاح فرمایا اور افریقی ممالک کے انچارج مبلغین کی میٹنگ میں کام کو تیز تر کرنے کی سکیم پر غور کیا اور غانا کے صدر مملکت کو دو بار ملاقات کا شرف عطا کیا۔ افریقہ کے دورہ کے دوران حضور جہاں بھی تشریف لے گئے ہزاروں افراد نے حضور کا استقبال کیا اور حضور نے متعدد نئے میڈیکل سنٹرز اور سیکنڈری سکول کے قیام کا اعلان فرمایا۔

حضور نے ۴ ستمبر سے ۲۴ ستمبر تک امریکہ اور کینیڈا کی احمدی جماعتوں کا دورہ فرمایا اور ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت پر متعدد خطبات ارشاد فرمائے ۲۵ ستمبر سے ۲۲ اکتوبر تک حضور نے لندن میں قیام فرمایا اس دوران حضور نے چار پریس کانفرنسوں سے خطاب کیا۔ جلسہ سالانہ اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے خطبات دیئے۔

میرا بھائی میرا امام

ساٹھ سال سے زائد عرصہ کے تعلق کی جھلکیاں

محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب
بیرسٹر ایٹ لاء کراچی

ہمارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ ۸ و ۹ جون ۱۹۸۲ء کی درمیانی شب کو اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ جماعت کے اخباروں میں حضور کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا رہا ہے اور بہت کچھ لکھا جائے گا۔ احباب جماعت نے مختلف رنگ میں حضور کی وفات پر اپنے رنج والم کا اظہار کیا ہے۔ جانے والے تو چلے جاتے ہیں مگر مبارک ہیں وہ لوگ جن کی یاد سینوں میں زندہ رہتی ہے اور جن کا نام سننے پر دل حزین ہو جاتا ہے اور جذبات کا ایک سمندر امڈ آتا ہے۔ جن لوگوں نے حضور رحمہ اللہ کی صحبت سے حصہ لیا ہے اُن کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ ایسی درخشاں ہستی کی یاد کو دل سے محو کر دیں۔

حضور میرے چچا زاد بھائی تھے۔ مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ میرا کسی نہ کسی رنگ میں آپ کے ساتھ بچپن سے تعلق رہا۔ مَیں حضور سے تین چار سال چھوٹا ہوں اور اس زمانہ سے جب ہم بچے تھے آپ کو جانتا ہوں اور اس طرح سے مجھے آپ کے پاکیزہ خصائل کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ساٹھ سے اوپر سال تک ملا۔ بچپن میں ہمارا ہر قسم کا مذاق بھی رہا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بھائی حضرت امّاں جان کے پاس رہا کرتے تھے۔ حضرت امّاں جان ان سے تو بہت محبت کرتی ہی تھیں مگر ان کو مجھ سے بھی بہت پیار تھا۔ جب بھی مَیں حضرت امّاں جان کے پاس جاتا تو میری ملاقات بھائی سے ہوتی۔ اور مَیں دیکھتا کہ حضرت امّاں جان ان کی ہر رنگ میں تربیت فرماتیں۔ آپ کے کھانے وغیرہ کا بھی خود اہتمام فرماتیں بچپن میں انسان کو کھانے کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہی ہے۔ جب بھی مَیں جاتا تو میرا یہی سوال ہوتا کہ امّاں جان بھوک لگی ہے۔ اگر کھانے کا وقت ہوتا تو کھانا اپنے کمرہ میں منگوا لیتیں یا پھر کہتیں کہ بیٹا باورچی خانہ میں ہی چل کر کھانا کھا لیتے ہیں۔ چنانچہ مَیں حضرت امّاں جان کے ساتھ چل پڑتا اور بھائی بھی وہیں آجاتے اور وہاں پر موڑھوں پر بیٹھ کر ہم کھانا کھا لیتے۔ اس زمانہ میں زیادہ تکلفات نہ ہوتے تھے۔ ایک عورت روٹی پکاتی جاتی اور ہم کھانا کھاتے جاتے۔ مجھے یاد ہے کہ بھائی کو پلاؤ پسند تھا اور اس کی کھرچن اس سے بھی زیادہ پسند تھی۔ چنانچہ حضرت اماں جان ان کے لئے خاص اہتمام سے رکھ چھوڑتی تھیں۔ مجھے بھی اس میں سے حصہ مل جاتا۔ کھانا ختم کرکے پھر ہم بڑے کمرہ میں واپس آجاتے۔ وہاں بھی بعض دوسری چیزیں کھاتے۔ مثلاً خشک میوہ یا تازہ پھل۔ اپنی عمر کے مطابق کھانے کے علاوہ ہم یہ چیزیں اپنی جیبوں میں بھی ڈال لیتے۔

مسجد مبارک چونکہ ساتھ ہی تھی۔ اس لئے نماز کے لئے جاتے ہوئے حضرت مصلح موعود حضرت اماں جان کے دالان میں سے گذر کے جاتے۔ جیسے ہی حضور کے پاؤں کی آواز آتی حضرت امّاں جان ہمیں فرماتیں بچو! اب نماز کے لئے جاؤ اور ہم جلدی جلدی وضو کر کے نماز کے لئے چلے جاتے۔ بھائی کے کھیلنے کا وقت مقرر تھا اور حضرت امّاں جان کی ہدایت تھی کہ مغرب کی نماز مسجد مبارک میں پڑھنی ہے۔ اگر کسی وجہ سے دیر ہونی ہوتی تو بھائی بتا کے جاتے کہ انہیں دیر ہو جائے گی۔

بھائی کو شکار کا بہت شوق تھا۔ اور چھٹی والے دن بھائی ساتھ والے گاؤں بھینی یا ننگل کی طرف نکل جاتے اور فاختہ اور دوسرے پرندے مار لاتے۔ بعد میں تو میرا نشانہ بھی اچھا ہو گیا مگر اُس وقت میرا نشانہ بہت اچھا نہ تھا۔ بھائی کا نشانہ اتنا حیران کن حد تک اچھا تھا کہ مَیں نے دیکھا کہ ہوائی بندوق سے وہ اڑتی ہوئی بھڑ کو مار لیتے جوں جوں عمر گزرتی گئی شکار کی نوعیت بھی بدلتی گئی چڑیوں اور فاختاؤں سے ہم لوگ تیتر مرغابی پر آگئے اور پھر جب بھی شکار کو جانا ہوتا تو اکٹھے ہو کر دریائے بیاس پر یا پھر پٹھانکوٹ کے پہاڑی علاقہ میں جاتے۔ تفریح کے لئے قادیان کے ساتھ والی نہر پر بھی جاتے جہاں بعض اوقات حضرت مصلح موعود کے علاوہ اور بہت سے بزرگ بھی جاتے اور سارا دن تفریح میں گزارتے۔ آپس میں مقابلے بھی ہوتے۔ حضرت امّاں جان کو تو بھائی سے پیار تھا ہی مگر حضرت مصلح موعود کو بھی ان سے بہت پیار تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ نے بھائی کو سختی سے ڈانٹا ہو۔ یہ مَیں نے بچپن سے جوانی تک دیکھا۔

بھائی حافظ قرآن بھی تھے اور مولوی فاضل بھی۔ پھر ۱۹۳۴ء میں بی۔ اے کی ڈگری لے لی۔

آپ کی شادی میری خالہ منصورہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ اس لئے میری بھائی سے اَور بھی بے تکلفی ہو گئی اور مَیں اس کا فائدہ آخری وقت تک اُٹھاتا رہا۔ ۱۹۳۳ء میں مَیں انگلستان چلا گیا۔ مجھ سے پہلے مرزا مظفر احمد صاحب جا چکے تھے اور غالباً مرزا سعید احمد صاحب مرحوم بھی۔ ۱۹۳۴ء میں بھائی انگلستان آگئے۔ ہم تینوں تو لندن میں تھے مگر بھائی BALLIOL COLLEGE آکسفورڈ میں پڑھتے تھے۔ بھائی کا لندن آنا جانا رہتا تھا اور اگر کبھی وہ نہ آتے تو ہم آکسفورڈ چلے جاتے اور اچھی رونق رہتی۔ آکسفورڈ میں بھائی کے دوستوں کا حلقہ اچھے انگریز خاندانوں سے تھا جو آپ کی پوزیشن کو سمجھتے تھے۔ اور اسی رنگ میں آپ سے ملنا جلنا ہوتا۔ یہ تعلق بھائی کا دیر تک رہا۔ بھائی کے ہندوستانی دوستوں میں سے ایک سید اکبر مسعود صاحب غالباً سر سید احمد صاحب کے پوتے یا پڑپوتے تھے۔ یہ بعد میں بمع اپنی بیگم کے ایک دو بار ربوہ بھی آئے۔ اور اس پرانے تعلق کو نہ چھوڑا۔ آپ سے ان کا تعلق تو اس سے سمجھ آسکتا ہے کہ ایک بار وہ رات کے وقت ربوہ کے قریب سے گزر رہے تھے تو انہوں نے اپنی بیگم کو کہا آج رات ناصر کے ہاں ہی رہ لیتے ہیں چنانچہ انہوں نے بھائی کا دروازہ ۱۰ یا ۱۱ بجے رات کھٹکھٹایا۔ اس وقت بھائی کالج والے مکان میں رہتے تھے۔ سڑکیں وغیرہ تو ابھی پکی بنی نہ تھیں۔ گرد و غبار میں سے جب اندر داخل ہوئے تو منظر اور ہی تھا۔ ہر چیز سلیقے سے اپنی جگہ رکھی ہوئی تھی۔ کھانا بھی فوراً مل گیا۔ اکبر صاحب اور ان کی بیوی بہت حیران ہوئے۔ اور بھائی اور میری خالہ کی مہمان نوازی کا اس قسم کا اثر ہوا کہ ہر جگہ بیان کرتے تھے۔

مَیں بھائی سے ملنے کے لئے کئی بار

ان لوگوں سے ہمیں بہت مدد ملی۔ بعض تو ایسے تھے جن کا بعض وجوہات کی بناء پر علاقے میں بہت رعب تھا۔ اور بعض ویسے ہی شریف آدمی تھے۔ ان میں سے ایک ایسا شخص بھی تھا جس نے کہا تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی ہمیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ مگر ساتھ اس کو یہ بھی بتا دیا کہ توکل تو ہمارا خدا پر ہی ہے۔ میں ساڑھے چار ماہ قادیان میں بطور درویش مقیم رہا اور یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کے لئے ایسے لوگ کھڑے کر دیئے ہیں جن سے کوئی امید ہی نہ تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جن پر حضرت مصلح موعود نے یا بھائی نے کوئی احسان کیا تھا یا ان کی کسی قسم کی مدد کی تھی۔ وہ لوگ ہماری ہر ضرورت کا خیال رکھتے۔ انہوں نے قادیان میں شرارتی لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ یہ نہ سمجھو کہ یہ لوگ بے یار و مددگار ہیں۔ ساڑھے چار ماہ کے بعد میں بھی آگیا اور میاں وسیم احمد صاحب وہاں چلے گئے۔

لاہور آکر میں نے دیکھا کہ بھائی کالج کے پرنسپل ہیں اور اُن دنوں ٹی۔آئی۔ کالج ڈی۔اے۔وی کالج کی متروکہ عمارت میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کالج کا انتظام ان حالات میں بھائی نے اس مستعدی سے کیا تھا کہ دیکھ کر حیرانی ہوتی تھی۔ احمدی طلباء تو اس میں داخل ہوتے ہی تھے مگر غیر از جماعت طلباء بھی اس میں داخل ہونے کی کوشش کرتے تھے اور بڑی بڑی سفارشیں کروا کر داخلہ لیتے۔ اس کام کے علاوہ بھائی کے دوسرے کام بھی تھے جو کہ جماعت کے دوسرے اداروں سے تعلق رکھتے تھے۔ اس وقت نہ جماعت کے پاس پیسہ تھا اور نہ ہی تنظیمی لحاظ سے جماعت ایک جگہ بیٹھی تھی۔ جماعتی ادارے بھی کچھ لاہور میں تھے۔ کچھ ربوہ اور احمد نگر منتقل ہو چکے تھے مگر کالج تھا کہ دوسرے کالجوں سے بھی اچھا چل رہا تھا۔ وہ اس لئے کہ اس کی باگ ڈور ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں تھی کہ جس کو حضرت مصلح موعود نے خاص طور پر تربیت دی تھی۔ وہ حافظِ قرآن بھی تھا۔ دین کا علم بھی اس نے سیکھا ہوا تھا اور پھر دنیا کے علوم سے بھی اس نے ہم آہنگی پیدا کی ہوئی تھی بھائی رتن باغ میں صرف ایک کمرے میں رہتے تھے اور وہ سارے کام سرانجام دیتے جو کہ حضرت مصلح موعود اِن کے سپرد کرتے۔ ۱۹۵۳ء کے ہنگاموں میں آپ کو ایک ماہ سے زائد عرصہ قید کی مشقت بھی اٹھانی پڑی۔ وہ بھی اس لئے کہ ان کے پاس میری خالہ کے بزرگوں کا ایک خنجر پایا گیا۔ وہ خنجر کیا تھا؟ وہ محض ایک نمائشی چیز تھی جو کہ رؤساء حفاظت کے لئے نہیں بلکہ لباس کا ایک حصہ سمجھ کر رکھتے تھے۔ اسی طرح میرے والد حضرت مرزا شریف احمد صاحب کو بھی اسی قسم کے الزام میں ملوث کیا گیا تھا۔ حضرت ابا جان اور بھائی کی رہائی پر حضرت اقدس .... کا الہام - رہا گو سعندان عالی جناب - پورا ہوا۔

جب ربوہ میں کالج کی عمارت مکمل ہو گئی تو بھائی کالج کے ساتھ والے مکان میں منتقل ہو گئے اور کالج کا انتظام اس طرح چلایا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ پنجاب کے بیشتر کالجز سے آگے نکل گیا۔ اس کے نتائج بھی ایسے تھے جو کہ دوسرے کالجوں سے بہت بہتر ہوتے تھے۔ لڑکوں کی تربیت ایسی کہ بغیر از جماعت لوگ بھی اپنے بچوں کو ربوہ بھجواتے۔ حضرت مصلح موعود نے ۱۹۵۵ء میں بھائی کو صدر انجمن احمدیہ کا صدر مقرر فرمایا۔ جس عمدگی سے آپ نے یہ ذمہ داری سرانجام دی اُس سے ساری جماعت واقف ہے۔

میں ۱۹۵۱ء میں مشرقی پاکستان چلا گیا۔ جب بھی ہم لوگ وہاں سے آتے تو بھائی ہماری دعوت کرتے اور بعض وقت تو میری خالہ حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کا اصرار ہوتا کہ ہم سارا دن رہیں۔ بھائی ایک دفعہ مشرقی پاکستان بھی آئے اور وہاں کے حالات کا جائزہ لیا۔ اس دوران بھائی ہمارے گھر ہی ٹھہرے اور جماعتی اور دوسرے امور پر باتیں ہوئیں۔ میرے ڈھاکہ والے گھر کی بنیاد بھی بھائی نے رکھی تھی۔ مجھے افسوس ہے کہ میری خالہ ڈھاکہ نہ آسکیں۔ اس بات کا ان کو بھی افسوس تھا۔

بھائی بہت مردم شناس تھے۔ ایک دفعہ دیکھ کر پہچان جاتے کہ اس شخص کی کیا نیت ہے۔ چونکہ آپ نے خلیفہ بننا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ وصف خاص طور پر ان کی طبیعت میں رکھ دیا تھا۔ ڈھاکہ میں بعض ایسے لوگوں کے متعلق جن سے ان کی بہت کم ملاقات ہوئی تھی اور جن کے بارے میں کچھ علم نہ تھا انہوں نے چند دن میں بہت صحیح اندازہ لگا لیا۔

جب حضرت مصلح موعود کی وفات ہوئی تو ایک طرف مجھے حضور کی وفات کا صدمہ تھا۔ دوسری طرف یہ ڈر کہ کسی قسم کا فتنہ نہ کھڑا ہو۔ یہ خبر سنتے ہی میں ڈھاکہ سے روانہ ہو گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور آپ کو خلافت کے جلیل القدر منصب

پر فائز کیا۔ خلیفہ ہوتے ہی ہمارے دلوں میں آپ کا مقام بہت بڑھ گیا۔ یہ صرف میرے ساتھ ہی نہ تھا بلکہ سبھی افراد خاندان کے بھی جذبات و تاثرات تھے۔ ایک دفعہ میں نے اپنے ماموں نواب محمد احمد خان صاحب سے جو آپ سے ایک سال یا ڈیڑھ دو سال چھوٹے تھے پوچھا کہ آپ ان سے کتنے چھوٹے ہیں تو ان کا برجستہ جواب تھا کہ اگر ایک ہزار برس بھی کہوں تو غلط نہ ہوگا۔ اس سے ان کا مقصد ان کا وہ مقام ظاہر کرنا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا تھا۔

حضور کی خلافت کے متعلق بہت جگہ حضرت اقدس ...... کے الہامات میں اشارے ملتے ہیں جن کے متعلق متعدد مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ حضور کی خلافت کا دور ۱۷ سال رہا اور بالآخر جون ۱۹۸۲ء میں وفات پائی۔ حضور نے اپنی خلافت کے دور میں بہت سی تحریکوں کی بنیاد رکھی جن میں سے ہر ایک جماعت کے استحکام کے لئے ایک سنگِ میل ہے۔ جماعت نے حضور کے دور میں جو بے مثال ترقی کی وہ ایک علیحدہ مضمون ہے۔ جماعت پر اس دوران میں بہت ابتلاء آئے مگر اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی کشتی کو ہر طوفان سے محفوظ رکھا ہر طوفان پر دشمن یہی سمجھتا تھا کہ جماعت اب نہ بچ سکے گی مگر اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا کہ وہی جماعت کا حامی و ناصر ہے۔

حضور کے خلیفہ ہونے کے بعد ہمارے تعلقات حضور سے اور مضبوط ہوگئے۔ مگر ان کی نوعیت بدل گئی۔ پہلے وہ میرے بھائی اور دوست تھے مگر اب آقا اور خادم کا رشتہ پیدا ہوگیا۔ مگر حضور ہم سے ویسی ہی محبت کرتے رہے۔ ربوہ میں جب بھی میں اور میری بیوی نصیرہ بیگم ہوتے تو حضور ہمیں شام کے کھانے کے لئے ضرور روک لیتے اور مختلف موضوعات پر باتیں کرتے۔ اور شاید ہی کوئی ایسا دن ہوتا کہ ہم نے رات کا کھانا اپنے گھر کھایا ہو۔ میرے ساتھ بعض پرانی باتوں پر مذاق بھی کرتے۔ مگر یہ بھی ایک قسم کا تعلق ظاہر کرنے کے لئے تھا اور یہ اسی محبت کا اظہار تھا جو حضور کو ہم سے تھی۔ حضور کے خلیفہ ہونے کے بعد ہماری خالہ کا درجہ بھی ہمارے دلوں میں بہت بڑھ گیا تھا مگر پھر بھی ہم ان سے بے تکلفی سے بات کر لیتے اور ایسی بات جو حضور کو کہنے میں حجاب ہوتا اپنی خالہ کی معرفت کر لیتے۔ جب میری خالہ بیمار ہوئیں اسی وقت مجھے دل کی تکلیف ہوگئی تھی۔ میرا دل تو چاہتا تھا کہ میں بھی ربوہ جاتا مگر ڈاکٹروں نے سفر کی اجازت نہ دی تھی۔ جب حضور کو میری اس خواہش کا پتہ چلا تو حضور نے فون پر نصیرہ بیگم کو کہلوایا کہ ظفر کو کہہ دو کہ وہ نہ آوے چنانچہ ہم دونوں ان کی وفات پر نہ آسکے۔ مگر حضور خوب جانتے تھے ہم کس مجبوری کی وجہ سے نہیں آئے۔

جلسہ سالانہ پر جب ہم گئے تو حضور کی حالت دیکھ کر میرا دل خون کے آنسو رو دیا۔ حضور نے بہت حوصلہ کیا ہوا تھا۔ مگر حضور اس طرح سے ایک کمرے دوسرے کمرہ میں جاتے کہ جیسے کندھوں پر غموں کا ایک پہاڑ اٹھایا ہوا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی رضا پر حضور راضی تھے۔ غم کی شدت میں اگر کوئی اپنا دکھ کسی سے بیان کرے تو دل ہلکا ہو جاتا ہے مگر وہاں کون تھا جس سے حضور بات کرتے۔ حضور کا مقام ہی ایسا تھا چنانچہ حضور نے اسی پر اکتفا فرمایا د اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضور کے اس صدمہ کی اصل کیفیت تو اللہ تعالیٰ کو یا حضور ہی کو معلوم ہوگی۔ مگر جو ظاہر میں نظر آتا تھا وہ بھی ایسا تھا جو دیکھا نہ جاتا تھا۔ حضور کے مقام کی وجہ سے ان کا قریبی سے قریبی دوست بھی حضور کے غم میں شریک نہ ہو سکتا تھا۔ میرے دل نے اس وقت کہا کہ حضور شادی کر لیں۔

اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق حضور نے کر بھی لی۔ مگر خدا تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا اور الٰہی تقدیر پوری ہوئی۔ مگر اس شادی میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت مضمر تھی۔ اس کی کنہ تک پہنچنے سے ہم قاصر ہیں مگر بہت بابرکت ہے وہ عورت جو ایسے عالی مرتبہ خلیفہ کے آخری لمحات میں اس کی خدمت کر سکی اور اس کے اس زخم کو کسی قدر مندمل کر دیا جو کہ ایک گھاؤ کی طرح اندر ہی اندر اُسے کھا رہا تھا۔

اب جبکہ وہ وجود ہم سے جدا ہوگیا ہے ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے کہ اس نے خلافت سے پہلے اور خلافت کے بعد کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اس نے اپنی ساری زندگی خدمتِ دین میں ہی گزار دی۔ ہمیشہ دنیا کے آراموں پر تلخی کی زندگی کو ترجیح دی۔ وہ بابرکت وجود حلم کا مجسمہ بنا رہا اور اپنے سترہ سال کے دور میں وہ کارہائے نمایاں کئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ احمدیت کی ترقی اتنی ہوئی کہ جماعت کے اوپر اب سورج نہیں ڈوبتا۔ تربیت کا سلسلہ جاری رہا۔ تبلیغ بھی جاری رہی پھر اس کے ساتھ قرآن کریم کے تراجم۔

دنیا کے مختلف ممالک میں مساجد تعمیر کی گئیں۔ آخری مسجد سپین کی مسجد تھی جس کی تکمیل کے لئے حضور کو بہت تڑپ تھی اور خوشی بھی بہت تھی کہ سات سو برس کے بعد پھر اسلام کا جھنڈا ایک بار پھر اُس ملک میں لہرائے جو صدیوں تک اسلام کا گہوارہ رہا تھا۔ مگر حضور کو اللہ تعالیٰ کی لقاء مقدم تھی اور جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ اپنے بندے کو اپنے پاس بلالے تو حضور اس کے لئے بھی حاضر تھے۔ وہ اس لئے بھی کہ حضور اچھی طرح جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیریں مختلف قدرتوں سے پوری ہوں گی۔ اور یہی ہوتا چلا آیا ہے اور یہی ہوتا جاوے گا۔ ہیں جہاں ایک قدرت کے جانے کا رنج ہے وہاں دوسری قدرت کے آنے کی خوشی ہے۔ موت و حیات کا سلسلہ تو جاری رہے گا مگر وہ پودا جو حضرت اقدس ...... نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا بڑھتا جاوے گا۔ یہاں تک کہ اس کی شاخیں ساری دنیا میں پھیل جاویں گی۔ اور اسلام ایک بار پھر زندہ ہوگا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوش دنیا کے کونے کونے میں پھیل جاویں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے ترانے گائیں گے۔ اور ساری دنیا اس کی تسبیح کرے گی۔

اللّٰھم صل علی محمد و آل محمد

اہلِ وقار، فخرِ دیار کی چند یادیں

میرے قابو میں نہ پہروں دلِ ناشاد آیا

محترم پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب ربوہ

سڑک قریباً سنسان تھی اور سنٹرل جیل لاہور کی پُرہیبت عمارت کے صدر دروازہ پر فوجی سپاہی سنگینیں تانے پہرہ دے رہے تھے۔ یہ وہی عمارت اور اس کا ملحقہ احاطہ ہے جہاں اب زندہ دلانِ لاہور کی فیشن ایبل بستی شادمان کالونی تعمیر کی گئی ہے۔

مارچ ۵۳ء میں لاہور میں (پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ) مارشل لاء نافذ ہو چکا تھا اور کئی روز گزر چکنے کے بعد بھی اہالیانِ شہر پر خاص دبدبہ اور ہیبت طاری تھی۔ بعض اکابرین کو نقضِ امن کی پاداش میں سنٹرل جیل میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ آٹے کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہیں ہم قافیہ ہونے کی وجہ سے حراست میں لے لیا گیا تھا۔ انہی لوگوں میں سے دو بزرگ وہ بھی تھے جن کی زیارت کا شوق مجھے کشاں کشاں سنٹرل جیل کے قینچی نما آہنی دروازے کی طرف لے آیا تھا قیدیوں سے ملاقات کی اجازت نہ تھی اس لئے قریب پہنچا تو سپاہیوں نے للکارا۔ میرا ہاتھ جیب میں رکھے ہوئے اُس پروانے کی طرف بڑھا جو مَیں بطور خاص حاصل کر چکا تھا۔ ہُوا یوں کہ جیل کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ غایت درجہ شریف النفس اور ہمدرد انسان تھے۔ ان کے بارے میں میجر سید حبیب اللہ شاہ مرحوم و مغفور کی رائے تھی کہ نیکی ان کے لئے کوئی کریڈٹ نہیں کیونکہ یہ بدی کرنے کی اہلیت ہی سے عاری ہیں! مَیں نے اُن سے عرض کیا کہ ماموں جان آپ کی ساری عمر کی دیانتدارانہ ملازمت کا کیا فائدہ اگر دو اسیروں سے میری ملاقات بھی نہ کروا سکیں۔ انہوں نے متعلقہ فوجی افسر کی منت سماجت کی اور اس طرح دن اور وقت مقرر ہو گیا۔

درِ زنداں وا ہوا اور میرے اندر داخل ہوتے ہی گڑگڑاہٹ کے ساتھ پھر بند ہو گیا دائیں طرف سپرنٹنڈنٹ کے دفاتر اور ملاقات کا کمرہ۔ بائیں جانب عملہ کے دفتر اور گارد۔ ڈیوڑھی کے دوسری جانب یعنی اندرصحن کی طرف پھر اسی طرح کا آہنی دروازہ۔ مجھے ملاقات کے کمرہ میں بٹھا دیا گیا اور قیدیوں کو ملاقات کے لئے لانے کے احکام جاری ہوئے۔ زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ اندرونی آہنی دروازہ کے کھلنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی پاؤں کی چاپ۔ مَیں مجسم انتظار تھا اب سرتاپا آنکھیں بن گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو دمکتے چہرے کمرے کے اندر داخل ہوئے۔ ایک جیسا لباس، ایک جیسا وقار، ایک جیسا سکون و اطمینان، ایک جیسی غنائی و بے نیازی، ایسے اہلِ وقار، ایسے فخرِ دیار، ایسے مولا کے یار، ایسے حق پر نثار کسی بزرگ کی دعا کا ثمرہ ہی ہو سکتے تھے۔ یہ دونوں مہدی کے لختِ جگر تھے۔ ایک بیٹا دوسرا نافلہ جو بیٹے کے عوض ملا تھا۔ حالات ایسے تھے کہ مصافحہ و معانقہ کے بعد میری طبیعت میں رقت پیدا ہوئی مگر اُن دمکتے چہروں پر نظر پڑی تو ملال یا شکوہ یا زبوں حالی کا شائبہ تک نہ تھا۔ بلکہ ایک گونہ اطمینان اور شکر و امتنان کا اظہار نمایاں تھا۔

ان دنوں تعلیم الاسلام کالج اُس بلڈنگ میں تھا جو اَب اسلامیہ کالج سول لائنز کے پاس ہے۔ مَیں صبح ماڈل ٹاؤن سے آتا تو لنچ بکس میں کھانا گھر سے لے آتا۔ کیونکہ واپسی دیر سے ہوتی تھی۔ جیل میں ملاقات کے لئے گیا تو اُسی لنچ بکس میں کچھ تازہ مکھن اور کچھ اَور کھانے کی اشیاء ساتھ لے گیا۔ (کالج تو ان دنوں بند تھے) یہ چیزیں نصرت جہاں کے لاڈلوں کو پیش کیں جو انہوں نے مسکرا کر قبول کر لیں۔ بالکل اُسی طرح جس طرح سدھاما کے پوٹلی بھر چاول کرشن نے لے کر رکھ لئے تھے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب (تیرا شریف اصغر) اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خدا تعالیٰ ہر دو کے مقامات بلند کرے) سے میری یہ پہلی ملاقات نہ تھی۔ مگر یادگار ملاقات تھی۔ درثمین سے جب بھی محمود کی آمین کے اشعار پڑھے جاتے ہیں اور یہ بند آتا ہے کہ

اہلِ وقار ہوویں فخرِ دیار ہوویں
مولا کے یار ہوویں حق پر نثار ہوویں

تو مجھے اَور چہروں کے علاوہ سنٹرل جیل لاہور کے ملاقات کے کمرے میں دمکنے والے یہ دو چہرے ضرور یاد آجاتے ہیں اور اہلِ وقار اور فخرِ دیار اور مولا کے یار لوگوں کا حق پر نثار ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے۔ جیل میں ان اسیروں سے سب سے پہلے ملاقات کرنے والا غالباً مَیں ہی تھا۔ اس وقت تک کوئی پیغام خیر و عافیت کا نہیں پہنچا ہوگا۔ اگلے روز حضرت سیدہ منصورہ بیگم مرحومہ کا رقعہ مجھے موصول ہوا۔ مفہوم یہ تھا کہ جانے سے پہلے بتا تو دیتے آپ تو گھر کے آدمی تھے۔ رابطہ میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی! مَیں اس فرو گذاشت پر بہت شرمندہ ہوا۔ اس کے بعد بھی دو ایک مرتبہ سنٹرل جیل میں ملاقات کے لئے گیا مگر اب یہ امر شجرِ ممنوعہ نہ رہا تھا اور اکثر احباب اور جماعتی عہدہ دار ملاقات کر آئے تھے۔

جن دنوں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد ولایت سے تعلیم مکمل کر کے قادیان واپس آئے اس زمانہ میں مَیں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پڑھتا تھا۔ یہی زمانہ خدام الاحمدیہ کے اجراء کا زمانہ ہے۔ زمام کار حضرت مصلح موعود نے انہی کے سپرد کی تھی۔ وہ اس کام پر خوب کمربستہ ہوئے حتّٰی کہ قادیان میں ایک تہلکہ برپا ہو گیا۔ جلسہ جلوس، نمازیں اجتماع عام ہوئے۔ ہر طرف خدام کا غلغلہ تھا۔ اجتماعی ورزش روزانہ کا معمول بنی۔ ورزش کرانے والوں اور دوڑوں کی نگرانی کرنے والوں میں صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ایسے پردہ نشینوں کے نام بھی آتے ہیں۔ خدام کے اجتماعوں کی بدولت قادیان ایک سریلی آواز سے متعارف ہوا۔ یہ آواز ثاقب زیروی کی تھی۔ اس ساری ہماہمی اور زندگی کے اصل محرک تو حضرت مصلح موعود تھے مگر آپ کی تحریک کو عمل کے سانچے میں ڈھالنے کا سہرا دین کی حمایت پر کمربستہ نوجوان صاحبزادہ مرزا ناصر احمد کے سر بندھا۔ خدام الاحمدیہ میں اب جو کچھ ہوتا ہے وہ انہی ابتدائی واقعات کا چربہ اور اپنی ابتدائی نعروں کی گونج ہے۔ اس زمانہ میں جامعہ احمدیہ کا پرنسپل مقرر کئے جانے سے پہلے چند روز آپ نے سکول میں درس و تدریس کا کام بھی کیا۔ چنانچہ ہماری کلاس کو بھی پڑھایا۔ غالباً انگریزی مگر موضوعِ درس محدود نہیں تھا۔

اس کے بعد کی قادیان کی اُبھرتی ہوئی یاد ۴۷ء کا ہنگامہ خیز دَور ہے۔ آخر مئی ۴۷ء میں مَیں علیگڑھ سے ایم۔ ایس سی کر کے قادیان واپس آیا تو باقی ہندوستان کی طرح پنجاب بھی تاریخ کے سب سے بڑے فساد کی لپیٹ میں آنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ حضرت مصلح موعود کی قیادت میں جماعت مسلم لیگ کی بھرپور مدد کا بیڑا اٹھا چکی تھی۔ اور بہت سے کاموں کے علاوہ ایک بڑا کام جو ان دنوں حضرت صاحبزادہ صاحب کے سپرد تھا وہ باؤنڈری کمیشن

کے سامنے پیش ہونے والے کیس کی تیاری کے لئے مواد مہیا کرنا تھا۔ مجھے یاد ہے بڑی بڑی میزوں پر بڑے بڑے نقشوں کی مدد سے حقائق و شواہد (Data) اکٹھے کئے جاتے تھے اور اس میں دن رات کام ہوتا تھا۔

ہجرت ہوئی۔ جماعت کے اکثر ادارے ابتدائی دور میں لاہور میں منتقل ہوئے فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بھی نہر کے کنارے ایف آر ایس کی عمارت میں آباد ہوا۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۱ء تک میں انسٹی ٹیوٹ سے وابستہ رہا۔ اور غالباً مئی ۱۹۵۱ء میں حضرت مصلح موعود نے مجھے کالج میں فزکس کا لیکچرر مقرر کیا۔ اُس وقت سے لے کر ۱۹۶۵ء تک بطور رفیقِ کار حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا۔ اس دور کی بہت سی یادیں ہیں۔ سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ ایک واقعہ کا ذکر کر چکا ہوں چند اور بیان کروں گا۔

اواخر ۱۹۵۳ء کا ذکر ہے کہ میاں صاحب کالج تشریف لائے تو اساتذہ نے گھیر لیا۔ خبر خوشی کی یہ ملی تھی کہ اللہ نے تیسرا بیٹا عطا کیا ہے۔ میں نے پوچھا نام کیا رکھا ہے؟ فرمایا حضرت مصلح موعود کو بذریعہ تار پیدائش کی خبر دی تھی۔ اُس کے جواب میں تار موصول ہوا ہے کہ

Congratulations on the birth of Mirza Luqman Ahmad

لہٰذا مرزا لقمان احمد نام ٹھہرا۔ اُس وقت سٹاف میں پروفیسر عباس بن عبد القادر مرحوم اور محمود احمد صاحب حیدر آبادی بھی دیگر اساتذہ کے جھرمٹ میں موجود تھے۔ دوستوں نے تقاضا کیا کہ چھٹی ہونی چاہیئے۔ آپ نے کہا بہتر ایک چھٹی منظور۔ پروفیسر عباس بن عبد القادر بولے حضور ایک نہیں دو۔ پھر محمود صاحب سے مخاطب ہو کر کہا محمود فرشی سلام کرو۔ انہوں نے مخصوص حیدر آبادی انداز میں دو قدم پیچھے پلٹے اور کورنش بجا لائے۔ عباس بولے ایک مرتبہ پھر۔ جب دو فرشی سلام ہو چکے تو کہنے لگے کہ حضور اب تو بہر حال دو روز کی چھٹی واجب ہے سب مسکرا دیئے اور اس طرح مرزا لقمان احمد کی پیدائش کی خوشی میں دو چھٹیاں منائی گئیں۔ کالج کا ماحول بے تکلفانہ بلکہ برادرانہ تھا۔ مگر نظم و ضبط مثالی اور شہرت و نیک نامی ٹکسالی۔

کالج کی لاہور سے منتقلی

حضرت مصلح موعود نے فیصلہ فرمایا کہ ۱۹۵۴ء سے کالج کو لاہور سے ربوہ منتقل کر دیا جائے۔ فیصلہ کے بعد تو سب نے سر تسلیم خم کر دیئے مگر وقفۂ تجویز کے دوران بہت چہ مہ گوئیاں ہوئیں۔ بحث وہی تھی جو ازل سے دانشِ بُرہانی اور دانشِ نورانی میں چلتی آئی ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ کالج کی اچھی شہرت ہے اور لاہور میں نیک نام ہونے کی وجہ سے تدریس و تربیت اور اصلاح و ارشاد کے بہتر مواقع میسر آسکیں گے۔ ربوہ چھوٹا سا قصبہ ہے بلکہ کلّر زدہ زمین پر ایک عارضی سی بستی۔ کالج کو یہاں سے اکھاڑا نہ جائے۔ اگر ضرور کالج بنانا ہی ہے تو ربوہ میں چھوٹے پیمانے پر ایک ادارہ کھول لیا جائے بنی بنائی درسگاہ کی اکھاڑ پچھاڑ دانشمندی نہیں۔ دوسرا نظریہ مومنانہ فراست رکھنے والے اُس اہلِ نظر کا تھا جس کی نگاہ سُوئے بصرہ و بغداد نہ تھی بلکہ جو نئی بستیاں تعمیر کرنے کی فکر میں تھا۔ صرف یہی نہیں وہ اُس اہل اللہ کا خلیفہ تھا جسے خدا نے کہا تھا کہ آؤ نئی زمین اور نیا آسمان بنائیں چنانچہ ستمبر ۱۹۵۴ء سے کالج باقاعدہ ربوہ کی نئی گو نامکمل عمارت میں شروع ہوا اور چھ دسمبر کو حضرت مصلح موعود کے مبارک ہاتھوں سے اس کا افتتاح عمل میں آیا۔ یہ کہنا تحصیلِ حاصل ہوگا کہ اگلے دس سالوں میں تعلیم الاسلام کالج نے اپنی نیک روایات، اعلیٰ نظم و ضبط اور درخشاں تعلیمی و غیر نصابی سرگرمیوں کی وجہ سے علاقہ میں ایک خاص مقام حاصل کیا۔ اور اس پس ماندہ حصۂ پاکستان میں تعلیم کے حصول کو سہل بنا دیا۔ اس کامیابی کا سہرا جواں ہمت اور کمربستہ پرنسپل کے سر رہا جس کی خداداد قائدانہ صلاحیتیں تمام مشکلات اور رکاوٹوں کے باوصف اپنے رفقاءِ کار کو ساتھ لے کر چلنے اور ان میں شگفتگی اور بشاشتِ قلب پیدا کرنے میں بار آور ثابت ہوئیں۔

کیا کیا یادیں اس دور سے وابستہ ہیں

سٹوڈنٹس یونین سالہا سال میرے سپرد رہی ایک مرتبہ منتخب صدر اور معتمد دونوں طلباء ہی نہایت شریف اور ضرورت سے زیادہ نرم خو واقع ہوئے۔ مجھے نظم و ضبط کچھ ڈھیلا پڑتا دکھائی دیا۔ یعنی ہمارے اُس وقت کے معیار کے لحاظ سے۔ متعدد مرتبہ انہیں سمجھایا کہ ہر اجلاس سے قبل پیش بندی کرو۔ والنٹیئرز مقرر کرو وغیرہ وغیرہ۔ مگر وہ دونوں اپنی نرم خوئی سے مجبور تھے۔ سوئے اتفاق سے ایک میٹنگ کے دوران دو طلباء میں کچھ تُو تُکار ہو گئی۔ اساتذہ بھی موجود تھے۔ مجھے بہت ناگوار گزرا۔ بھری مجلس میں اعلان کر دیا کہ صدر اور معتمد دونوں کو موقوف کرتا ہوں۔ ہال میں سناٹا چھا گیا۔ مگر آفرین ہے اُن عہدہ داروں پر اور اُس وقت کے طلباء پر کہ خاموشی سے اُٹھ کر چلے گئے اور صدر اور معتمد دونوں نے

میرے پاس آکر معذرت کی اور کہا کہ اگرچہ اس فیصلہ سے ہمیں دکھ پہنچا ہے مگر ہماری اطاعت اور خلوص میں فرق نہیں آیا۔ بخیر گزشت۔ تاہم حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ بحیثیت پرنسپل یہ حق رکھتے تھے کہ مجھے بُلا کر پوچھتے کہ اتنا بڑا اقدام اُٹھانے سے پہلے مجھ سے کیوں نہیں پوچھا؟ لیکن آپ کا طریق یہ تھا کہ جس کے سپرد کوئی کام کرتے اُس پر مکمل اعتماد کرتے۔ معاملہ اگرچہ اصولاً صحیح ہوتا تو پوری پوری حمایت کرتے اور غلط یا جلد بازی کی بات کو بھی احسن رنگ میں ٹوکتے۔ چنانچہ اس واقعہ کے ڈیڑھ دو ماہ کے بعد مجھے سرِراہے اس قدر فرمایا کہ ایسی باتوں میں پرنسپل سے مشورہ کر لینا چاہیئے۔

ربوہ میں تفریحی دلچسپی کے سامان اب بھی کم ہیں۔ شروع میں بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر تھے۔ کالج کی نقل مکانی کے بعد مباحثوں، تقریری مقابلوں، مشاعروں اور کھیلوں کے ہنگاموں کے علاوہ باہر سے اہلِ علم کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان سب مشاغل میں حضرت صاحبزادہ رحمہ اللہ کی ذاتی دلچسپی اور سرپرستی کا دخل تھا۔ کھیل کے میدان بہت کم میسر تھے اور سرسبز گھاس والے میدان تو ناپید تھے۔ باسکٹ بال کے کھیل میں اپنی ذاتی دلچسپی کے علاوہ کالج میں اسی کے اجراء کا ایک بڑا جواز میں نے یہ بھی پیش کیا تھا کہ اس میں گھاس کے میدان کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ عذر آپ نے معقول گردانا اور سنہ ۵۵-۵۶ سے کچی گراؤنڈ میں کھیل کی ابتداء ہوئی جو آپ کی سرپرستی میں تیزی سے پروان چڑھا۔ آل پاکستان باسکٹ بال ٹورنامنٹ شروع کیا گیا جس میں پاکستان کی سبھی نامور ٹیمیں شوق سے شامل ہونے لگیں۔ اور پھر یہ سلسلہ ایسا چلا اور پاکستانی کھلاڑیوں اور آپ کے درمیان محبت اور وفا کا ایک ایسا رشتہ قائم ہوا جو آپ کی زندگی کے آخری سانسوں تک اُستوار رہا۔ وفاداری بشرطِ اُستواری کا عمل ان کھلاڑیوں کی طرف سے بھی ہوا جن کا عقیدہ کے لحاظ سے آنمحترم سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس کا نمایاں اظہار آپ کی زندگی میں منعقد ہونے والے آخری آل پاکستان ناصر باسکٹ بال ٹورنمنٹ کے موقع پر اُس قرارداِدِ غم سے ہوا جو جناب شیخ محمد امین صاحب آف لاہور نے ٹورنامنٹ کے اختتامی اجلاس میں حضور کی حرم محترم حضرت سیدہ منصورہ بیگم کی وفات حسرت آیات کے متعلق سب کھلاڑیوں کی ترجمانی کرتے ہوئے پیش کی۔

کسی دانا کا قول ہے جو آپ نے اکثر بچوں کی کاپیوں پر چھپا ہوا دیکھا ہوگا کہ تعلیم لوگوں کی رہنمائی کو آسان، ان پر حکومت کرنے کو مشکل اور انہیں غلام بنانے کو ناممکن بنا دیتی ہے جنہیں کالج یا یونیورسٹی کے اساتذہ سے واسطہ پڑا ہے وہ اس مقولہ کی سچائی کے دل سے قائل ہوں گے۔ کسی کالج یا یونیورسٹی کا کامیاب سربراہ وہی ہو سکتا ہے جو تعلیم یافتہ لوگوں کے اس خلق سے واقف ہو۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ تعلیم الاسلام کالج کے مایۂ ناز پرنسپل اور اساتذہ کے درمیان ایک ایسا رشتۂ مؤدت و اخوت تھا جو بہت کم دیکھنے میں آتا ہے خصوصاً جب کوشش یہ بھی ہو کہ نظم و ضبط میں کسی قسم کا رخنہ نہ پڑے۔ ایسا ماحول جبھی پیدا ہو سکتا ہے کہ باہمی عزت و ادب کے ساتھ مزاح کی حس بھی قائم رہے جس سے سبھی لطف اندوز ہو سکیں۔ الحمد للہ کہ آپ کے لمبے دَور میں کالج میں یہ فضا قائم رہی۔

حضور اپنے رفقاء کو ہر خوشی میں شامل فرماتے اور اس میں راحت محسوس کرتے۔ اپنے سب بچوں کی شادیوں میں سب کو خاص اہتمام اور اصرار سے شریک کیا۔ دعوت ناموں کی عبارت اور چھپوائی اور کارڈ کے ڈیزائن کا کام ہمیشہ جناب جنید ہاشمی مرحوم کے سپرد ہوتا تھا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ جنید مرحوم کے سب بچوں خصوصاً بچیوں کی شادی آپ نے اپنے اہتمام میں کروائی اور ان کو قصرِ خلافت سے سسرال رخصت کیا۔ اس شفقت اور وفاداری میں حضرت سیدہ منصورہ بیگم برابر کی شریک تھیں۔

اپنی بڑی صاحبزادی کی شادی پر جو آپ کے گھر میں پہلی شادی تھی خاکسار کو مندرجہ ذیل دعوت نامہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھجوایا جو میرے پاس اب تک محفوظ ہے۔

مکرم نصیر خان صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عزیزہ امۃ الشکور بیگم کی شادی ۵ اپریل کو قرار پائی ہے۔ آپ مع بیگم و بچگان شمولیت فرما کر ممنون فرمائیں۔ ۴ اپریل کو ہی آجائیں تو اچھا ہے۔

جزاکم اللہ۔

خاکسار مرزا ناصر احمد۔

خلافت کے عظیم منصب پر فائز ہونے کے بعد آپ کے الطافِ کریمانہ میں تو کمی نہ آئی مگر جو بے تکلفی کی فضا پہلے تھی وہ بہرحال قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ کچھ ایسا حجاب پیدا ہوا کہ آپ کے رفقاءِ قدیم بھی کھُل کر بات نہ کر سکتے تھے۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ انتہائی طور پر معمور الاوقات ہو گئے اور ملاقات کے مواقع اُسی نسبت سے کم ہوتے گئے۔

غالباً سنہ ۶۶ء میں جب حضور جابہ تشریف لے گئے تو میرے بچوں کو اور مجھے اپنی مہمان داری سے نوازا۔ حضرت سیدہ منصورہ بیگم مرحومہ نے مادرِ مہربان کی طرح ہمیں اپنی محبت اور شفقت سے وافر حصہ دیا اور باصرار ہفتہ عشرہ اپنے پاس ٹھہرایا۔ اس موقعہ کی ایک یادگار تصویر بھی ہے جس میں حضور کے ساتھ میرے دونوں بیٹوں کے علاوہ جابہ میں موجود بعض بزرگ بھی شامل تھے۔ انہی میں یارِ مہربان حضرت سید میر داؤد احمد مرحوم و مغفور بھی ہیں ؎

وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں۔

جنوری سنہ ۸۲ء میں میں دل کے عارضہ سے بیمار ہو کر فضل عمر ہسپتال میں داخل ہوا۔ سُوئے اتفاق اس روز ایمبولینس کا ڈرائیور نہیں تھا۔ محترم ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب قریشی خود ایمبولینس چلا کر لائے اور مجھے ہسپتال لے گئے۔ اوپر کی منزل میں ایک کمرے میں ہم آباد ہو گئے۔ دن جوں توں کر کے گذرا۔ شام ڈھلی۔ میں نحیف و نزار تھا۔ وقت کے سرمئی رنگ نے ماحول کو اَور بھی اداس بنا دیا تھا کہ نسیم مصر کا جھونکا یہ خوشخبری لے کر آیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح عیادت کے لئے آ رہے ہیں۔ دروازہ کھلا اور حضور مع حضرت سیدہ منصورہ بیگم السلام علیکم کی دعا کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ میری بیوی اور گھر کے دوسرے افراد نے استقبال کیا۔ جب حضور تشریف فرما ہو چکے تو بیماری کے متعلق دریافت فرمایا۔ میں جواب دینے کی کوشش کرنے لگا تو پنجابی میں فرمایا:

تُسیں چپ رہو جی۔

اس فقرہ میں پیار بھی تھا اور میری ناطاقتی کا احساس بھی۔ آپ کا یہ خلقِ عظیم اور میری یہ نالائقی کہ جب حضور کچھ عرصہ بعد گھوڑے سے گر کر کئی ماہ صاحبِ فراش رہے تو میں پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر سے ہو کر ہی لوٹ جاتا رہا۔ اس فرد گذاشت کا بدلہ حضور نے اس طرح لیا کہ جب صحت ہونے پر قصرِ خلافت میں چائے کی دعوت ہوئی اور بہت سے احباب کو بلایا گیا تو آپ نے مجھے بھی یاد فرمایا اور جب میں نے مصافحہ کیا تو فرمانے لگے

سانحۂ ارتحال

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ نوّر اللہ مرقدہٗ

مکرم سلیم شاہجہان پوری صاحب۔ نواب شاہ

یاد آتی ہے وہ شفقت وہ محبّت تیری
ہوئی تقدیرِ خداوند سے رحلت تیری
کی فرشتوں نے اعانت پہ اعانت تیری
تھی عیاں تیرے تکلّم سے شرافت تیری
بخشش دینا تھی خطاکار کو عادت تیری
مُسکراتا ہوا چہرہ، تری روشن آنکھیں
مثلِ آئینۂ شفاف تھا سینہ تیرا
تیرا اندازِ تلطّف تھا نرالا آقا
دُشمنوں پر بھی ترا لُطف و کرم تھا پیہم
بھانپ جاتا تھا نگاہوں سے دلوں کے احوال
گالیاں کھا کے بھی دشمن کو دعا دی تو نے
خادم و داعیٔ اسلام رہا ساری عمر
رُوح فرسا تھی ہمارے لیے رحلت تیری
لیکن اللہ نے گرتوں کو سنبھالا کیسا

خون روتی ہے تیرے غم میں جماعت تیری
ورنہ تھی اَب بھی زمانے کو ضرورت تیری
پھیلی افریقہ و امریکہ میں شہرت تیری
کتنی پاکیزہ و شستہ تھی طبیعت تیری
تھی خطا پوش و عطا پاش طبیعت تیری
اب بھی پھرتی ہے نگاہوں میں وہ صورت تیری
صاف تھی گردِ کدورت سے طبیعت تیری
وہ متانت میں سموئی ہوئی شفقت تیری
اَور اپنوں پہ نچھاور تھی محبّت تیری
بخدا باعثِ حیرت تھی فراست تیری
تھی عیاں صبر و تحمل سے شرافت تیری
پہنچی عالم کے ہر اک گوشے میں دعوت تیری
غم و اندوہ کا پیکر تھی جماعت تیری
جمع پھر ہو گئی اک بار جماعت تیری

خوف کو امن سے بدلا ہے خدا نے یکسر
منتقل ہو گئی طاہر کو خلافت تیری

"لو! یہ تو یہیں ہیں"

اپنے دورِ خلافت میں آپ نے بہت سی تحریکیں چلائیں جن میں خلافت جوبلی فنڈ کا مطالبہ بھی تھا جو جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء میں کیا گیا۔ اڑھائی کروڑ کا مطالبہ تھا۔ احبابِ جماعت نے والہانہ لبیک کہا۔ اس قدر جوش و خروش تھا کہ لوگ اُٹھ اُٹھ کر نعرے لگاتے رہے۔ گویا مطالبہ کچھ لینے کا نہیں بلکہ دینے کا ہو۔ اسی سال ایم۔ ایس سی کلاس کا نتیجہ ایسا شاندار نکلا تھا کہ حضور نے برملا اس کی تعریف فرمائی۔ سو فیصد پاس ہونے کے علاوہ سب طلباء فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوئے اور کالج میں اوّل آنے والے طالب علم نے یونیورسٹی فزکس میں نیا ریکارڈ رکھا۔ جب اگلے سال بعض طاقتور حلقوں کی طرف سے جماعت کی مخالفت شروع ہوئی تو بعض احمدی اس شدید ردّ عمل پر حیرت کا اظہار کرنے لگے کہ ایسا کیوں ہے۔ یہی تذکرہ ایک مرتبہ محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم مرحوم کے سامنے ہوا تو فرمانے لگے کہ تم کروڑوں روپیہ ایک تحریک پر اکٹھا کر لو اور سائنس کی اعلیٰ تعلیم کی اُوپر کی اکثر پوزیشنز لے جاؤ اور توقع یہ رکھو کہ لوگ ذرا سا اظہار بھی رشک کا نہ کریں! یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے!!

حضرت سیدہ منصورہ بیگم کی وفات

پر آپ نے کمال صبر کا نمونہ دکھایا۔ جنازہ پر میم بشیر آف لاہور سے فرمانے لگے کہ حکم صرف اللہ کا چلتا ہے۔ انسان کتنی بھی کوشش کرے ہوتا وہی ہے جو خدا کو منظور ہو۔ کیسے معلوم تھا کہ چھ ماہ کے بعد یہی حکم آپ کے بارے میں مقدر ہو چکا ہے۔ جلسہ سالانہ کی ایک تقریر میں آپ نے سامعین سے کہا کہ میں لا اِلٰہ اِلاّ اللہ کا ورد کرتا ہوں۔ آپ بھی میرے ساتھ کلمہ طیبہ کے یہ الفاظ دہرائیں چنانچہ آپ نے نہایت سریلی اور مترنم آواز میں یہ ورد شروع کیا اور ہزاروں سامعین آپ کی آواز کے ساتھ آواز ملا کر خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتے رہے۔ خدا جانے مجھے کیا ہو گیا تھا کہ پہلے ہی کلمہ پر میری گھگھی بندھ گئی اور آنسوؤں اور ہچکیوں کی وجہ سے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا۔ مجھے اُس وقت اپنے اس ردّ عمل کی وجہ سمجھ میں نہ آسکی۔ اب سوچتا ہوں کہ شاید میرے لاشعور نے یہ وجدان پا لیا تھا کہ حضور جماعت کو اپنا آخری پیغام دے رہے ہیں۔ توحید کا پیغام۔ وہی پیغام جو لاکھوں انبیاء روزِ ازل سے دیتے چلے آئے ہیں۔ جو ان مختصر مگر جامع الفاظ میں حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابد تک کے لئے انسان کو ورثہ میں چھوڑا اور جسے یاد دلانے کے لئے خدا نے اپنے مسیح اور مہدی کو مبعوث کیا۔ اگر یہ ایک پیغام کوئی رہنما اپنی قوم کو ازبر کرا سکے جس طرح کہ خلیفہ ثالث نے اپنے آخری جلسہ میں کروانے کی کوشش کی تو وہ رہنما بھی مبارک اور اُس کی قوم بھی مبارک۔ وَ یبقیٰ وجہُ ربک ذو الجلال والاکرام۔ و اٰخرُ دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

چند حسین یادیں

تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے دور کی

مکرم پروفیسر ڈاکٹر سلطان محمود صاحب شاہد ایم ایس سی۔ پی ایچ ڈی (لندن)

جون ۱۹۴۶ء میں خاکسار ایم۔ ایس سی کا امتحان پاس کر کے قادیان پہنچا اور حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؓ نے تعلیم الاسلام کالج میں بطور لیکچرار میرا تقرر فرمایا۔ اس وقت سے مجھے یہ سعادت حاصل رہی ہے کہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے قریب رہا۔ اور سلسلہ کی خدمت کی توفیق حاصل کرتا رہا۔ آپ اس وقت تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل تھے ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو قادیان کی حفاظت اور احمدیوں کے بحفاظت انخلاء کا مشکل ترین کام آپ کے سپرد ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ نے نہایت ہی جرأت، معاملہ فہمی اور حُسنِ تدبّر سے یہ کام سرانجام دیا۔ مشکلات کے اس نازک دَور میں بھی آپ مسکراتے اور مشکل کاموں کو لطائف اور چٹکلوں سے دلچسپ بنائے رکھتے تاکہ کسی کے چہرے پر مایوسی نہ آئے۔

قادیان سے ہجرت کے بعد لاہور رتن باغ میں جن دنوں حضرت مصلح موعودؓ قیام پذیر تھے اور صدر انجمن احمدیہ انتہائی مالی مشکلات میں گھری ہوئی تھی تو اولو العزم خلیفہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ تعلیم الاسلام کالج کے لئے فوری طور پر کسی عمارت کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فوری طور پر رتن باغ کے سامنے ایک عمارت موسومہ سیمنٹ بلڈنگ کے ایک کمرے کے آدھے حصہ میں تعلیم الاسلام کالج کا دفتر کھول دیا اور خود اپنے ایک دو ممبران سٹاف کو ساتھ لے کر لاہور اور بیرون لاہور متروکہ مختلف تعلیمی اداروں کی عمارات کو دیکھتے رہے کہ ان میں سے کوئی بھی اور کہیں بھی مل جائے۔ لیکن تمام عمارات مشرقی پنجاب سے آئے ہوئے لٹے پٹے مہاجرین سے بھری پڑی تھیں۔ اور فوری طور پر کوئی بھی خالی نہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے عارضی طور پر ایف۔ سی کالج لاہور کے عقب میں ایک متروکہ چھوٹے سے ڈیری فارم کی ایک ٹوٹی پھوٹی سی عمارت میں کلاسز جاری کروا دیں۔ وہی کالج تھا اور وہی کالج کا ہوسٹل۔ صبح سے دوپہر تک چٹائیوں پر بیٹھ کر کالج کے طالب علم کلاسز اٹنڈ کرتے اور بقیہ دن رات وہی عمارت کالج ہوسٹل کے طور پر استعمال ہوتی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث بطور پرنسپل وہاں تشریف لاتے۔ کالج کی نگرانی کرتے۔ اساتذہ اور طلباء کو تسلی دیتے اور ان عارضی مشکلات کو مسکراتے چہروں سے برداشت کرنے کی تلقین فرماتے۔

۱۹۴۸ء میں سابقہ ڈی۔ اے۔ وی کالج کی عمارت جہاں پر اس وقت اسلامیہ کالج سول لائنز واقع ہے۔ حضور کی کوششوں سے تعلیم الاسلام کالج کے لئے مل گئی مگر اس حال میں کہ دفتر، کلاس روم، لائبریری اور لیبارٹریز میں نہ تو قابلِ استعمال فرنیچر تھا اور نہ ہی کوئی اَور چیز۔ حضور نے اس ٹوٹی پھوٹی عمارت کو بھی خندہ پیشانی سے قبول کیا اور کالج کی ضرورت کی ہر چیز نئے سرے سے تیار کروائی۔

انہی دنوں ربوہ کی زمین خریدی گئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ، خاکسار اور چوہدری فضل داد صاحب مرحوم کو ساتھ لے کر جیپ میں سوار جسے وہ خود ہی چلاتے رہے زمین دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے اور وہ جگہ جہاں محترم ملک عمر علی صاحب مرحوم کی کوٹھی ہے اُتر کر کچھ دیر ٹھہرے۔ اِدھر اُدھر گھومے پھرے اور پھر رات بسر کرنے کے لئے موضع احمد نگر چلے گئے۔

جب تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی عمارت کی تعمیر کا پروگرام بنا تو اس کا نقشہ بنوانے اور اس کی تعمیر میں ایک ایک مرحلے پر پوری دلچسپی لی اور خود موقعہ پر موجود رہ کر تعمیر کے کام کی نگرانی کرتے۔ خصوصاً جب کالج کا ہال بنا تو گھنٹوں دھوپ میں کھڑے ہو کر چھت ڈالنے کی نگرانی کرتے رہے۔

اکتوبر ۱۹۵۴ء میں تعلیم الاسلام کالج لاہور سے ربوہ میں منتقل ہو گیا۔ اُس وقت کالج ایک معمولی سے غیر معروف قصبہ میں جاری ہوا تھا مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بحیثیت پرنسپل اس کالج کو جو علمی و ادبی رنگ و روپ دیا وہ صرف آپ کی ہی شخصیت کا مرہونِ منت تھا۔ پاکستان کی معروف علمی شخصیتوں کو ربوہ بلایا جن میں پاکستان کی مختلف یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر، سیکرٹری تعلیم اور دیگر اہم علمی شخصیتیں شامل ہیں۔ ہر آنے والے کو حضور جماعت کا صحیح معنوں میں تعارف کرواتے۔ طلباء کی اس رنگ میں نگرانی اور تربیت فرمائی کہ ان میں اخلاقی و علمی برتری پیدا ہو گئی۔ اور ایک دو سالوں میں ہی تعلیم الاسلام کالج کے طلباء یونیورسٹی اور بورڈ کے امتحانات میں نمایاں پوزیشنیں حاصل کرنے لگے۔ بلکہ میڈیکل اور انجینئرنگ کالجوں میں داخلہ کے وقت پہلی چند پوزیشنیں تو ضرور تعلیم الاسلام کالج کے طلباء کو حاصل ہوتیں۔ اسی بناء پر پاکستان کے دور دراز علاقوں سے طالب علم تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں کھنچے چلے آتے۔ بلکہ بیرون پاکستان شمالی، مشرقی اور مغربی افریقہ سے بھی طلباء اخلاقی و علمی تسکین کے لئے یہاں آتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے لئے یہ بات انتہائی تکلیف دہ ہوتی تھی کہ کوئی ذہین اور محنتی طالب علم مالی تنگی کی وجہ سے اپنی تعلیم کو جاری نہ رکھ سکے۔ چنانچہ آپ خود تجسس کر کے ایسے طالب علموں کو ہر قسم کی امداد فراہم کرتے۔ اور آج ان میں سے بیشتر ایم۔ اے تک تعلیم حاصل کر کے حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ اس کی ایک مثال وہ طالب علم ہے جو صدر انجمن احمدیہ کے ایک مددگار کارکن کا بیٹا تھا اور دسویں جماعت تک لاری اڈہ سے لوگوں کے سامان اٹھانے کی مزدوری کرتا رہا اور اس مزدوری سے اُسے جو ملتا اُس سے اپنی پڑھائی کے اخراجات پورا کرتا۔ جب اس نے میٹرک پاس کر لیا اور تعلیم الاسلام کالج میں داخلہ لینا چاہا تو حضور نے اس کے تعلیمی اخراجات کی تمامتر ذمہ داری اٹھا لی مگر اُسے یہ بھی ہدایت کی کہ وہ وقت نکال کر حسب دستور سامان اٹھانے کی مزدوری کرتا رہے تاکہ کام کرنے کا وقار کم نہ ہو۔ چنانچہ وہ طالب علم ایم۔ اے کر کے اب

بیرونِ ملک کسی اچھی ملازمت میں ہے۔ اسی طرح اور بھی کئی طالب علموں کو حضور نے بیرونِ ملک پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کے لئے وظائف دیئے اور خلیفۃ المسیح کے مقام پر فائز ہونے کے بعد تو حضور کی اس قسم کی عنایات کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا۔

حضور کا سلوک اپنے ساتھی اساتذہ کے ساتھ بھی انتہا درجے کا مشفقانہ تھا۔ کسی اُستاد کی بڑی سے بڑی غلطی کو بھی اس طریق سے نظر انداز کرتے کہ غلطی کرنے والا شخص خود ہی آئندہ سے احتیاط کرنے لگتا۔ انہوں نے کبھی یہ رویّہ نہ رکھا کہ وہ کالج کے افسرِ اعلیٰ ہیں۔ بلکہ طلباء اور اساتذہ دونوں میں اکثر اس طرح گھُل مِل کر رہتے کہ جی چاہتا وہ ہر وقت ہم میں بیٹھے رہیں۔ سٹاف میٹنگز جن میں کئی فیصلے نہایت سنجیدگی سے ہوتے ہمیشہ کشتِ زعفران بنی ہوتیں اور ان مسکراہٹوں کی ابتداء ہمیشہ حضور کی طرف سے ہی ہوتی۔ کالج سٹاف کی طرف سے، کالج یونین کی طرف سے یا کسی اور سوسائٹی کی طرف سے دی گئی پکنک پارٹی میں آپ بلا تامّل شریک ہوتے اور ان موقعوں پر بھی پیارے پیارے انداز میں نصائح فرماتے جس سے اندازہ ہوتا کہ یہ تقریبات تضیعِ اوقات کا سبب نہیں بلکہ آپس میں پیار و محبت، طلباء اور اساتذہ کے درمیان غیر ضروری جھجک کی دُوری اور اخلاقی قدروں کی اُستواری کا موجب بنتی تھیں۔

مطالعہ کی عادت

مطالعہ کا بھی بہت شوق تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ وہ روزانہ باقاعدگی سے مطالعہ کرتے ہیں اور بعض اوقات تو یہ روز کا شوق مطالعہ سینکڑوں صفحات سے بھی تجاوز کر جاتا۔ مطالعہ کی عادت کا اس عمدہ طریق سے اظہار کرتے کہ دوسروں کے دلوں میں بھی خود بخود شوق مطالعہ پیدا ہوتا۔ اساتذہ کو مختلف کانفرنسوں میں شمولیت کے لئے بھجواتے۔ کالج میں علمی کانفرنسیں منعقد کرواتے اور اساتذہ کو اعلیٰ پایہ کی کتابیں لکھنے کو فرماتے بلکہ ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ اگر میں ایف۔ ایس سی کی کیمسٹری کی کتابیں اردو میں لکھ دوں تو وہ مجھے ایک ہزار روپے فی کتاب دیں گے اور جب انہوں نے یہ فرمایا تھا اس وقت ایک ہزار روپے کی رقم بہت بڑی رقم تھی۔ اساتذہ کی مزید علمی ترقی کی بہت حوصلہ افزائی فرماتے چنانچہ خاکسار جب لندن یونیورسٹی سے اوائل ۱۹۵۹ء میں کیمسٹری میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کر کے واپس لوٹا تو حضور نے کالج کے تمام اساتذہ کے ساتھ ربوہ ریلوے سٹیشن پر خاکسار کو شرفِ ملاقات بخشا جو میرے لئے ایک بہت بڑی سعادت تھی۔ میرے بعد پھر حضور نے محترم ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب کو فزکس میں، محترم ڈاکٹر ظفر احمد ونیس صاحب کو اکنامکس میں۔ محترم ڈاکٹر ظفر اللہ صاحب کو ریاضی میں انگلستان میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ اسی طرح محترم ڈاکٹر ناصر احمد پروازی صاحب کو پنجاب یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کی پوری پوری سہولت دی۔ حضور کا ارادہ تھا کہ ہر مضمون میں اپنے اساتذہ کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری دلا کر تعلیم الاسلام کالج میں ہر مضمون میں ایم۔ اے اور ایم۔ ایس سی کی کلاسیں شروع کی جائیں تا کہ اس کالج کا درجہ ایک اچھی یونیورسٹی کے برابر کر دیا جائے۔ چنانچہ اس پروگرام کے تحت ابھی عربی اور فزکس میں ایم۔ اے اور ایم۔ ایس سی کی کلاسز شروع ہوئی تھیں کہ دیگر پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی طرح تعلیم الاسلام کالج بھی قومی تحویل میں لے لیا گیا اور بقیہ پروگرام تشنہ رہ گئے۔

حضور نے جن اساتذہ سے شرفِ تلمّذ حاصل کیا ان کی بہت عزت اور قدر فرماتے۔ چنانچہ ان میں سے ایک استاد کو ایک دفعہ کالج یونین کے سالانہ مباحثات میں بطور مہمان خصوصی مدعو کیا گیا تو آپ نے حد درجہ ان کی تعظیم و تکریم کی۔

ایک خاص واقعہ

ایک دفعہ میں نے عرض کیا آپ پرنسپل ہیں اور آپ کے کمرے کے باہر برآمدہ میں سے طالب علم گزرتے ہیں تو کچھ حرج ضرور ہوتا ہوگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ کے کمرے کے دروازہ کے باہر دونوں طرف برآمدہ میں پھولدار گملے رکھ دیئے جائیں تاکہ لڑکے آپ کے دفتر کے سامنے سے اکثر نہ گزر سکیں اور دفتر کا بیرونی حصہ خوبصورت بھی معلوم ہو تو آپ فوراً فرمانے لگے کہ اس طرح تو طلباء اور میرے درمیان ایک فاصلہ اور مغائرت سی پیدا ہونے لگے گی۔ اس لئے میں ایسا نہ کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی آواز کو دلکش، صاف اور اونچا بنایا تھا۔ بعض اوقات کوئی طالب علم دُور سے دیکھ کر آپ سے کترا کر نکلنے کی کوشش کرتا تو آپ فوراً اُسے آواز دے کر بلا لیتے تاکہ اُس کے دل میں کوئی غلط قسم کا ڈر نہ پیدا ہو۔ آپ کے دل میں طالب علموں کے لئے جو پیار اور شفقت تھی یہ طریق بھی اُسی کا حصہ تھا۔ چنانچہ آپ کے رُعب و دبدبہ کے باوجود ہر ایک مؤدبانہ طریق سے آپ کے قریب ہونے کی کوشش کرتا۔ ایک دفعہ ایک لڑکے کی ایک ایسی حرکت پر جس پر سزا دینا ضروری تھا بید لگانے کی سزا دی گئی غالباً چھ بید لگانے تھے مگر اُس کو دو ہی بید لگائے تھے کہ شفقت اور پیار کا لاوا پھوٹ پڑا اور مزید سزا سے فوراً ہاتھ روک لیا۔

اخراجات کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ جہاں بھی ضروری ہوگا وہاں جتنا بھی خرچ ہوگا ادا کروں گا۔ لیکن جہاں ضرورت نہیں وہاں ایک پیسہ بھی خرچ کرنا مالی ضیاع ہے۔ چنانچہ کھیلوں اور کالج کی سوسائٹیوں کے اخراجات کے بارے میں ہاتھ نہایت کھلا تھا۔ یہاں تک کہ کالج یونین کے سالانہ مباحثات میں اوّل و دوم آنے والوں کو سونے اور چاندی کے میڈل دینے منظور فرمائے جو آج تک کسی کالج نے نہیں دیئے۔ سالانہ عشائیہ کے لئے بھی گرالقدر رقم منظور فرماتے تھے جس میں پاکستان کے چیدہ کالجوں کے طالب علم مقررین اور مہمانانِ کرام بڑی تعداد میں شامل ہوتے۔ حضور کالج کی ہائکنگ پارٹیوں اور سائنس کے طلباء کو صنعتی دوروں کے لئے ضرورت کے مطابق اخراجات بخوشی منظور فرماتے۔ حضور کی انہی علمی دلچسپیوں کے باعث

یہ نہ سوچا تھا کہ یہ چاند بھی گہنائے گا

(مکرم حافظ فضل الرحمٰن بشیر صاحب ربوہ)

سوئے مرقد جو جنازہ ترا ہم لے کے چلے
درد دامن میں لیے دل سے دُھواں سا اُٹھا
غمِ فرقت میں ہوا سارا زمانہ غمگیں
ضبط کا خون ہوا شورِ فغاں سے اُٹھا

زندگی کیا ہے، فقط ایک سہارا دل کا
موت کا جام ہر اِک شخص پیئے جاتا ہے
تیری فُرقت ہے کہ آنکھوں سے لہو بہتا ہے
ذکر تیرا ہے کہ دل چاک کیئے جاتا ہے

کیا خبر تھی کہ مری جان "محبت کا سفیر"
رات چُپ چاپ زمانے سے گذر جائیگا
غم کے بادل تو بہت چھائے تھے دل پر لیکن
یہ نہ سوچا تھا کہ یہ چاند بھی گہنائے گا

تیری رفعت، تیری عظمت کی قسم ہے مجھ کو
مَیں نے کٹتا ہوا تاروں کا جگر دیکھا ہے
کتنی چیخوں کو فضاؤں میں سُنا ہے مَیں نے
کتنے لوگوں کو یہاں خاک بسر دیکھا ہے

آج ہر دل ہے بنا آہ و فُغاں کا مرکز
گرد آلود ہوئی لوحِ جبیں تیرے بعد
کتنی غمگیں ہے فضا تیرے چلے جانے سے
کتنے افسردہ ہیں ربوہ کے مکیں تیرے بعد

تعلیم الاسلام کالج کا طالب علم علمی اور اخلاقی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ عام معلومات بھی کافی رکھتا تھا۔

کالج میں کھیلوں کے بارے میں حضور کا یہ پروگرام تھا کہ باری باری مختلف کھیلوں کی سرپرستی کی جائے اور کالج کی ٹیموں کو پنجاب یونیورسٹی، پنجاب اور پاکستان کی اعلیٰ ٹیموں کے مقام تک لے جایا جائے چنانچہ حضور نے پہلے کشتی رانی اور پھر باسکٹ بال کی سرپرستی فرمائی جس کے نتیجہ میں دونوں کھیلوں کی ہمارے کالج کی ٹیمیں پنجاب یونیورسٹی، پنجاب اور پاکستان کی چوٹی کی ٹیموں میں شمار ہونے لگیں۔ بلکہ باسکٹ بال میں تو ہمارے لڑکوں نے بیرونِ پاکستان ایشیائی اور عالمی مقابلوں میں پاکستان کی نمائندگی بھی کی۔ کالج کے کھلاڑیوں کو پریکٹس کے دوران حضور اپنی نگرانی میں سویابین (SOYA BEAN) کا حلوا بنوا کر کھلاتے۔

حضور کالج سٹاف کے بھی کھیلوں میں مقابلے کرواتے اور دلچسپی سے خود بھی حصہ لیتے بلکہ بعض کھیلوں میں مثلاً کلائی پکڑنا۔ بیڈمنٹن، ٹیبل ٹینس وغیرہ میں تو چیلنج کرتے کہ جس کا جی چاہے مقابلہ پر آ جائے۔

دل تو چاہتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی پرنسپل شپ کے دوران شفقت، پیار اور ہمدردی کی باتیں اور واقعات جو ایک ربع صدی تک کے عرصہ میں میرے مشاہدہ میں رہے اور جن سے میں بھی بہرہ ور ہوتا رہا بیان کرتا رہوں مگر ع

دامانِ نگہ تنگ وگلِ حسن تو بسیار

کے مطابق مجبوراً یہیں ختم کرتا ہوں۔

ایک مکتوب ایک مقالہ

مکرم ثاقب زیروی صاحب
مدیر ہفت روزہ "لاہور"
لاہور

مدیر محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کارِ خیر کی بہترین جزا عطا فرمائے کہ آپ سیّدی ومحبوبی حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد نور اللہ مرقدہٗ کی ذات بابرکت سے منسوب ومعنون ایک اشاعتِ خاص کا اہتمام کر رہے ہیں۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل کے لئے دل پر جبر کر کے قلم سنبھالا تو محبت و رافت کے اس مجسمے کے ساتھ گزرے ہوئے بیالیس ۴۲ سالوں کے صدہا واقعات و افکار حیطۂ تحریر میں آنے کے لئے بے تاب نظر آئے جن کی پیشانی پر اُس کے اوصافِ حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کی گہری چھاپ تھی اور مَیں دیر تک سوچ میں پڑا رہا کہ اس کی کس ادا کا ذکر کروں اور کس کا نہ کروں۔ آٹھ سال کم نصف صدی پر پھیلے ہوئے روح آفریں نیاز و ناز کے اس تعلق کا کوئی ایک لمحہ بھی تو ایسا نہیں جب اُس کریم النفس کی نوازشات میں کمی واقع ہوئی ہو۔

۱۹۴۸ء کی دوسری ششماہی کا واقعہ ہے۔ یہ عاجز ان دنوں حضرت المصلح الموعود کے ساتھ "پریس اتاشی" کے طور پر منسلک تھا۔ حضرت مصلح موعود ان دنوں رتن باغ (لاہور) ہی میں فروکش تھے کہ ایک دن حضرت صاحبزادہ صاحب نے نیچے آکر فرمایا۔ "کل صبح صبح ہی تیار ہو کر آجاؤ۔ ہمیں سرائے عالمگیر اور پھر بربط جانے کا حکم ہوا ہے۔ فرقانی رضاکاروں سے ملنے کے لئے۔" اور اگلے دن دوپہر سے بھی قبل ہی ہم احمدی رضاکاروں کی بٹالین "فرقان فورس" کی ابتدائی تربیت گاہ (BASE CAMP) میں تھے۔ حضرت "فاتح الدین" نے کیمپ کے انچارج سے کچھ باتیں کیں، ہدایات دیں اور کچھ مشورے عطا فرمائے اور پھر مجاہدین کے ساتھ کھانا کھانے کے بعد ہم اپنی وین ٹولی چھوڑ کر مارف (MARPH) ہیڈ کوارٹر میں پہنچے۔ حضور وہاں "بی ایم" اور "ڈی کیو" سے ملے۔ دیر تک محاذِ جنگ اور فرقانی رضاکاروں کی جاں سپاریوں کی باتیں ہوتی رہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ارشاد پر مَیں نے چند نظمیں بھی سنائیں۔ پھر چائے کے بعد ہمیں وہاں سے بھمبر پہنچا دیا گیا جہاں سے ہمیں رات گئے چاند کے طلوع ہونے کے بعد براستہ سوکھا تالاب قلعہ باگسر کی طرف پیدل اپنا سفر شروع کرنا تھا۔ کہ دن کے وقت یہ سفر اس لئے ممکن نہ تھا کہ ہر وقت فضا میں "تاراسنگھ" (بھارتی بمباروں کا کوڈ نام) منڈلاتے رہتے تھے۔

شرک کا وار

بھمبر سے سوکھا تالاب جاتے ہوئے راستہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ جو گائیڈ ہمیں راہنمائی کے لئے دیا گیا تھا وہ چلتے چلتے ایک دم ایک جگہ بیٹھ کر اپنا دایاں ٹخنہ پکڑ کر کراہنے لگا۔ حضور جو چند قدم پیچھے تھے فوراً بھاگ کر اُس کے پاس پہنچے معلوم ہوا کہ اسے بچھو نے ڈس لیا ہے حضور نے اسے تسلی دی اور اس کے سامنے بیٹھ کر "بسم اللہ اور ھو الشافی" پڑھ کر اُس کے ٹخنے کو سہلانے لگے۔ یہ عمل کوئی دو یا تین منٹ تک جاری رہا۔ اس کے بعد اس شخص کے چہرے پر رونق اُبھرنے لگی یہاں تک کہ وہ ہشاش بشاش اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اور قافلہ پھر روانہ ہو پڑا حضور آگے آگے تھے۔ ہم دونوں پیچھے پیچھے تھے۔ کہ اُس نے مجھ سے کہا۔ "آپ کے صاحب تو بڑے "کرنی والے" ہیں۔ گو یہ گفتگو خاص بلند آواز سے نہیں ہو رہی تھی مگر آپ نے سُن لی اور فوراً مُڑ کر ہمارے پاس آئے اور گائیڈ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "دیکھو اس میں کسی کرامت کا دخل نہیں ہے۔ اگر چاہو تو میرے جیسے "کرنی والے" تم بھی بن سکتے ہو۔ بس اتنا کیا کرو کہ جب آموں کو بُور آجائے تو موسم میں اس بور کو اچھی طرح اپنے ہاتھوں میں رگڑ رگڑ کر مل لیا کرو۔ اس بُور کا کم از کم سال بھر اثر ضرور رہتا ہے۔ پھر ہنس کر فرمایا ایسا کرنے کے بعد تم بھی میری طرح کے "کرنی والے" بن جاؤ گے۔ اس وضاحت و نصیحت کے بعد جب ہم نے اپنا سفر شروع کیا تو مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "ثاقب! یہ بھی شرک کی ایک قسم ہے۔ شرک ہمیشہ باریک در باریک راہوں سے انسانی جذبات و محسوسات پر وار کرتا ہے۔ اُسے اس کا موقع نہیں دینا چاہئیے اس لئے مَیں نے ضروری سمجھا کہ فوراً ہی اسے بتا دوں کہ یہ تاثیر دراصل اللہ تعالیٰ نے اس بُور میں رکھ دی ہے۔ بُور لگے ہاتھ زخم پر پھیرنے سے مچھر، بھڑ اور بچھو تک کا درد اور زہر خدا تعالیٰ کے فضل سے جلد دُور ہو جاتا ہے عطائی اور فریب کار اس کو معجزہ کے طور پر پبلش کر کے ہی جہلا کو لُوٹتے رہتے ہیں۔

مجاہدین کے دمدموں میں

اگلا سارا دن فرقانی مجاہدین اور رات اُن جیالوں کے دمدموں میں گزری۔ رات کے گیارہ بجے تک تو باتیں ہوتی رہیں۔ مجھ سے میرا کلام سُنتے رہے۔ اور پھر ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ تڑتڑ کی آوازوں سے کھُل گئی آپ فوراً یہ آوازیں سنتے ہی رائفل پکڑ کر "سکائی لائن" کی طرف بھاگ پڑے۔ معلوم ہوا کہ بربط کے جیالوں کی پٹرول پارٹی کی ریچھ کے سپاہیوں کی پٹرول پارٹی سے مڈبھیڑ ہو گئی تھی جس میں دشمن کے دو ۲ فوجی ڈھیر ہوئے۔ یہ مڈبھیڑ اس رات تین دفعہ ہوئی۔ گویا یہ ساری رات آنکھوں میں ہی کٹ گئی۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب نے سکائی لائن پر ادھر سے ادھر بھاگتے ہوئے صبح کر دی۔ واضح رہے کہ "بربط" اس پہاڑی کا کوڈ نام تھا جس پر فرقان فورس تھی اور "ریچھ" مجاہدوں نے بھارت کی اُس پہاڑی کا کوڈ نام رکھا ہوا تھا جو وادی کے دوسری طرف تھی۔

تعمیل ارشاد

اگلے دن دوپہر سے کچھ پہلے ہی ہم لوٹ پڑے کیونکہ واپسی کا سفر ہمیں بھارتی بمباروں سے بچتے بچاتے طے کرنا تھا اور پھر بھمبر اور مارف ہیڈ کوارٹر سے ہوتے ہوئے نماز مغرب سے چند منٹ قبل اپنے بیس کیمپ میں پہنچ گئے۔ وضو کیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے نماز پڑھائی۔ جونہی سُنن سے فارغ ہوئے کیمپ کے انچارج (غالباً میجر محمد عبد اللہ صاحب مہار) نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو ایک طرف لے جا کر حضرت مصلح موعود کا کوئی ضروری پیغام پہنچایا جسے سُنتے ہی آپ نے وہیں سے مجھے آواز دی۔ "ثاقب آؤ گاڑی میں بیٹھو لاہور چلیں۔" مجھے چونکہ ارشادِ خلافت

اور اس کی اہمیت کا کچھ علم نہ تھا میں نے بڑی بے تکلفی سے عرض کیا:۔

حضرت میاں صاحب جسم سخت تھکے ہوئے ہیں۔ رات بھر جاگتے رہے ہیں اس سے پہلی ساری رات پیدل سفر میں گزری ہے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ چند گھنٹے آرام کرلیں۔ پھر چل پڑیں گے۔ ساری رات اپنی ہی تو ہے۔ آپ نے یہ سنتے ہی فرمایا:۔

"حضور کا ارشاد ہے کہ جونہی واپس پہنچیں فوراً لاہور کے لئے روانہ ہو پڑیں۔ بتاؤ اس فوری حکم کے بعد کسی قسم کے توقف کی کیا گنجائش ہے؟

اور ہم چند ہی منٹوں میں لاہور کے لئے روانہ ہو پڑے۔ ولزلی سڑک پر چڑھی تو فرمایا "اب ثاقب نظم سنانا شروع کردے تاکہ میں اچھی طرح گاڑی چلا سکوں"۔ اور میں نے تعمیل ارشاد کی یہاں تک کہ میں اشعار پڑھتا پڑھتا سوگیا۔ اور سیدی و محبوبی گاڑی چلاتے چلاتے سو گئے اور گاڑی سڑک سے اتر گئی۔ مگر خدائے جلیل و قدیر نے تو ابھی اس وجود باجود سے تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی صدہا مہمیں سر کرانا تھیں۔ اچانک ایک جھٹکے سے میری آنکھ کھل گئی اور میں چیخا میاں صاحب اور کئے اور آپ نے فوراً بیدار ہو کر فرمایا "شعر سناتے رہتے تو یوں تو نہ ہوتا"۔

جب ہماری آنکھ کھلی اس وقت ایک بہت بڑا درخت صرف چند گز کے فاصلے پر تھا اور ہماری کار سیدھی اس کی طرف جا رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں حادثے سے محفوظ رکھا۔ اس پر میں نے پھر بہ لجاجت عرض کیا کہ مجھے تو چھوڑیں آپ کا وجود ازحد قیمتی ہے۔ پھر آپ کو گاڑی بھی چلانی ہے اس لئے بہتر ہو کہ ہم کچھ دیر گاڑی ہی میں آرام کرلیں تاکہ باقی سفر بخیریت گزرے اس دفعہ میری درخواست قبول کرلی گئی۔ فرمایا "لیکن ہم زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے کے لئے رکیں گے"۔

میں اس قدر تھک گیا تھا اور میری آنکھیں نیند سے اس قدر بھری ہوئی تھیں کہ میں سر کو گریبان میں جھکاتے ہی سو گیا لیکن نہیں کہہ سکتا کہ اس عرصہ میں آپ بھی سوئے یا نہیں کیونکہ ٹھیک اٹھویں منٹ پر آپ نے مجھے جھنجھوڑ کر جگا دیا۔ اور رَبَّنَا سَخَّرَ لَنَا هٰذَا ...... پڑھ کر پھر گاڑی سٹارٹ کردی۔

لاہور میں سناٹا

ولزلی کافی پرانی تھی۔ اس لئے وہ فراٹے بھر کر سفر نہیں کرسکتی تھی لیکن رکی بھی نہیں۔ میں شعر پڑھتا رہا اور آپ گاڑی چلاتے رہے۔ حتیٰ کہ ہم کوئی رات کے ساڑھے گیارہ بجے کے قریب لاہور کی مال روڈ پر تھے۔ جب جی۔ پی۔ او کی عمارت کے پاس سے گزر رہے تھے تو آپ نے ہر طرف بکھرے ہوئے سناٹے کو دیکھ کر فرمایا "کیا بات ہے۔ لاہور آج اس قدر جلد کیوں سوگیا ہے؟" اور آپ کا یہ فقرہ مکمل ہونے تک ہم ریگل چوک پر سٹینڈرڈ ہوٹل کے عین سامنے تھے لیکن آج تو سٹینڈرڈ بھی بجھا ہوا تھا۔ حالانکہ اس کی تو رات شروع ہی گیارہ بجے ہوتی تھی۔ اتنے میں آپ کی نظر ایک اچھے خاصے انگریزی لباس میں ملبوس ایک شخص پر پڑی جو کھمبے سے لپٹا ہوا دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ آپ کے ارشاد پر میں اس شخص کے پاس گیا اور پوچھا:۔ "کیا بات ہے۔ آپ کیوں رو رہے ہیں؟" اس نے اپنا منہ دوسری طرف پھیرتے ہوئے کہا "کیا آپ کو معلوم نہیں؟"

میں نے کہا میں تو ابھی ابھی جہلم سے آرہا ہوں۔ مجھے تو کچھ علم نہیں ہے۔ اس پر اس نے چیخ کر روتے ہوئے کہا:۔

قائداعظم فوت ہوگئے ہیں۔ اور وہ پھر اسی طرح بلبلانے لگا۔

میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر گاڑی کی طرف آیا اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو بتایا کہ "حضرت بانئ پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح رح انتقال فرما گئے ہیں"۔

ہم چند ہی منٹوں میں رتن باغ پہنچ گئے آپ اوپر تشریف لے گئے۔ پھر کچھ دیر کے بعد نیچے تشریف لائے تو پتہ چلا کہ حضور نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو قائداعظم کی عیادت کے لئے کراچی بھجوانا تھا مگر چونکہ ان کا انتقال ہوگیا ہے اس لئے اب وہ پروگرام منسوخ ہوگیا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا

شفقت اور پیار سے بھرپور وجود

مکرم کرنل (ریٹائرڈ) دلدار احمد خانصاحب
نائب امیر راولپنڈی

۵۲-۱۹۵۱ء میں حضور کی شاگردی کا شرف حاصل رہا۔ اس کے بعد حضور کی خلافت کے ابتدائی سالوں ۶۶-۱۹۶۷ء میں جبکہ مَیں مری میں تعینات تھا۔ حضور مری تشریف لائے اور کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ اُن دنوں اس عاجز کو حضور سے طویل ملاقاتوں کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ ان ملاقاتوں میں حضور کا سب سے دلچسپ موضوع "فرقان فورس" ہوا کرتا تھا فرقان فورس کا ذکر جب بھی آیا حضور گھنٹوں اس پر مصروفِ گفتگو رہتے اور ایسے دلچسپ اور ایمان افروز واقعات سناتے کہ دل عش عش کر اُٹھتا۔ ایک دفعہ فرمایا مَیں جب بھی قلعہ بر بط میں جاتا میری فرمائش ہوتی تھی کہ پٹاخے چلوائے جائیں۔ چنانچہ ہماری فورس ہندوستانی فوج پر جو کہ بالمقابل پہاڑی "ریچھ پہاڑی" پر مورچہ بند تھی پر چند گولیاں فائر کرتی جس کے جواب میں ہندوستانی توپوں اور مارٹروں کے منہ کھُل جاتے اور وہ کم از کم ایک گھنٹہ تک اپنا قیمتی بارود ضائع کرتے رہتے اور اگر اس گھنٹہ کے دوران ہماری طرف سے جوابی کارروائی کے طور پر چند گولیاں اور چل گئیں پھر تو کئی گھنٹے تک پٹاخوں سے لطف اندوز ہونا پڑتا"

● حضور کی سفر پر روانگی عموماً علی الصبح ہوا کرتی تھی۔ حضور کا جس روز مری سے واپسی کا پروگرام تھا۔ مَیں حضور کو الوداع کہنے کی غرض سے اپنی چھوٹی سی کار پر روانہ ہوا لیکن مَیں ابھی راستہ میں ہی تھا کہ حضور کا قافلہ مری سے واپس میدانی علاقہ کی طرف جاتا ہوا نظر آیا وقت پر نہ پہنچنے کا قلق ہوا اس لئے مَیں نے بھی اپنی کار کو قافلہ کے پیچھے لگا لیا اور چلتا گیا حتیٰ کہ وہ مقام جہاں سے مری کی چڑھائی شروع ہوتی ہے یعنی "پُل سالگراں" آگیا۔ اس پل کے پاس پہنچ کر حضور کا قافلہ یکدم رُک گیا اور حضور کا ایک خادم میری طرف دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ آپ کو حضور بلا رہے ہیں۔ مَیں سخت ڈرا کہ حضور مجھے سرزنش فرمائیں گے کہ کیوں پیچھا کر رہے ہو۔ لیکن جب مَیں پاس پہنچا تو اس سراپا شفقت وجود نے نہایت ہی پیار سے فرمایا۔ "جزاکم اللہ اب آپ جائیں"

اس واقعہ سے تقریباً ۱۵ سال بعد اسلام آباد میں جب اس عاجز کو بمعہ اہل و عیال حضور سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس محبت و شفقت کے پیکر نے ہمارے کمرۂ ملاقات میں داخل ہوتے ہی فرمایا" کل ہم نے ایک جگہ پر تمہیں یاد کیا۔ بتاؤ کون سی جگہ؟۔ مَیں حیران ہوا اور دل چاہا کہ عاجزانہ عرض کروں کہ حضور مَیں بھی کوئی ایسی چیز ہوں جسے آپ جیسی عظیم المرتبہ ہستی اپنے خیالات میں جگہ دے۔ مَیں نے عرض کیا حضور مجھے تو کچھ علم نہیں۔ اس پر حضور نے نہایت محبت سے فرمایا۔" وہ پُل سالگراں یاد کرو۔ جہاں تک تم نے ہمارا پیچھا کیا تھا۔" اللہ اللہ کیا شان ہے اپنے غلاموں سے اظہارِ شفقت کی۔

۱۹۸۱ء کے جلسہ سالانہ میں حضور نے محض شفقت فرماتے ہوئے اس حقیر کو نائب افسر خدمت خلق مقرر فرمایا۔ اس دوران ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ہمارے ایک کارکن نے اپنے فرض کا مظاہرہ کرتے ہوئے قانون کی خلاف ورزی کرنے والے ایک شخص کو پکڑ لیا۔ اس واقعے کی اطلاع حضور کو بھی ہوگئی۔ جلسہ کے آخری روز جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی اختتامی تقریر کے لئے تشریف لائے تو مَیں نے بڑھ کر حضور ایدہ اللہ کی کار کا دروازہ کھولنے کی سعادت حاصل کی۔ حضور نے کار سے باہر تشریف لاتے ہی فرمایا۔

"ہمارا کارکن جس نے قانون کی خلاف ورزی کرنے والے شخص کو پکڑا تھا۔ اسے ابھی ظہر و عصر کی نمازوں کے بعد میرے پاس لے آؤ"

مَیں "جی حضور!" کہہ کر پیچھے ہٹ آیا۔ اب میرے دل میں خیال آیا کہ تقریباً دس منٹ کے عرصے میں دو لاکھ انسانوں کے اس مجمع میں مَیں اس شخص کو کہاں سے تلاش کروں جس کا نہ مجھے کوئی پتہ معلوم ہے نہ ڈیوٹی کا علم ہے یہ سوچ کر مَیں لرز گیا کہ حضور کا یہ حکم پورا نہ ہوسکے گا میرے دل کی گہرائیوں سے خدا تعالیٰ کے حضور یہ دعا نکلی کہ میرے پیارے اللہ تیرے پیارے بندے نے جو حکم دیا ہے اسے تو ہی پورا فرما۔ ورنہ دو لاکھ کے اس مجمع میں، مَیں کمزور اور ناتواں انسان اس شخص کو کیسے تلاش کروں؟

حضور کے ارشاد کے ساتھ اللہ کی رضا بھی شامل تھی اور میری حقیر دعا بھی اس بہانے قبولیت کا مرتبہ پا گئی۔ مَیں نے فوراً دو موٹر سائیکل سواروں کو ساتھ لیا۔ انسانوں کا سیلاب جلسہ گاہ کی طرف جا رہا تھا اور ہم ان کو چیرتے ہوئے ایک ایک شخص کو گھورتے جا رہے تھے۔ اللہ کی قدرت کہ گول بازار کے پہلے ہی چکر میں ہماری نظروں نے اس کارکن کو پا لیا۔ جب ہم واپس پہنچے تو حضور عصر کی آخری رکعت پڑھا رہے تھے نماز کے فوراً بعد مَیں کارکن کو لے کر حاضر ہوگیا۔ اس لمحے میرے پیارے آقا نے ہم سے شفقت کا جس طرح اظہار فرمایا الفاظ اسے بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

جلسہ کے اختتام سے اگلے روز بیرونی ممالک کے وفود کی حضور سے ملاقات تھی۔ یہ ملاقات کئی گھنٹے تک جاری رہی حضور ہر ملک کے وفد کے ہر رکن سے گلے ملے اور اس طرح کئی گھنٹے تک لگاتار کھڑے رہے چونکہ مَیں بھی حضور کے ساتھ اپنے فرض کی ادائیگی کی غرض سے کھڑا رہا تھا۔ میری ٹانگیں درد کرنے لگیں مَیں تھکاوٹ سے چور تھا اور انتہائی حیرانی سے اُس محبت و شفقت کے پیکر کو دیکھ رہا تھا۔ جو بہتّر برس سے زیادہ عمر اور ایک لمبا عرصہ بیمار رہنے کے باوجود بغیر کسی تھکاوٹ کا اظہار چہرہ پر لائے ہر ملنے والے کے لئے بے پناہ محبتیں اور مسکراہٹیں بکھیر رہا تھا۔

نومبر ۱۹۸۱ء کے دوران جب حضور اسلام آباد تشریف لائے تو حضور نے مجھے اور میرے بیوی بچوں کو شرفِ ملاقات عطا فرمایا۔ مَیں نے اپنے ۶ سالہ چھوٹے بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور یہ پڑھتا نہیں۔ حضور نے اُسے اپنی گود میں لیا اور بے حد پیار کیا اور فرمایا "میرے دوست بنو گے؟" اُس کے سر ہلانے پر فرمایا "تم اب میرے دوست ہو۔" اُس کے بعد جب حضور اسلام آباد تشریف لاتے تو حضور خاص طور پر اُسے پیار کرتے اور اُسے "دوست" کہہ کر یاد فرماتے۔ وہ بچہ بھی حضور کی محبت میں اس قدر مخمور ہے کہ حضور کے فوٹو کے سامنے بیٹھا رہتا ہے اور کہتا ہے "حضور میرے دوست فوت ہی ہوگئے"

فروری ۱۹۸۲ء میں اسلام آباد قیام فرمانے کے بعد جب حضور ربوہ تشریف لے جا رہے تھے تو یہ عاجز بھی حضور کو الوداع کہنے کے لئے "بیت الفضل" پہنچا۔ شرفِ مصافحہ بخشا اور پھر کمال محبت سے باہر کے دروازے تک میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں ہی رکھا عین اُسی وقت مجھے مکرم میاں لقمان احمد صاحب نے فرمایا کہ تم بھی نصف راستہ تک حضور کے قافلہ کے ساتھ چلو اور امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی مکرم مجیب الرحمٰن صاحب تمہارے ساتھ ہوں گے۔ چنانچہ قافلہ روانہ ہوا تو مَیں بھی ساتھ ہو لیا۔ راستہ میں حضور نے کلر کہار کے ریسٹ ہاؤس میں چند گھنٹے قیام فرمانا تھا۔ یہاں پہنچتے ہی حضور نے فرمایا کہ اب مَیں آپ سب کا فوٹو لوں گا۔ پہلے اسلام آباد والے آئیں۔ جھیل کے خوبصورت بیک گراؤنڈ میں حضور نے خود سب کی تصویریں لیں۔ اسلام آباد کے بعد راولپنڈی کے دوستوں کی باری آئی۔ جہلم شیخوپورہ اور ربوہ سے آئے ہوئے دوستوں کی تصویریں لیں۔ نماز ظہر اور عصر پڑھانے کے بعد حضور نے فرمایا کہ اب مَیں آپ کو اور تکلیف دوں گا۔ آپ سب کھانا میرے ساتھ کھائیں گے۔ کھانے کے دوران حضور نہایت ہی دلچسپ واقعات بیان فرماتے رہے اور کھانے کے اختتام پر میری طرف اشارہ کرکے

فرمایا کہ یہ جو ریٹائرڈ کرنل ہے اس کے نشانہ کا ابھی ٹسٹ ہوگا ہلکی ہلکی بوندا باندی میں میاں لقمان احمد صاحب نے ٹارگٹ لگا دیا اور سب سے پہلے میری آزمائش ہوئی۔ کم فاصلہ سے تو عزت رہ گئی لیکن زیادہ فاصلہ سے ہم سب ہارے اور ایئر فارس ہی جیتے۔ حضور کا اپنا نشانہ قابلِ رشک تھا اور مکرم مرزا منصور احمد صاحب اور میاں لقمان احمد صاحب بھی کچھ کم نہ تھے۔ اُس روز مجھے ایسے محسوس ہوا کہ حضور کی نوازشوں کے سمندر کی موجیں مجھے بہائے لئے جا رہی ہیں اور میرا تاثر تھا کہ اپنے غلاموں سے اس قدر محبت کرنا کسی اور انسان کی طاقت سے باہر ہے مجھے اتنی محبت نہ تو اپنی ماں سے ملی تھی نہ اپنے باپ سے اور نہ کسی اور انسان سے نہ کسی اور انسان سے۔

اُس سال گھوڑ دوڑ کے ٹورنامنٹ کے موقع پر حضور کی منظوری سے اس عاجز کو نگران منصف کے فرائض سونپے گئے۔ سخت بارشوں کی وجہ سے سوائے نمائش کے اور کوئی مقابلہ نہ ہو سکا۔ حضور نے تقسیم انعامات اور سواروں کے ساتھ طعام کی تقریب پر تشریف لانا منظور فرمایا۔ حضور نے بارشوں کے موسم میں بھی گھوڑ دوڑ کی اہمیت اور ضرورت واضح فرمائی اور بارش کے دوران ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں کراس کنٹری برائے رابطہ کی بنیاد رکھی۔ منصفین کو بھی انعام دیئے گئے۔ چونکہ بارش کے باعث بیشتر مقابلے نہیں ہو سکتے تھے اس لئے ہمارے لئے یہ انعامات محض حوصلہ افزائی کے لئے تھے اس عاجز کو کھانے کی میز پر حضور کے دائیں طرف بیٹھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ تقسیم انعامات اور خطاب کے بعد حضور میز کی طرف تشریف لائے اور بیٹھتے ہی میری طرف دیکھ کر فرمایا "تمہیں کس چیز کا انعام ملا ہے؟" مَیں نے عرض کی "حضور مفت میں"۔ اس کے بعد مَیں نے عرض کیا کہ حضور اِدھر جمّہ کی۔ جماعت جس نے سب سے زیادہ گھوڑے لانے پر انعام حاصل کیا ہے میرے گاؤں کی جماعت ہے اور وہاں کے افرادِ جماعت عموماً غربا ہیں۔ اس پر حضور نے برجستہ فرمایا وہ کہتے ہیں کہ دلدار ہم میں سے سب سے امیر ہے یہ کوئی گھوڑا نہیں دیا"۔ مَیں نے عاجزی سے عرض کی حضور میرے پاس جو کچھ تھا وہ مَیں لے آیا ہوں۔

اسی سال اپریل میں اسلام آباد سے ربوہ واپسی پر راستہ میں سواں دریا کے کنارے ریسٹ ہاؤس میں چند گھنٹے قیام فرمایا۔ یہ عاجز اور مکرم جناب رفیق رانا صاحب ایک اونچی پہاڑی پر حضور کے استقبال اور ریسٹ ہاؤس کی جانب راہنمائی کی غرض سے کھڑے تھے۔ جونہی قافلہ قریب پہنچا حضور نے اپنی دلفریب مسکراہٹ سے اور ہاتھ ہلا کر اپنے دونوں غلاموں کے سلام کا جواب دیا۔ ریسٹ ہاؤس پہنچنے پر حضور بہت دیر تک کھڑے، ہمیں اپنی پیاری باتوں سے لطف اندوز کرتے رہے حالانکہ حضور یہاں آرام کی غرض سے رُکے تھے۔ میرے دل میں بار بار آتا کہ عرض کروں میرے آقا آپ ہمارے لئے کیوں تکلیف اُٹھا رہے ہیں آپ اندر جا کر آرام فرمائیں۔ لیکن وہ شفیق باپ نہایت ہی مہربان آقا اور محبت و شفقت کا پیکرِ مجسم ۷۲ برس کی عمر اور بیمار ہونے کے باوجود محض ہماری دلداری کی خاطر بہت دیر تک ہمارے درمیان اسی حالت میں موجود رہا اور ہمیں اپنی باتوں سے نوازتا رہا۔

یہ باتیں مجھ حقیر کے لئے ایک عظیم سرمایہ حیات ہیں وہ ہم سب کے محسن تھے ہم سب کے مہربان آقا اور نہایت شفیق روحانی باپ تھے۔

تائیدات الٰہیہ کے غیر معمولی ظہور کا نظارہ —— دورۂ مغرب ۱۹۸۰ء

ایمسٹرڈم کے ہوائی اڈہ پر ہالینڈ کے وزیر اعظم حضور رحمہ اللہ سے خود ملنے آئے

غانا کے صدر ڈاکٹر ہلّا لیمان نے دو دفعہ حضور سے ملاقات کی

اکرا (غانا) میں پریس کانفرنس سے خطاب

جامع مسجد احمدیہ لیگوس (نائیجیریا) کے افتتاح کے بعد ایک استقبالیہ تقریب

مسجد بشارت سپین کا سنگِ بنیاد رکھا جا رہا ہے

غانا میں مشتاقانِ دید کا ہجوم

احمدیہ ہسپتال لیگوس (نائیجیریا) کے لیبارٹری بلاک کا سنگِ بنیاد

ایوری گارڈن غانا میں دورہ ۱۹۸۰ء کے دوران افریقہ کے امراء کیساتھ

نائیجیریا میں بینن کے ایک خوش قسمت احمدی سے معانقہ

دورہ ۱۹۸۰ء کے دوران فرینکفرٹ (مغربی جرمنی) میں

واشنگٹن ڈی سی کے میئر کے نمائندہ حضور کی خدمت میں شہری
یادگاری پلیٹ پیش کر رہے ہیں

۲۰ر اگست ۱۹۸۰ء کو حضور رحمہ اللہ
نے سنٹرل احمدیہ مسجد ابادان کا
افتتاح فرمایا اس موقعہ پر
نماز ظہر و عصر کے بعد حضور کا
حاضرین سے خطاب -

احمدیہ کلینک اجیبو اوڈے (نائیجیریا) کے معائنہ کے دوران

محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب دورہ سے واپسی پر استقبالیہ میں
سپاسنامہ پیش کر رہے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے مبارک دَور میں منعقد ہونیوالے بعض جلسہ ہائے سالانہ کے ایمان افروز نظارے

خلافتِ ثالثہ کا پہلا جلسہ ۱۹۶۵ء۔ محترم ثاقب زیروی نے حضرت مصلح موعود کی یاد میں نظم پڑھی تو حضور رحمہ اللہ آبدیدہ ہو گئے

پہلا جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء — دُعا

ہر سال ۲۲ دسمبر کو جلسہ سالانہ کی ڈیوٹیوں کا آغاز ہوتا ہے۔ اس موقعہ پر حضور افسر جلسہ سالانہ سے گفتگو فرما رہے ہیں

جلسہ سالانہ کی ایک پُرکشش تقریب پیارے آقا سے ملاقات ہے۔ چنانچہ حضور رحمہ اللہ جلسہ آئے ہوئے تمام مہمانوں کو شرف مصافحہ بخشتے اور اپنی دلنواز مسکراہٹ سے ہر ایک کی روحانی سیری کا سامان کرتے۔

قادیان سے جلسہ پر آئے ہوئے درویشان سے ملاقات

حضور رحمہ اللہ لنگر خانہ نمبرا میں روٹی پکانے والی مشینیں تیار کرنے والے احمدی انجینئرز سے محوِ گفتگو ہیں

جلسہ سالانہ کا ایک منظر

۱۹۷۸ء کے جلسہ کے آخری روز حضور کا خطاب

جلسہ سالانہ کے سٹیج پر نماز باجماعت کی ادائیگی

جلسہ کے رضاکار کارکنوں سے خطاب کے بعد دُعا

حضور رحمہ اللہ جلسہ سالانہ کے بعد ناظمین جلسہ کے ساتھ لنگر خانہ نمبرا میں شام کا کھانا تناول فرماتے ہوئے

حضور رحمہ اللہ جلسہ سالانہ کے سٹیج پر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی یادوں کے

مہکتے پھول

۲۷ احباب جماعت کے مضامین کی تلخیص

مکرم سید شمشاد احمد صاحب ناصر مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ سیرالیون تحریر فرماتے ہیں :-

۲۴ اگست ۱۹۸۰ء کا دن جماعت احمدیہ گھانا مغربی افریقہ کی تاریخ میں ایک نہایت ہی اہم اور تاریخی دن تھا کہ جس دن حضور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا ورودِ مسعود گھانا کی سرزمین پر ہوا۔ اس قدر مجمع تھا استقبال کرنے والوں کا کہ میں نے تو اپنی زندگی میں ایسا استقبالیہ مجمع پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ حضور کی ذات والاصفات ہی تھی کہ اپنے پیارے آقا و مطاع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کامل مجسم عجز و انکسار بنی ہوئی تھی۔ اگر ایسے موقع پر کوئی بھی دنیاوی لیڈر ہوتا اپنے استقبال کے اتنے بڑے مجمع کو دیکھ کر اس کی گردن یقیناً تکبر اور فخر سے اور اکڑ جاتی، میں نے جو محسوس کیا وہ یہ تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ مجسم عجز و انکسار بنے اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف میں مصروف ہیں۔

حضور ائیر پورٹ سے جب صدر مملکت گھانا کے ساتھ ملاقات کے بعد اکرا مشن ہاؤس تشریف لائے جہاں عشاق کا مجمع حضور کو ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب کھڑا تھا۔ اور اس موقع پر بارش بھی کہہ رہی تھی کہ صرف آج ہی برسنا ہے۔ مگر یہ عشاق تھے کہ نہایت خاموش۔ بے تاب اور دعائیں کر رہے تھے، اور حقیقت یہ ہے کہ اس منظر کو الفاظ میں بیان ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اور اِدھر حضور بھی بارش کی قطعاً پرواہ کیے بغیر اس جگہ تشریف لے آئے جہاں عشاق احمدیت موجود تھے حضور کی اچکن پانی سے بھیگ چکی تھی۔ حضور کی پگڑی بھی بارش سے بھیگ چکی تھی۔ جوں ہی حضور سٹیج پر تشریف لائے فضا نعرہ تکبیر اللہ اکبر اسلام زندہ باد حضرت خاتم الانبیاء زندہ باد، احمدیت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔ خاکسار حضور کی کرسی کے بالکل پیچھے چھتری تانے کھڑا تھا۔ اور حضور کا چہرہ مبارک اپنے عشاق کی طرف تھا جب حضور آ کر کھڑے ہوئے تو خاکسار نے ذرا قریب ہو کر حضور کی خدمت میں السلام علیکم عرض کی حضور نے پیچھے مڑ کر نہایت ہی پیار اور شفقت سے اپنے دستِ مبارک کو خاکسار کے منہ پر پھیرا اور پوچھا کہ، کیا حال ہے۔ حضور نے جس پیار اور محبت سے اپنا مبارک ہاتھ خاکسار کے چہرہ پر پھیرا اس کی لذت تو شاید مرتے دم تک نہ بھولے اور اس وقت جو روحانی تسکین اور سرور حاصل ہوا کہ دنیا وما فیہا کی نعماء ملنے سے بھی وہ سکون اور لذت حاصل نہ ہوتی۔ حضور کی شفقت کا یہ نظارہ ہمیشہ ہی آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ اور حضور کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے کہ اے میرے رحیم و کریم مولا۔ اے پیار کرنے والوں میں سب سے زیادہ پیار کرنے والے تو اپنے پیارے وجود سے انتہائی پیار اور رحم کا سلوک فرما۔ آمین۔

خاکسار نے حضور سے اکرا مشن ہاؤس میں عرض کی کہ حضور سے قریباً سوا دو سال بعد ملاقات ہوئی ہے۔ حضور نے اس وقت یہ سن کر بس اتنا ہی فرمایا کہ "سوا دو سال بعد؟" خاکسار نے عرض کی جی حضور! اگلے دن جب کماسی کے ایک بہت بڑے ہوٹل میں جماعت نے حضور کی خدمت میں استقبالیہ پیش کیا تو حضور نے اس وقت خاکسار سے از راہ شفقت مذاقاً فرمایا تم تو کل کہہ رہے تھے کہ تمہیں یہاں آئے ہوئے سوا دو سال ہو گئے ہیں کیسے ہو گئے ہیں؟ ابھی کل تو میں نے تمہیں بھجوایا ہے میں نے عرض کی حضور کل؟ مسکراتے ہوئے فرمایا ہاں! میں نے عرض کی کہ حضور ٹھیک ہے۔ اسی طرح ایک اور موقع پر اکرا ایمبیسڈر ہوٹل میں دیوار پر ڈیکوریشن کیلئے بنے ہوئے پھل تھے حضور نے خاکسار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تم یہ کھا لو تو تمہیں پانچ پونڈ انعام دوں گا۔ یہ حضور رحمہ اللہ کی شفقت تھی کہ میرے جیسے نالائق سے بھی حضور اس طرح شفقت سے گفتگو فرما رہے تھے۔ اللھم اجزہ جزاءً کاملاً وافراً من عندک! آمین۔

حضور رحمہ اللہ اکثر اوقات ہم نالائقوں کے ناز نخرے بھی برداشت کرتے تھے چنانچہ جن دنوں برادرم حمید احمد صاحب ظفر اور خاکسار گھانا کے لیے روانہ ہونے والے تھے دفتر نے ہماری حضور سے الوداعی ملاقات کرائی۔ ملاقات کے بعد خاکسار نے حضور سے عرض کی کہ حضور کے ساتھ فوٹو کھچوانے کو بھی جی چاہتا ہے۔ حضور نے فرمایا اچھا! حالانکہ ان ایام میں حضور بہت ہی مصروف تھے کیونکہ لندن کانفرنس میں شرکت کے لیے حضور نے جانا تھا۔ اور اس کے علاوہ امریکہ اور یورپ کے دورہ کی تیاری میں مصروف تھے تا وہاں کے مکینوں کو جامِ شفا بخشیں۔ چنانچہ خاکسار نے حضور سے ملاقات کے فوراً بعد نیچے آ کر دفتر میں درخواست لکھ کر دے دی کہ حضور فوٹو کے لیے وقت عنایت فرما دیں۔ حضور نے اس درخواست پر فرمایا "نماز عصر کے لیے بعد نیچے کھڑے ہو کر ایک منٹ کے لیے" یہی مفہوم تھا جو میں نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

یہ خوشخبری پا کر خاکسار نے ایک اور مبلغ بھائی کو جو اس وقت نائیجیریا تشریف لے جا رہے تھے۔ حضور کی اجازت کے بغیر ہی اطلاع کر دی کہ وہ بھی فوٹو کے لیے آ جاویں، اور اِدھر میں نے اپنے بیٹے عزیزم سید ممتاز احمد طاہر کو بھی فوٹو کے لیے تیار کروا لیا۔ جوں ہی حضور نے ہمیں دیکھا تو فرمایا یہ دو ۲ سے چار ۴ کیسے ہو گئے ہیں (کیونکہ اجازت تو صرف خاکسار کی اور برادرم حمید احمد صاحب ظفر کی تھی) اس کے بعد حضور نے فرمایا اکیلے اکیلے یا اکٹھی تصویر۔ میں نے عرض کی اکیلے اکیلے۔ جب اکیلے اکیلے سب کی تصاویر ہو گئیں تو پھر خاکسار نے عرض کی ایک اجتماعی تصویر بھی ہو جائے حضور نے اسکی بھی اجازت دے دی۔ حضور کے ساتھ فوٹوز کھنچوانے کے بعد ہماری خوشی کا بھی کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ خیر حضور تو اوپر تشریف لے گئے وہاں مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر کھڑے تھے مجھے کہنے لگے کہ حضور آپ لوگوں کے بہت نخرے برداشت کرتے ہیں اور یہی حقیقت تھی۔ اللہ تعالیٰ حضور کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا جائے۔ آمین۔

حضور رحمہ اللہ اپنے خدام مبلغین سے جو سلوک

فرماتے تھے وہ بھی بے انتہا شفقت والا تھا ہر ایک مبلغ بھائی کے ساتھ جو حضور کے ذاتی تعلقات تھے اور ذاتی شفقتیں تھیں وہ تو گنی بھی نہیں جا سکتیں۔ میں جب گھانا آیا تو میرا بڑا بچہ حبس) میں اوپر ذکر کر چکا ہوں بہت بیمار ہو گیا۔ خاکسار نے حضور کی خدمت میں گھانا سے بچے کی شفایابی کی دعا کے لیے خط لکھا۔ حضور نے فوراً ہی اپنا خاص آدمی ہمارے گھر بھجوا کر بچہ کی صحت کی اطلاع منگوائی اور دعائیں کی۔ ایک اور مبلغ بھائی نے مجھے لکھا کہ اس کا بچہ لاہور میں بیمار تھا حضور کو دعا کے لیے لکھا حضور نے فوراً ہی دو سو روپیہ ان کے گھر علاج کے لیے بھجوایا اور بچہ کی صحت کے متعلق اطلاع منگوائی اور دعائیں کیں۔

حضور کی دعا کا میٹھا پھل

میدانِ تبلیغ و تربیت میں مبلغ کو بعض اوقات بہت سے مسائل و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے ایسے مواقع پر خلیفۂ وقت کی دعائیں تریاق کا کام کرتی ہیں۔ خاکسار جب گھانا کے لیے روانہ ہوا تو حضور سے بچوں سمیت ملاقات کا وقت لیا۔ ملاقات کے دوران حضور سے اپنی ڈائری پر کچھ تبرکاً لکھنے کی عرض کی اس پر جو حضور نے اپنے دستِ مبارک سے لکھا وہ یہ تھا -

"اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے سایہ میں رہو آمین"

دستخط

۸ ، ۷ ، ۴ ، ۷ ، ۲ مہر خلیفۃ المسیح الثالث

اس دعا کا پھل خاکسار نے ہمیشہ کھایا بعض اوقات بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن ہر دفعہ اللہ تعالیٰ حضور کی دعا سے اپنی رحمت کا سلوک فرماتا رہا اور سلوک فرماتا ہے۔ خدا کرے کہ حضور کی یہ دعا ہمیشہ ہی مقبول رہے اور ہمیں ہمیشہ ہی اپنی رحمتوں کے سایہ میں رکھے۔ آمین اللھم آمین

حضور رحمہ کی زریں ہدایت

حضورِ رحمہ اللہ کے دورہ گھانا کے دوران جب حضور آبوری گارڈن تشریف لے گئے وہاں خاکسار کو حضور کے ساتھ کافی دیر تک شرفِ ملاقات نصیب ہوا اور خاکسار کی زندگی کے وہ لمحات جو اس وقت حضور کے ساتھ گزرے نہایت قیمتی اور یادگار لمحات تھے دورانِ گفتگو حضور نے خاکسار سے مشن کے متعلق دریافت فرمایا اس پر خاکسار نے عرض کی مشن ہاؤس اور مسجد کے لیے زمین کے حصول کی درخواست دی ہے۔ تو اس پر حضور نے فرمایا کہ جب بھی زمین کے حصول کا معاملہ ہو خواہ مسجد کے لیے اور خواہ مشن ہاؤس کے لیے "وسع مکانک" کے تحت زمین کا زیادہ سے مطالبہ کرنا چاہیئے کیونکہ یہ تو الٰہی جماعت ہے جو ہر روز ترقی کر رہی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ اور اس کی ضروریات کے لیے وسع مکانک کے تحت زیادہ سے زیادہ تعمیرات ہونی چاہئیں تاکہ یہ الہام ہر دفعہ پوری شان کے پورا ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور رحمہ اللہ کے درجات بلند سے بلند کرتا رہے آمین

مکرم عنایت اللہ صاحب احمدی لکھتے ہیں۔

۱۹ رجنوری ۱۹۷۶ء کی بات ہے کہ اس ناچیز کی دوسری بیٹی عزیزہ امینہ احمدی کے رخصتانہ کا دن تھا حضور نے مربی سلسلہ محترمی مرزا محمود احمد صاحب شاہد بی۔ ایس۔ سی کے ساتھ غریب خانہ پر نکاح کا اعلان فرمایا تھا۔ نماز عصر کے بعد دارالعلوم غربی میں عاجز کے غریب خانہ پر رخصتانہ کا انتظام تھا۔ سامنے میدان میں شامیانے اور قناتیں لگی ہوئی تھیں کرسیاں ابھی آراستہ تھیں لیکن اُسی روز صبح سے ہی موسم خراب تھا۔ وقفہ وقفہ سے بارش ہو رہی تھی حضور کی خدمت میں صبح صبح درخواست کی گئی کہ حضور تشریف لا کر دعاؤں کے ساتھ اس تقریب کا افتتاح فرمائیں۔ حضور کی طبیعت بھی ٹھیک نہ تھی اس لیے ہر شخص یہی یقین رکھتا تھا کہ ایسے حالات میں حضور خود تشریف نہیں لا سکیں گے۔ بلکہ کسی اور بزرگ کو دعا کرا دینے کا ارشاد فرمائیں گے۔ لیکن حضور نے فرمایا "ظہر کی نماز کے وقت پتہ کرنا" ظہر کے وقت بھی مطلع صاف نہ تھا۔ اُس وقت دریافت کرنے پر بھی حضور نے ہم گنہگاروں کو مایوس نہ فرمایا بلکہ وہی پہلا جواب دیا کہ "عصر کے بعد دریافت کریں" کارکنان پانی سے بھیگی ہوئی کرسیاں کپڑوں سے سکھاتے رہے عصر کے بعد دعا کے لیے مہمان آنا شروع ہو گئے۔ جب نماز عصر کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا گیا تو حضور نے فرمایا "اچھا چلیں میں آرہا ہوں" حاضرین یقین کیے بیٹھے تھے کہ اب کسی اور بزرگ کے سپرد دعا کرانے کا کام تفویض کیا جائے گا۔ حضور اپنے ضروری کام چھوڑ کر صحت اور موسم کی خرابی کو خاطر میں نہیں لاتے ہوئے چند منٹ بعد تشریف لے آئے اور حضور کی دعاؤں محبت اور شفقت کے ساتھ عزیزہ کی تقریب رخصتانہ عمل میں آئی ایسی شفقت و احسان کا سلوک میرے جیسے غلام کے ساتھ! اب تک سینہ و دل حمد اور شکر سے لبریز ہے۔

محمد صادق صاحب صدر جماعت چاہ احمد یانوالہ ضلع ملتان لکھتے ہیں:-

ہم نے سندھ میں زمین خریدی جو تقریباً پانچ مربع تھی یہاں ملتان میں کچھ زمین تھی جس پر ہمارا گزارہ تھا جب سندھ والی زمین آباد کی تو وہاں سیم ہو گئی۔ ہم نے اس زمین کو چھوڑ دیا کیونکہ ہم کو اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا تھا۔ ہم پھر ملتان والی زمین پر گزارہ کرنے لگے چند سال گزرنے کے بعد سندھ گئے تو زمین کی

حالت ٹھیک تھی اور اس کی سکیم ختم ہو چکی تھی۔ پھر اس کو بحال کرانے کی کوشش کی تو بقایا رقم کی قسطیں ادا کرنی پڑیں۔ ہم نے تمام تفصیل کے ساتھ حضور کو خط لکھا۔ حضور نے وہ تمام خط پڑھا۔ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا "خط پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا قرضہ اترنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی مگر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس قرضہ کے اترنے کی کوئی نئی صورت پیدا کر دے" اس پر تقریباً دو ماہ گزرے ہوں گے کہ جتنی زمین ہم نے گروی دی تھی اتنی زمین ہمیں اور مل گئی ہم نے اس پر اپنا کاروبار شروع کر دیا۔ حضور کی دعا کی برکت سے تین سال اتنی اچھی فصل ہوئی کہ وہ تمام قرضہ اتر گیا یہ تھا حضور کی دعا کا اثر جو ایک معجزہ سے کم نہیں تھا۔

قانتہ شاہدہ بنت محمد شریف صاحب خالد ایڈووکیٹ ربوہ لکھتی ہیں:۔

پچھلے سال میری ایف اے میں انگلش کی کمپارٹمنٹ آگئی۔ اُس وقت میری حالت جو تھی وہ مجھے ہی معلوم ہے مَیں نے بڑی مشکل سے امتحان کی تیاری کی اور امتحان دیا مگر اس مرتبہ پھر میری دوبارہ کمپارٹمنٹ آگئی۔ اس وقت مجھے اپنی پیاری ہستی کی یاد آئی مَیں نے سوچا کہ میری دعاؤں میں صرف اور صرف پیارے آقا کی دعاؤں کی کمی ہے مَیں نے اسی وقت حضور کی خدمت میں خط لکھا حضور آپ میرے لیے خاص دعا فرمائیں۔ اب میرا امتحان میں آخری چانس ہے۔ حضور کی طرف سے جواب پا کر میری آنکھیں خود بخود چمک اٹھیں۔ میں نے جی لگا کر محنت کی تھی مگر میرے پیپرز بالکل تسلی بخش نہ ہوئے تھے۔ مَیں نے دن رات خدا سے دُعا مانگی۔ اے خدا اگر میری دعاؤں میں وہ تاثیر نہیں جو حضور کی دعاؤں میں ہے تو اے خدا تو اس بزرگ اور محبوب ہستی کی دعا کو قبول فرمائے۔ پھر مجھے اپنے پیارے خدا کا کامل بھروسہ ہو گیا جب رزلٹ آیا تو مَیں اپنے پیارے آقا کی پُرخلوص دعاؤں کے ساتھ کامیاب ہو گئی تھی۔

نثار احمد خانصاحب بربتی سلسلہ علی پور ضلع مظفر گڑھ لکھتے ہیں:۔

جامعہ احمدیہ کے دوسرے سال میں زیر تعلیم تھا۔ اتفاقاً ایک مرتبہ دادا جان سے ناراضگی ہو گئی انہیں سخت خط لکھ بیٹھا۔ چنانچہ دادا جان نے وہ خط میرے والد صاحب کو لاہور میں بھیج دیا۔ والد صاحب نے خط پڑھتے ہی میرے ساتھ قطع تعلق کر لیا۔ اور ہر قسم کے خرچے روک لینے کا عہد کر لیا۔ ان دنوں میرے امتحان قریب تھے۔ مَیں سخت پریشانی میں مبتلا ہو گیا کہ اب کیا کیا جائے چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رح کی خدمت میں ملاقات خصوصی کے لیے درخواست دی جو حضور نے از راہ شفقت منظور فرمالی۔ جب سارے حالات سنائے حضور نے فرمایا:۔

"گھبرائیں نہیں آپ امتحان کی تیاری کریں
مجھے اپنے والد صاحب و دادا جان
کا ایڈریس دے دیں۔ مَیں انہیں خط
لکھوں گا"

چنانچہ ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ لاہور سے والد صاحب کا خط آیا۔ ہم تمہیں معاف کرتے ہیں اور فوراً گھر آؤ۔ چنانچہ یہ میرے لیے بہت ہی خوشی کا دن تھا۔ یوں میرا ایک سال ضائع ہونے سے بچ گیا۔ حضور کی شفقت سے گھریلو حالات بھی معمول پر آ گئے۔

مکرم حافظ محمد سلیمان صاحب لکھتے ہیں:۔

۱۹۶۶ء کو جب خاکسار تنزانیہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جا رہا تھا تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے از راہ نوازش درج ذیل عبارت اپنے قلم مبارک سے نوٹ فرمائی:۔

"اللہ تعالےٰ جذبۂ فدائیت کے ساتھ آپ
کو تبلیغ اسلام کی توفیق عطا کرے آمین
حافظ و ناصر ہو۔ ہر میدان میں نصرت
عطا کرے۔ اسکے دامن کو نہ چھوڑیں
دعا پر بہت زور دیں۔ بڑوں سے
پورا تعاون کریں۔ کبھی معترض نہ بنیں۔
اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہیں۔ فنائے
نفس میں رضائے مولا ہے"

محمد احمد خانصاحب احمد ۲/۳ ۲/ G اسلام آباد لکھتے ہیں:۔

غالباً ۱۹۶۹ء یا ۱۹۷۰ء کے قریب حضور اسلام آباد تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس وقت خاکسار چک لالہ میں رہتا تھا۔ حضور کی آمد پر جب ملاقات کے لیے ہم پہنچے تو اس وقت حضور مغرب کی نماز کے بعد کوٹھی کے صحن (LAWN) میں کھڑے کھڑے ہی احباب کرام سے باتیں کر رہے تھے۔ دورانِ گفتگو حضور نے ایک دوا کا ذکر کیا جو حضور نے خود کسی درخت کی جڑ سے تیار کرائی تھی اور وہ دوائی گولیوں کی شکل میں تھی اور ایک ڈبی میں غالباً ستر گولیاں تھیں۔ چند احباب نے حضور سے دوائی کی ڈبیاں اپنے لیے مانگ لیں۔ اس پر حضور نے چار احباب کو دوائی کی ڈبیاں دینے کے لیے پرائیویٹ سیکرٹری کو کہا۔ چونکہ میں بھی قریب ہی کھڑا تھا اس لیے مَیں نے حضور سے درخواست کی کہ حضور ایک ڈبی مجھے بھی عنایت فرمائیں۔

اس پر پہلے تو حضور نے از راہ مزاح فرمایا کہ اگر ایک دن میں مَیں دوائی کی چار ڈبیوں سے زیادہ تقسیم کردوں تو مجھے اس بات کا فکر لگ جاتا ہے کہ میری دوائی جلدی ختم نہ ہو جائے۔ پھر پرائیویٹ سیکرٹری کو فرمایا دوائی کی پانچویں ڈبی بھی لانا اور میری طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ان کو دے دینا یہ تھا وہ پُرشفقت سلوک جو حضور اپنے خدام سے کرتے تھے۔

قاسم زیروی صاحب ربوہ لکھتے ہیں:۔

اپریل ۱۹۷۹ء میں مَیں اپنے ایک عزیز کے ساتھ حضور کی ملاقات کے لیے گیا۔ اپنی باری پر ہم بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مصافحہ و معانقہ کا شرف حاصل ہوا۔ باتیں شروع ہوئیں تو مجھ سے

ستارۂ احمدیت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالےٰ کی عظیم اور پیاری یادوں میں سے ایک نہایت دلکش اور دلوں کو گرما دینے والی یاد حضور رحمہ اللہ تعالےٰ کے آخری جلسہ سالانہ ۱۹۸۱ء کے موقع پر جماعت کو ستارۂ احمدیت کا اعزاز عطا ہونا ہے۔ حضور رحمہ اللہ تعالےٰ نے ہزاروں افراد کے مجمع کے سامنے احباب جماعت کی قربانیوں اور اخلاص کا اعتراف کرتے ہوئے جب احباب کو ستارۂ احمدیت دینے کا اعلان کیا تو جلسہ سالانہ کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک گویا ایک برقی رو دوڑ گئی۔ تمام احباب وجد میں آکر دیوانہ وار نعرے لگانے لگے۔ ہزاروں کا مجمع اس تاریخی یادگار اعزاز کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ حضور اپنے دلوں میں کھب جانے والے تبسّم کے ساتھ احباب جماعت کو ستارہ احمدیت دکھاتے رہے۔ اس موقع پر ستارہ احمدیت ایک طرف سے محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے اور دوسری طرف سے حضور نے پکڑا ہوا تھا۔ بعد میں یہ ستارہ پکڑ کر سٹیج پر کھڑے ہونے کی سعادت مکرم صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب، مکرم ظہیر احمد باجوہ صاحب، محترم مولانا عبدالمالک خان صاحب ناظر اصلاح وارشاد، مولوی لطیف احمد صاحب، محترم محمود احمد صاحب صدر خدام الاحمدیہ کو بھی حاصل ہوئی۔ ۲۸ر دسمبر ۱۹۸۱ء کو ستارۂ احمدیت جلسہ سالانہ خواتین میں دکھایا گیا۔ محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ اور محترمہ صفیہ عزیز صاحبہ نے دونوں اطراف سے پکڑ کر ستارہ احمدیت خواتین کو دکھایا۔

تاریخی ستارہ احمدیت کا ڈیزائن تیار کرنے کا کام حضور رحمہ اللہ تعالےٰ نے محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب کے سپرد کیا تھا جنہوں نے ربوہ اور ربوہ سے باہر متعدد آرٹسٹوں اور خوشنویس حضرات سے رابطہ قائم کیا۔ کئی قسم کے ڈیزائن مختلف انداز میں تیار کروائے گئے۔ مگر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی تسلی نہ ہوتی تھی۔ ہر بار حضور رحمہ اللہ کسی نہ کسی نئے پہلو کی نشاندہی فرما دیتے اور کئی ہفتوں کی محنت گویا آنِ واحد میں ختم ہو جاتی۔ پھر سے ڈیزائن تیار ہوتا اور نئے سرے سے اس کی ترتیب معین کی جاتی پھر اس کو متعدد کیمیائی عملوں سے گذارا جاتا۔ یہ سلسلہ کئی ہفتے جاری رہا کئی ڈیزائن بنے اور رد ہوئے۔ آخر کار ایک ڈیزائن ایسا تیار ہوا جو حضور رحمہ اللہ کو پسند آیا اور حضور نے اس پر خوشنودی اور تسلی کا اظہار فرمایا۔ اس ڈیزائن کی تیاری بھی کسی ایک شخص کا کام نہ تھا۔ اس کے درمیان میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے الفاظ مکرم منور احمد صاحب خوشنویس کراچی نے رقم کئے۔ کونوں پر "اَللّٰهُ اَکْبَرُ" کے الفاظ مکرم عبدالماجد صاحب خوشنویس ربوہ ابن مکرم منشی غلام جیلانی صاحب خوشنویس ننکانہ صاحب نے لکھے۔ اس ستارے کے کونوں کی ڈیزائننگ مکرم ابوالحسن خورشید بخاری صاحب خوشنویس و آرٹسٹ نے کی۔ اس کی حتمی ترتیب اور کیمیائی عمل کا کام مکرم قاضی منیر احمد صاحب ابن محترم مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل مرحوم نے کیا اور اس طرح سے یہ "ستارہ احمدیت" اپنی تکمیل کو پہنچا۔

دریافت فرمایا :-

"تم کون سے دفتر میں کام کرتے ہو؟"

مَیں نے بتایا تو بہت خوش ہوئے میرے عزیز کے بچے ساتھ تھے - اُن کو پیار کیا - اُن سے باتیں کرتے رہے - مذاق بھی فرماتے رہے - ہنستے بھی رہے - ایک چھوٹا بچہ بے تکلف صوفے پر بیٹھ گیا - اس کے اَبّو نے اسے اٹھانے کی کوشش کی، اس خیال سے کہ صوفے کو گندا نہ کر دے، لیکن حضور نے منع فرما دیا نیز فرمایا

"ہر بات سے روکنے سے بچوں کی نشو و نما پر بُرا اثر پڑتا ہے"

ایک بچے کے عینک لگی ہوئی تھی - دیکھ کر حضور نے اس کا نمبر دریافت فرمایا - پھر تھوڑی دیر اس بارہ میں باتیں کرتے رہے - کچھ احتیاطیں بتائیں - کچھ دوائیں بتائیں - بڑی شفقت اور پیار کا سلوک فرمایا :-

راشد حسین ارشد جرمنی سے لکھتے ہیں :-

۱۹۷۴ء میں سرگودہا اسٹیشن پر میری ریڑھ کی ہڈی میں گولی لگی تھی - حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کی حضور گولی کی وجہ سے سخت درد اور پریشانی میں مبتلا ہوں - آپ نے فرمایا -

"اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا اور خاص فضل کرے گا"

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ باوجود گولی ایک خطرناک جگہ یعنی ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ لگی ہوئی تھی میں دیگر بیماریوں سے محفوظ رہا کیا یہ کم فضل ہے میں جرمنی آنے لگا تو ایک دن حاضرِ خدمت ہوا تو حضور نے فرمایا "گھبراؤ نہیں اللہ فضل کرے گا"

۱۸ فروری ۱۹۸۲ء کو جرمنی ہسپتال میں اپریشن کے لیے داخل ہوا تو ڈاکٹروں نے کہا کہ راشد یہ اپریشن اتنا خطرناک اور پیچیدہ ہے کہ اگر تم کو اس کا پورا علم ہو جائے تو تم کبھی یہ اپریشن نہ کراؤ مگر میں کس طرح انکار کر سکتا تھا - اس سے ایک روز قبل ہی تو مجھے پیارے آقا کا دعاؤں سے پُر خط ملا تھا - تحریر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کامیاب اپریشن فرمائے آمین میرے دل کو ان الفاظ سے اتنی تقویت دی کہ مَیں نے ڈاکٹروں سے کہا کہ مَیں ہر صورت اپریشن کروانا چاہتا ہوں - بہر حال ڈاکٹروں کی کوشش میں اللہ تعالیٰ نے میرے اس پیارے امام کی دعاؤں کے طفیل بہت برکت ڈال اور یہ اپریشن بخیر و خوبی ہو گیا - اور پھر ڈاکٹر کہتے تھے کہ چھ ماہ درد رہے گا مگر وہ بھی بزرگوں اور اس پیارے آقا کی دعاؤں سے تقریباً ختم ہو چکا تھا - الحمد للہ -

مکرم ناصر احمد صاحب چیتا (باڈی گارڈ) لکھتے ہیں :-

حضور کی نصرت آباد میں زمین تھی اس پر حضور دیکھ بھال کے لیے تشریف لے جاتے تھے - وہاں پر آپ کے چند خادم مستقل رہتے تھے - ان کے انچارج ماسٹر فضل داد تھے -

ایک دن حضور نے پکنک کا پروگرام بنایا - حضور کے قافلہ میں جو آدمی تھے ان کے نام یہ ہیں - میاں منصور احمد صاحب ایم ایم احمد صاحب، ثاقب صاحب - اور اردو کے ایک نامور شاعر بھی تھے اور اسی طرح چند اور بھی تھے - حضرت بیگم صاحبہ بھی ساتھ تھیں "بچے" بھی ساتھ تھے اس کے علاوہ حفاظت کا عملہ بھی ساتھ تھا جن میں ناصر احمد بہادر شیر - چوہدری عبد السلام صاحب اور خاکسار رانا ناصر احمد چیتا بھی حضور کے ساتھ تھا - کھانے کا انتظام بھی ساتھ تھا - صبح ½ ۵ بجے قافلہ روانہ ہوا - ۷ بجے قافلہ نصرت آباد بخیریت پہنچ گیا - چند منٹ آرام کیا - پھر حضور دوستوں کو ساتھ لے کر زمین دکھانے کے لیے چلے قریباً ایک گھنٹہ کے بعد حضور نے کھڑے ہو کر فرمایا جو تھک گیا ہے وہ واپس چلا جائے ڈیرے پر جا کر چارپائیاں اور کرسیاں لگی ہیں آرام کرے - ثاقب صاحب حضور کے ساتھ رہے میاں منصور احمد بھی ساتھ تھے - چلتے چلتے حضور نے ایک جگہ کھڑے ہو کر فرمایا -

"مَیں تو زمیندار ہوں اور وہیں بیٹھ گئے اور فرمایا جس کے کپڑے میلے ہوتے ہیں وہ کھڑا رہے پھر سب یکدم بیٹھ گئے -

مذکور محترم شاعر صاحب کو ثاقب صاحب نے کہا کوئی غزل سنائیے حضور نے بھی ارشاد فرمایا تو انہوں نے غزل سنائی حضور بڑے خوش تھے سب نے داد دی اس کے بعد ثاقب صاحب نے بھی غزل یا نظم سنائی تو حضور اور سب بہت خوش ہوئے -

فوزیہ اسلم بنت چوہدری محمد اسلم باجوہ چک نمبر ۳۳ جنوبی سرگودہا لکھتی ہیں -

حضور کا چہرہ مبارک دیکھنے سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ چہرہ مبارک میں دنیا جہان کے لیے محبت جھلک رہی ہے - مجھے حضور کے ساتھ اپنی ملاقات یاد آ گئی ہے جب ہم کالج ہوسٹل ربوہ کی طالبات مسز عاطف کے ساتھ ملاقات کے لیے گئیں جب آپ تشریف لائے تو حضور نے ہمارا حال پوچھا اور مختلف باتیں کیں اسوقت حضور کے چہرے سے اپنی بچیوں کے لیے بے پناہ محبت عیاں ہو رہی تھی یہ ملاقات ہم نے حضور کی وفات سے تقریباً ایک ماہ پہلے ہی کی تھی -

انور ندیم صاحب علوی ایڈووکیٹ نواب شاہ لکھتے ہیں :-

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ ان دنوں تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل تھے میرے بڑے بھائی کے کلاس فیلو ناصر نام کے ایک طالب علم تھے جس کے چہرے پر بہت زیادہ کیل نکلے ہوئے تھے میرے بھائی اور ناصر پیریڈ خالی ہونے کی وجہ سے برآمدہ میں کھڑے باتیں کر رہے تھے اچانک حضور پُر نور اپنے آفس سے نکلے اور برآمدے میں ان سے سامنا ہو گیا (دونوں دل ہی دل میں ڈر رہے تھے کیونکہ دستور تھا کہ

خالی پیریڈ میں لائبریری جاکر مطالعہ کیا جائے اور اِدھر اُدھر کھڑے ہوکر گپیں نہ لگائی جائیں) مگر آپ نے متبسم لہجہ میں فرمایا "ناصر میاں اتنے سارے کیل تم نے کہاں سے لے لیے ہمیں تو دیوار میں لگانے کے لیے مشکل سے ملتے ہیں۔
ایک دفعہ آپ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے (غالباً عید کا روز تھا) اور مسجد مبارک تھی) مستورات کے حصہ سے برابر بولنے کی آوازیں آرہی تھیں آپ نے دفعتاً فرمایا عورتیں اپنا خطبہ بند کر دیں" اس آواز کا سننا تھا کہ مکمل خاموشی چھا گئی۔

مکرم مبارک احمد صاحب جیمہ سیکرٹری اصلاح و ارشاد ضلع سرگودھا لکھتے ہیں۔

پیارے اور نہایت ہی شفیق آقا رحمہ اللہ تعالیٰ کی یادوں کے چراغ ممکن نہیں کہ گُل ہو سکیں، اجتماعی طور پر بھی احبابِ جماعت نے آپ کے پیار اور احسانات کا لطف اٹھایا اور انفرادی طور پہ بھی ہر احمدی آپ کی شفقتوں سے وافر حصہ پاتا رہا۔ ہم رو رہے ہوتے اور آپ ہمیں تسلّی دے رہے ہوتے، ہم تھوڑا سا کام کر کے تھکاوٹ سے چور ہو جاتے مگر آپ کا وجود ایسا تھا جو کبھی تھکا ہی نہ تھا۔ حضرت نواب منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات کے موقعہ پر ہم تعزیت کے لیے حاضر ہوئے۔ دل غمگین اور آنکھیں غمناک تھیں۔ حضور تشریف لائے۔ آپ کے چہرے پر ایک لازوال مسکراہٹ ہمیشہ ہی سجی رہتی تھی۔ اس وقت بھی یہی مسکراہٹ آپ کے چہرے پر کھیل رہی تھی، تشریف لاکر ہمیں تسلّی دینے لگے، موت اور زندگی کا فلسفہ سمجھانے لگے اور اپنے غم اور دکھ کا بالکل اظہار نہ ہونے دیا۔

۱۹۷۴ء میں جس طرح آپ نے جماعت کو اپنی قیادت سے نوازا، وہ آپ کا ہی حصہ تھا۔ ان ایام میں احبابِ جماعت کو انفرادی طور پر بہت دکھ پیش آئے مگر آپ نے ان سب کے دکھوں کو اپنے سینہ پر لے لیا۔ اور ہر وقت ہر لحہ ہر آن احباب کے لیے بے چین اور بے قرار رہے۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ سرگودھا سے چند محصورین کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ بھوکے ہیں۔ اس خبر نے تو آپ کو بے قرار کر کے رکھ دیا۔ آپ نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کوئی احمدی رات کو بھوکا نہیں سوئے گا۔ مبارک! آج کی رات تمہاری ڈیوٹی ہے، کل خوراک پہنچانے کے لیے کسی اور کو بھیجوں گا۔ چنانچہ ہم حضورؒ کی ہدایت کے مطابق ان احمدیوں کو خوراک پہنچا کر رات دو بجے جب رپورٹ پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ کو اس وقت بھی جاگتے ہوئے پایا۔ آپ دعاؤں میں مشغول تھے۔

اپنے خدام سے شفقت اور دلداری کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی باتوں میں بھی انکے جذبات کا خیال رکھتے، ایک مرتبہ جلسہ سالانہ پر ملاقات کے لیے حاضر ہوا، میرے آگے حضور کے ایک زمیندار دوست تھے، انہوں نے اپنے بیٹے کا تعارف کروایا کہ حضور یہ میرا بیٹا ہے۔ عاجز ان کے پیچھے تھا اور اپنے مجسم شفقت آقا کے چہرہ مبارک کو دیکھ رہا تھا۔ اس زمیندار دوست کی بات سن کر حضور نے میری طرف دیکھا اور کمال ذرہ نوازی سے فرمایا:۔
"اور یہ میرا بیٹا ہے"

مکرم فضل احمد شاہد صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ میرا بھبڑ کا آزاد کشمیر لکھتے ہیں:۔

جامعہ پاس کرنے کے بعد میدانِ عمل میں آنے سے قبل مربیان کی حضور سے ملاقات ہوئی۔ مَیں نے کھڑے ہوکر حضور سے دُعا کی درخواست کی نیز عرض کیا کہ میرا قد چھوٹا ہے اس کے لیے بھی دعا فرما دیں حضور نے فوراً فرمایا:۔
"آپ کا قد ٹھیک ہے۔ آپ نے دوسروں کے دلوں کو فتح کرنا ہے اس کے لیے لمبے قد کی ضرورت نہیں۔ دعاؤں اور عملی نمونے کی ضرورت ہے۔ آپ کا قد اتنا ہے کہ دوسروں کے دل تک پہنچ سکے"۔
سراپا شفقت امام کے یہ الفاظ کتنے سکینت بخش ہیں۔ اس کے بعد مجھے کبھی بھی اپنے قد کے چھوٹے ہونے کے بارہ میں وہم تک نہیں گزرا۔ اور مَیں نے میدانِ عمل میں جاکر دوسروں کے دلوں میں اپنے لیے بہت زیادہ محبت محسوس کی۔ خدا کرے کہ دعاؤں اور اعلیٰ نمونے سے مجھے اور میرے دوسرے ساتھیوں کو اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی خاطر لوگوں کے دل جیتنے کی توفیق ملتی رہے۔ آمین۔

۲۔ مکرم مولانا روشن الدین احمد صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

۱۹۷۱ء میں حضور نے خاکسار کو نائیجیریا بھجوانے کا ارشاد فرمایا۔ خاکسار حضور سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے حضور ان دنوں لیٹے لیٹے دوستوں سے ملاقات کیا کرتے تھے۔ حاضرین میں سے مجھے بھی مخاطب فرمایا اور مختلف مسائل کے بارے میں گفتگو فرمائی۔ خاکسار نے عرض کیا حضور سیرالیون میں میرے بچے کے ہاں عنقریب ولادت ہونے والی ہے۔ حضور سے دعا کی درخواست ہے۔ یہ سن کر حضور نے مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ فرمایا کہ "آپ کا پوتا"
خاکسار نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر حضور نے یہ الفاظ دھرائے کہ "آپ کا پوتا" مَیں نے پھر وہی جواب دیا جی ہاں۔
ملاقات کے بعد گھر آکر مَیں گھر والوں کو یہ خوشخبری سنائی کہ حضور نے فرمایا ہے کہ آپ کے ہاں پوتا ہوگا۔ چنانچہ میری اہلیہ نے بچے کے لیے کپڑے بھی بنوا لیے۔ ۲ر مارچ ۱۹۷۱ء کو میرے لڑکے کا سیرالیون سے خط آیا جس میں یہ نوید جانفزا تھی کہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو پوتا عطا فرمایا ہے۔ خاکسار نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور حضور کے مبارک کلمات کئی دوستوں کو سنائے جو ازدیادِ ایمان کا باعث بنے۔

۳۔ مکرم صوبیدار نذیر احمد خانصاحب کھیسٹے پورہ چک $\frac{69}{R-B1}$ ضلع فیصل آباد لکھتے ہیں۔
۱۹۴۷ء کے آغاز میں بندہ کو بھی حفاظت قادیان دارالامان کے لیے بلوایا گیا۔ ان دنوں خاکسار کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ دن رات کام کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ایک دفعہ خاکسار ڈیوٹی کے سلسلہ میں باہر گیا ہوا تھا واپس آیا تو میری رہائش گاہ پر دوسرے قابض ہو چکے تھے اور میرا سامان بھی غائب تھا۔ جب یہ اطلاع حضور تک پہنچی تو حضور نے مجھے بلوایا۔
مَیں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مسکرا رہے تھے۔ فرمانے لگے۔ سُنا ہے تمہاری چوری ہوگئی ہے۔ خاکسار نے کچھ ٹھہر کر دبی ہوئی زبان میں کہا جی ہاں حضور پہننے کے کپڑے ...... حضور نے اسی وقت اپنے کپڑوں کا بکس منگوایا اور میرے سامنے رکھتے ہوئے فرمایا۔
"نذیر احمد اٹھاؤ جتنے کپڑوں کی ضرورت ہے"
بندہ نے حسب ضرورت کپڑے لے لیے اس واقعہ کو اب تک یاد کرتا ہوں۔ میرے آقا کی شفقت و محبت اور پیار کو کبھی بھی بھلایا نہیں جا سکتا۔

مکرم سید عبدالحمید صاحب محرر چونگی ٹاؤن کمیٹی ربوہ لکھتے ہیں۔

۱۴ر فروری ۱۹۷۴ء کو میرے والد صاحب قضائے الٰہی سے وفات پا گئے تو خاکسار نے حضور کی خدمت میں نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست لکھی جس میں لکھا کہ حضور یہ وہ حسین شاہ صاحب ہیں جو کہ آپ کے بڑے خادم ہیں اور حضرت اماں جان انہیں ہمارا حسین شاہ کہا کرتی تھیں۔ حضور کی طبیعت ناساز تھی لیکن اس کے باوجود خاکسار کی درخواست کو حضور نے منظور فرمایا۔ حضور مسجد میں تشریف لائے اور حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب مرحوم کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز ادا کی اور اس کے بعد

تشریف لے گئے حضور نے اپنی طبیعت ناساز ہوتے ہوئے بھی اپنے دیرینہ خادم کے بیٹے کی درخواست کو منظور فرمایا۔

= مکرم ناصر احمد صاحب سابق باڈی گارڈ لکھتے ہیں کہ :۔

۱۹۷۳ء میں ایک حضور اپنے دفتر کے کمرے میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ایک پہرہ دار اوپر آئے خاکسار اوپر گیا سلام عرض کیا حضور نے دریافت فرمایا کون ہو عرض کیا "ناصر" حضور نے فرمایا اندر آجاؤ میں اندر چلا گیا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ کمرے کی صفائی کرنی ہے اور جس چیز کے اٹھانے کا حکم دوں وہی اٹھانی ہے اور کوئی نہیں اٹھانی اس کے بعد حضور نے فرمایا یہ صوفہ سیٹ باہر نکالنا ہے خاکسار صوفہ کی ایک کرسی اٹھا کر باہر رکھ آیا اور جو بڑا سیٹ تھا اُسے اُٹھانے لگا تو ایک طرف سے حضور نے اٹھا لیا میں نے عرض کی حضور آپ رہنے دیں میں اکیلا اٹھا لوں گا۔ لیکن آپ نے فرمایا یہ بہت وزنی ہے ہم دونوں مل کر اٹھاتے ہیں۔ خاکسار حیران تھا کہ کہاں یہ ادنیٰ غلام اور کہاں بادشاہوں کے بادشاہ جو اس غلام کے ساتھ صوفہ اٹھا رہے تھے حضور اس کام کے لیے کسی اور پہرے دار کو بھی بلا سکتے تھے۔ لیکن آپ نے اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو ترجیح دی۔

= مکرم چوہدری صفدر نذیر گولیکی مربی سلسلہ لکھتے ہیں :۔

۱۶ رمئی ۱۹۸۲ء کو حضور کے ساتھ ہماری ملاقات تھی جو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی کیا معلوم تھا کہ یہ ملاقات آخری ملاقات ثابت ہو گی۔ حضور کا مسکراتا ہوا نورانی چہرہ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور پیار سے بھرا ہوا وہ فقرہ کانوں میں رس گھول رہا ہے حضور نے فرمایا تھا کہ

"کیا تمہیں پتہ ہے کہ افریقہ میں احمدیت نے کس قدر ترقی کر لی ہے کاش میرے پاس اتنی رقم ہوتی تو میں تم سب کو افریقہ لے جاتا اور تمہیں احمدیت کی روز افزوں ترقی دکھاتا" یہ الفاظ حضور نے جس انداز میں بیان فرمائے وہ اَن مٹ نقوش کی طرح میرے دل پر ثبت ہوگئے۔

= مکرم سید اعجاز احمد صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

قادیان سے سات آٹھ میل دور "بیری" نامی گاؤں کے ارد گرد سیلاب سے حفاظت کے لیے بند بنانا تھا۔ وقارِ عمل کا پروگرام بنایا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ بھی خدام کے ہمراہ وہاں تشریف لے گئے دوسرے خدام کے ساتھ حضور نے بھی وقارِ عمل میں حصہ لیا چنانچہ حضور خود مٹی کھودتے اور ڈھوتے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ آپ کھڑے کھڑے خلام کو ہدایت دیتے رہیں بلکہ آپ سارا وقت دوسرے خدام کے ساتھ مصروف عمل رہتے خدام دوپہر کا کھانا اپنے گھروں سے ہمراہ لے کر گئے تھے۔ کھانے کا وقت ہوا تو سب ایک جگہ بیٹھ کر اپنا کھانا کھانے لگے۔ میں ذرا ہٹ کر بیٹھ گیا اور اپنا کھانا شروع کرنے ہی والا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور حضرت میاں منصور صاحب میرے قریب آکر بیٹھ گئے اور کھانا کھانے لگے میں ان بزرگوں سے اپنا رُخ بدل کر اپنا عزیبانہ کھانا کھانے لگا حضور میرے پاس آئے اور میری روٹی اٹھا کر کھانی شروع کر دی اور مجھے فرمایا :۔

"اعجاز تم ہمارا کھانا کھاؤ ہم تمہاری روٹی کھاتے ہیں"۔

= مکرم ڈاکٹر عبدالمسیح صاحب لاہور لکھتے ہیں کہ :۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا جماعت سے وہ تعلق تھا جو ایک باپ کا اپنی اولاد سے ہوتا ہے ان کے لیے محبت خلوص عقیدت اور ایثار کی قوت کے جذبوں نے ہم سب کو جکڑا ہوا ہے یہ جذبے خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہوتے ہیں اور ان پر نکھار حضور جیسی شخصیتوں کی وجہ سے آتا ہے حضور کا ہر شخص سے ملنا اور اُسے یاد رکھنا اور وہ جب بھی ملے اور یوں ملنا جیسے یہ اُن کے گھر کا ہی فرد ہو یہ صرف آپ ہی کی شان تھی۔ خاکسار نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ملازمت کے سلسلہ میں بلوچستان میں گزارا ہے اور محض خدا تعالیٰ کا فضل اور حضور کی دعائیں تھیں کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنے گھر والوں کے ساتھ ربوہ آنے کی توفیق ملتی رہی۔ ایک مرتبہ میں تربت ضلع مکران سے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کے لیے ربوہ آیا۔ واپس جانے سے پہلے حضور سے بچوں سمیت ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی میری ایک بیٹی نے عرض کیا کہ حضور میرا میڈیکل کالج میں داخلہ ہونے والا ہے اس کے لیے دعا فرمائیں۔ حضور نے کمال شفقت سے عزیزہ سے چند سوالات کیے اور پھر فرمایا اس سال میڈیکل کالج میں داخلہ نہیں ہوگا اگلے سال مل جائے گا۔ اس بار میرے دوسرے بچوں نے بھی عرض کی کہ حضور ہمارے لیے بھی دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ ہمیں بھی میڈیکل کالج میں داخلہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضور مسکرا دیئے اور فرمایا :۔

"اللہ تعالیٰ تم سب کو ڈاکٹر بنائے"

حضور کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ان الفاظ کی برکت سے میرے سات بچوں کو میڈیکل کالج میں داخلہ ملا ان میں سے تین ڈاکٹر بن چکے ہیں اور چار زیرِ تعلیم ہیں اور دوسرے بچے میڈیکل کالج میں داخلہ کے امیدوار ہیں اور مجھے کامل یقین ہے کہ حضور کی دعاؤں کے طفیل ان سب کو بھی میڈیکل کالج میں داخلہ مل جائے گا۔

مکرم مولوی محمد منور صاحب انچارج مبلغ وامیر جماعت ہائے احمدیہ نائجیریا لکھتے ہیں کہ

۱۹۴۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث جامعہ احمدیہ کے پرنسپل تھے۔ میں نے جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لیے درخواست لکھی جس پر حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب (جو اس وقت ناظر تعلیم تھے) نے سفارش فرما دی جب میں اپنی درخواست لے کر حضور کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اسے غور سے پڑھا اور مشروط داخلے کی منظوری عطا فرمائی کہ اگر پہلے سہ ماہی امتحان میں پاس ہو گئے تو تعلیم جاری رکھنے کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا اور سہ ماہی امتحان میں مجھے پہلی پوزیشن حاصل ہوئی اور جامعہ احمدیہ میں میرے قدم پختہ ہو گئے حضور ہمارے پرنسپل بھی تھے اور قرآن کریم کی تفسیر کے پروفیسر بھی۔ آپ کو بڑا شوق تھا کہ طلبہ کو قرآنی الفاظ کے وسیع معانی و مفہوم پر عبور حاصل ہو۔ چنانچہ قرآنی معلومات وسیع کرتے رہنے کی ایسی لگن ہمارے دلوں میں پیدا کر دی کہ اب ۴۰ سال کے بعد بھی یہ شوق فزوں تر ہوتا جا رہا ہے ہمارے مقدس اور عاشقِ قرآن پرنسپل کا مجھ پر یہ ذاتی احسان تھا جس کے لیے میں عمر بھر ان کا ممنون رہوں گا۔

خوش قسمتی اس پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ حضور میری نسلوں کے اُستاد اور پیشوا ہیں اس پر مستزاد یہ کہ ہماری تیسری نسل بھی حضور کے بے پایاں فیوض سے فیض یاب ہوئی۔ جب خاکسار کی نواسی جنوری ۱۹۷۵ء میں ربوہ میں پیدا ہوئی تو حضور نے اس کا نام "عطیۃ الغفور" رکھا چار سال کے بعد جب یہ بچی اپنے والدین کے ہمراہ گھانا جانے سے قبل حضور کی دعا لینے کے لیے حاضر ہوئی تو حضور نے اسے پیار کیا اور ایک بڑی عمدہ نصیحت فرمائی۔ بچی نے خود نیروبی (کینیا) پہنچ کر بتایا کہ حضور نے مجھے پیار کیا اور فرمایا "کہ تم افریقہ جا رہی ہو جہاں مور کی مانند خوبصورت لوگ آباد ہیں"

حضور نے نہایت حکیمانہ انداز میں بچی کو سمجھا دیا کہ افریقی باشندوں سے پیار کرنا ہے محبت کرنی ہے کتنا پیارا اور مؤثر انداز ہے جو اسلامی مساوات کی تعلیم بچی کو ذہن نشین کرانے کے لیے آپؒ نے اختیار فرمایا۔

مکرم عطاء الرحمٰن صاحب چغتائی مولوی فاضل لاہور لکھتے ہیں کہ :۔

۱۹۳۸-۳۹ء میں خاکسار جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم تھا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ ولایت سے تعلیم حاصل کر کے قادیان واپس آئے تو حضرت مصلح موعود نے آپ کو جامعہ احمدیہ میں مقرر فرمایا آپ نے بڑی محنت توجہ اور پیار کے ساتھ طلبہ کو پڑھانا شروع کیا کورس کافی لمبا تھا اور وقت بہت تھوڑا تھا اس لیے آپ نے فرمایا کہ اگر آپ لوگ جامعہ کے وقت کے بعد بھی پڑھنا چاہیں تو میں عصر کی نماز کے بعد پڑھا دیا کروں گا۔ چنانچہ ہماری کلاس نے حضور کے پاس جا کر پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ اس وقت محلہ دارالانوار میں "النصرت" میں سکونت پذیر تھے۔ ایک دن جب ہم پڑھنے کے لیے گئے تو تھوڑی دیر بعد حضور تشریف لائے ہم سب تعظیم میں کھڑے ہو گئے۔ حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ آج پڑھائی نہیں ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور کیا وجہ ہے کہ آج پڑھائی کیوں نہیں ہوگی حضور نے فرمایا اس لیے کہ "رات کو منصورہ بیگم کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے" میں نے بڑی بے تکلفی کے ساتھ عرض کیا کہ وہ لڑکا ہمیں دکھائیں تاکہ ہم بھی حضور کی خوشی میں شریک ہو سکیں۔ حضور دوسرے کمرے میں تشریف لے گئے اور ایک نہایت خوبصورت اور پیارا بچہ سفید تولیہ میں لپٹا ہوا لے کر آئے اور خاکسار کو پکڑا دیا۔ میں نے بچہ کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر سب دوستوں کو دکھایا اور پھر حضور کو واپس پکڑا دیا۔ حضور بچہ کو اندر چھوڑ کر واپس آئے تو میں نے عرض کیا کہ حضور ہمیں بچہ کا نام بھی بتائیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت صاحب (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) نے اس کا نام "(انس احمد)" رکھا ہے۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ اب منہ میٹھا تو کرائیں حضور مسکراتے ہوئے پھر اندر تشریف لے گئے اور لڈوؤں کا ایک تھال اٹھا کر لے آئے۔ اور فرمانے لگے لو یہ لڈو کھاؤ چنانچہ میں نے لڈو نیچے رکھ دیئے اور سب احباب نمدے پر بیٹھ گئے اس پر حضور بھی ہمارے ساتھ ہی بیٹھ گئے ہم سب نے سارے لڈو کھا لیے منٹوں میں۔ اور حضور اور حضور کو سب نے مبارک باد دی۔ کتنا اچھا وقت تھا اور حضور کو اپنے شاگردوں کے ساتھ کتنا پیار تھا۔ خاکسار کو جب یہ واقعہ یاد آتا ہے۔ تو حضور کا خوبصورت سُرخ سفید چہرہ اور محبت بھری آنکھیں سامنے آجاتی ہیں۔

مکرم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر ربوہ تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

مغربی افریقہ کے تاریخ ساز دورہ ۱۹۷۰ء میں آپ نے خدائی تحریک پر "نصرت جہاں آگے بڑھو" پروگرام کا اعلان فرمایا۔ جس کی زبردست کامیابی نے دشمنانِ اسلام کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ اس سلسلہ میں بارہا مشاہدہ کیا کہ جس کام کی طرف آپ نے توجہ فرمائی وہ کام کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو دیکھتے ہی دیکھتے حل ہو گیا۔ مغربی افریقہ میں جتنے ہسپتال اور سیکنڈری اسکول آپ نے آٹھ دس سال میں کھولنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ خدا تعالیٰ کے فرشتوں نے وہ دو سال کے قلیل عرصہ میں ہی کھلوا دیئے۔ اور اب یہ سب کے سب ادارے دن دُگنی رات چوگنی ترقی کر رہے ہیں۔

نصرت جہاں پروگرام کے لیے بعض احمدی ڈاکٹروں نے وقف کیا مگر عملاً انہیں فراغت ملنے میں ایسی مشکلات درپیش آگئیں کہ گویا ان کے لیے اس پروگرام میں حصہ لینا ناممکن نظر آنے لگا۔ حضور نے ایک ڈاکٹر مکرم عبدالرحمٰن صاحب کے متعلق فرمایا کہ ان کی فوری ضرورت ہے۔ ایک ہفتہ کے اندر اندر انہیں فراغت ملنی چاہیئے اور حضور کی توجہ اور دعا سے عملاً ایسا ہو گیا حالانکہ گزشتہ ڈیڑھ سال کی کوششوں کا نتیجہ اب تک صفر ہی رہا تھا۔ اسی

طرح ایک اور ڈاکٹر ظہیر محمود صاحب کی فراغت کا معاملہ بھی سال ڈیڑھ سال سے لٹک رہا تھا۔ اچانک ایک دن حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ۔

" تم ابھی جاؤ اور خود کوشش کرو "

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کوشش کا نتیجہ اُسی دن نکلا اور وہ بھی ہمارے حق میں جماعتی زندگی میں ایسے واقعات تو رونما ہوتے ہی رہتے ہیں مگر ہماری ذاتی زندگیوں میں بھی ایسے واقعات پیش آئے جس کے متعلق حضور ایک نظر بھر کر توجہ فرماتے تو کام آسان نہیں بلکہ حل ہی ہو جاتا اور عمدہ رنگ میں پایۂ تکمیل کو پہنچتا مثلاً میرے بڑے بیٹے نے B.A کا امتحان پاس کیا تو عربی کے مضمون میں اس کے سب سے زیادہ نمبر تھے۔ کالج کے پرنسپل نے ان کو ایم اے عربی میں داخلہ لینے کا مشورہ دیا لیکن عزیز نے راہنمائی کے لیے حضور کو جو خط لکھا تھا۔ اس کے جواب میں عربی کی بجائے اکنامکس میں داخلہ لینے کی ہدایت تھی۔ اگلے دن ملاقات کا موقع ملا تو میں نے عرض کیا کہ یہاں ایم اے اکنامکس کی کلاسز نہیں ہیں اور اس کے لیے بچے کو لاہور کے کسی کالج میں داخلہ لینا پڑے گا اور لاہور کے اخراجات کے لیے تو میری ساری تنخواہ بھی کافی نہ ہوگی ۔ مجھے خوب یاد ہے کہ حضور نے نظر اوپر اٹھائی میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ

" کہ کیا خدا پر یقین نہیں ہے "۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور میں نے بچے کو لاہور میں ایم اے اکنامکس میں داخل کرا دیا۔ خود مجھے سیرالیون جانے کا حکم ہو گیا ۔ جب میں وہاں سے واپس آیا تو عزیز نے ایم اے اکنامکس مکمل کر لیا ہوا تھا یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضور کی توجہ کا نتیجہ تھا

مکرم عبدالمالک صاحب لاہور لکھتے ہیں کہ ١٩٧٦ء میں حضور نے یورپ کے دورے پر جانا تھا خاکسار ١٩ رجون ١٩٧٦ء کو حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ چونکہ حضور غیر ملکی دورہ پر تشریف لے جا رہے ہیں اور ہمارے ہاں بچہ کی پیدائش متوقع ہے اس لیے از راہ شفقت کوئی نام تجویز فرما دیں حضور نے "عطاء القدوس" نام رکھ دیا ۔ حضور کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ اس طرح پورے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو لڑکا عطا فرمایا ۔

مکرم اخوند فیاض احمد صاحب لاہور تحریر فرماتے ہیں کہ خاکسار کو ١٩٤٢ء سے ١٩٤٧ء تک قادیان میں رہائش کی سعادت نصیب ہوئی۔ زندگی کے یہ ایام مرکز سلسلہ میں عجب ایام تھے ان ایام میں ایک دن قصرِ خلافت کی جانب ایک ضعیف مرد حضرت مصلح موعود کی خدمت میں لکھا ہوا دعائیہ خط لے کر جا رہا تھا ۔ اُس ضعیف مرد کا روز کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے قصرِ خلافت میں رکھے ہوئے لیٹر بکس میں دعائیہ خط ڈالا کرتا تھا ایک دن جب وہ حسبِ معمول دعائیہ خط ڈالنے آیا تو راستہ میں تعمیراتی کام شروع ہو جانے کی وجہ سے اینٹوں کی روڑی ڈالی گئی تھی۔ وہ ضعیف آدمی لڑکھڑاتا ہوا اپنی چھڑی کے سہارے وہاں سے گزرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک جیہہ نوجوان ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے اس کے پاس آیا اور بڑی ملائمت کے ساتھ کہا ۔

" آیئے میرا سہارا لے کر چلیئے " وہ نوجوان اس بوڑھے کو سہارا دیکر قصرِ خلافت کے دروازے پر لے آیا۔ وہ ضعیف آدمی میرے والد صاحب تھے اور آگے بڑھ کر سہارا دینے والا نوجوان وہ مقدس وجود تھا جس کے لیے قدرتِ ثانیہ کا تیسرا مظہر بننا تھا۔ میرے والد محترم زندگی کے آخری ایام تک اس واقعہ کو انتہائی جذبۂ تشکر میں ڈوب کر بیان کیا کرتے تھے۔

مکرم عباداللہ گیانی صاحب ربوہ تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

١٩٦٥ء کی پاک بھارت جنگ کے موقع پر ریڈیو پاکستان لاہور سے سکھوں کے لیے پروگرام نشر کرنے کا فیصلہ کیا گیا اس کا نام "پنجابی دربار" تجویز ہوا۔ ریڈیو پاکستان لاہور ریجنل ڈائریکٹر مجھے پہلے سے جانتے تھے کیونکہ میں ان کے ساتھ ایک سال تک آزاد کشمیر ریڈیو میں کام کر چکا تھا۔ ان کا فون آیا کہ آپ لاہور آجائیں ۔ ایک پروگرام کے سلسلہ میں آپ کی ضرورت ہے میں نے جواب دیا کہ اگر ایک آدھ دن کا کام ہے تو میں رخصت لے کر آسکتا ہوں لیکن اگر زیادہ کام ہے تو پھر آپ مکرم ناظر صاحب اصلاح و ارشاد یا صدر صاحب صدر انجمن احمدیہ سے اجازت حاصل کریں۔ انہوں نے فون پر نظارت اصلاح و ارشاد سے اجازت حاصل کی چنانچہ دو تین گھنٹے بعد مکرم ناظر صاحب اصلاح و ارشاد نے مجھے طلب فرمایا اور صبح لاہور جانے کی ہدایت فرمائی ۔ اگلے دن لاہور جانے کے لیے تیاری کر کے میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ان دنوں صدر صدر انجمن احمدیہ تھے میں نے عرض کیا کہ ریڈیو پروگرام کے سلسلہ میں لاہور جا رہا ہوں تو آپ نے مجھے ہدایت فرمائی ۔

" آپ قوم اور ملک کی خدمت کے لیے جا رہے ہیں اللہ کا نام لے کر اس پروگرام کو شروع کر دیں اللہ بہت برکتوں والا ہے وہ بہت برکت دے گا "

خاکسار نے حضور کی ہدایات کے پیشِ نظر کام شروع کیا ۔ اور اللہ تعالیٰ نے خاکسار کی توقع سے کہیں بڑھ چڑھ کر برکت بخشی۔ آج اس پروگرام کو آٹھ دس کا عرصہ ہو گیا ہے مگر سکھ دنیا اسے اب تک نہیں بھولی اور برابر یاد کرتی ہے ۔ مشرقی پنجاب کا بچہ بچہ اس پروگرام کو سنتا رہا۔ سکھ اخباروں اور رسالوں نے بھی اس پروگرام کی بہت تعریف کی ١٩٦٨ء میں ایک سکھ سردار تیجا سنگھ نے جالندھر کے ایک اخبار کے گرونانک نمبر میں لکھا " آج پاکستان ریڈیو کے "پنجابی دربار" کے پروگرام کا ممکن ہے کہ کوئی سیاسی مقصد ہو مگر اس پروگرام میں گرو صاحبان اور گوربانی سے جس پیار اور محبت کا اظہار کیا جا رہا ہے اور جس ادب اور احترام سے گوربانی کا پاٹھ اور گمبیر تن کی صحیح اور واضح تشریح کی جاتی ہے اسے پوری توجہ سے سُننے کے بعد ہر ایک سکھ کا دل گرو کے چرنوں سے محبت کرنے سے رُک نہیں سکتا ۔ اس سارے پروگرام کے پیچھے قادیانی صاحبان کا بہت محبت اور اخلاص کام کر رہا ہے "

ایک مرتبہ حضور نے جمعہ کے دن خاکسار کو یاد فرمایا۔ خاکسار دس بجے کے قریب حاضرِ خدمت ہوا الفضل کے سالانہ نمبر کی تصویر کے بارہ میں حضور نے بعض ضروری باتیں فرمائیں جنہیں خاکسار ساتھ ساتھ نوٹ کرتا چلا گیا ۔ جب واپس آنے لگا تو حضور نے تحفہ کے طور پر دو بڑے بڑے کنو عنایت فرمائے ۔ واپس دفتر آکر میں نے تمام کارکنان میں دونوں کنو اس خیال سے تقسیم کر دیئے کہ یہ ہمارے پیارے امام کا دیا ہوا تبرک ہے ۔ مناسب نہیں کہ میں انہیں اکیلا کھا جاؤں ۔ تمام کارکنان اس سے بہت خوش ہوئے

مکرم سید مبشرات احمد صاحب لاہور تحریر فرماتے ہیں :۔

جون ١٩٤٨ء میں حضور کے حکم سے جہاد کشمیر میں شامل ہوا ۔ ١٩٤٩ء میں کالج کی چھٹیوں کے دوران حضور نے سرائے عالمگیر ٹریننگ کیمپ اور محاذ کشمیر پر دورہ فرما کر خود مجھے آکر دیکھا میرا حال دریافت فرمایا اور میری دیکھ بھال کے لیے اور ضروریات پوری کرنے کے لیے متعلقہ افسران کو تاکید فرمائی۔ میرے محاذِ جنگ پر جانے کے دو ڈھائی ماہ بعد میرے بیمار ہو جانے پر مجھے واپس بُلا لیا ۔ میں کشمیر فرنٹ سے پہلے رتن باغ آیا۔ وہاں مکرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو بُلا کر میرا چیک اپ کرایا۔ رات کو مجھے اپنے کمرے میں ٹھہرایا ۔ کپڑے اور جوتے جو کشمیر فرنٹ پر خراب ہو چکے تھے تبدیل کروائے۔ اور مکرم پروفیسر محبوب عالم خالد صاحب کی نگرانی میں گھر پہنچایا ۔

حضور جب جرمنی کے دورہ پر تشریف لے گئے تو فرینکفرٹ میں ورودِ مسعود کے موقع پر میری بڑی لڑکی عطیہ یاسمین (جو شادی شدہ ہے اور فرینکفرٹ میں رہتی ہے) لجنہ کے ساتھ حضور کو ملی ۔ اور اپنا تعارف کراتے ہوئے دعا کی درخواست کی ۔ جب اس نے یہ کہا کہ میں سید مبشرات احمد کی بیٹی ہوں تو حضور نے فرمایا ۔

" What " ایک دفعہ اور کہو اور پھر بچی کے دوبارہ تعارف کراتے پر آپ نے خوشی سے کہا کہ

" تم تو میرے پرانے شاگرد کی بیٹی ہو۔ جرمنی والے تم کو ضرور ویزا دیتے چلے جائیں گے ۔۔۔ تم بالکل فکر نہ کرو "

جب میری والدہ کا انتقال ہوا تو حضور نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور بڑے دُکھ کا اظہار کیا ۔ اور فرمایا میں نے منصورہ بیگم سے کہا تھا کہ جب بیگم شفیع ملنے آئی تھیں تو تم نے مجھے اٹھایا کیوں نہیں اور ہم سب بہن بھائیوں کو دلاسا دیتے ہوئے فرمایا تمہارا باپ اور ماں دونوں میں ہوں جو تکلیف ہو مجھے بتایا کرو اور حضرت صاحب کی یہ شفقت ہر احمدی کے ساتھ ہوتی تھی ۔

میرے مشفق استاد میرے محسن آقا

محترم رانا محمد خان صاحب
امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع بہاولنگر

خاکسار کو تقریباً ۳۶ سال تک حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ سے قریبی تعلق رکھنے اور آپ کے لطف و کرم سے بہرہ ور ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔ ویسے تو ۱۹۴۱ء سے حضور کے تحت بطور رکن مجلس خدام الاحمدیہ قادیان میں وقار عمل اور مجلس کی دیگر سرگرمیوں میں حصہ لینے کا موقعہ ملتا رہا۔ لیکن اس وقت حضور سے ذاتی تعارف کا اعزاز حاصل نہ ہو سکا حضور ان دنوں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے صدر تھے جبکہ خاکسار ہوسٹل تحریک جدید قادیان کی مجلس خدام الاحمدیہ کا ایک ادنیٰ رکن تھا تاہم اس دور کے بارہ میں بھی یہ تاثر اب تک دل و دماغ پر قائم ہے کہ حضور مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے عہدہ کی ذمہ داریوں کو بڑی جانفشانی اور ان تھک جد و جہد سے نبھاتے تھے۔ نیز دلی لگن اور مبلغانہ جوش سے اپنے فرائض منصبی کو سرانجام دیتے تھے۔

قریبی تعلقات کی ابتداء ۱۹۴۶ء میں ہوئی حضور ان دنوں تعلیم الاسلام کالج قادیان کے پرنسپل تھے اور خاکسار نے فیصل آباد کے ایک کالج سے ایف۔ ایس۔ سی میں ناکام ہونے کے بعد تعلیم الاسلام کالج کی سیکنڈ ایئر کلاس میں داخلہ لیا۔ حضور ان دنوں پرنسپل ہونے کے علاوہ ایف اے کی کلاسز کو اکنامکس پڑھایا کرتے تھے چونکہ خاکسار بھی اقتصادیات کے مضمون کا طالب علم تھا۔ اس طرح خاکسار کو حضور کا براہ راست شاگرد ہونے کا فخر حاصل ہوا۔

حضور بحیثیت استاد اور پرنسپل بڑے مشفق تھے اور حضور کا انداز ہمیشہ مربیانہ اور ہمدردانہ ہوتا تھا۔ اپنے شاگردوں کے ساتھ بڑی بے تکلفی سے ملا کرتے تھے اور ان کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کا بھی خیال فرماتے تھے۔ کئی طالب علم جن کے والدین کی مالی حالت اچھی نہ ہوتی تھی اور یہ بات حضور کے علم میں آ جاتی تھی تو ان کی بڑی امداد فرماتے تھے۔ حضور کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ کسی طالبعلم کو کسی قسم کا احساس محرومی نہ ہو۔ ہم اکثر کالج کا وقت ختم ہو جانے کے بعد حضور کی کوٹھی پر پہنچ جاتے وہاں حضور کا انداز اور بھی مشفقانہ ہو جاتا۔ پدرانہ شفقت سے حال احوال دریافت فرماتے۔ چائے وغیرہ سے تواضع فرماتے۔ ماحول مزید بے تکلفانہ ہو جاتا۔ بالکل ایک گھر یا ایک کنبہ کے افراد والی بات ہو جاتی۔ ہم چار پانچ طالب علم ہوتے۔ فرماتے آؤ میرے ساتھ کلائی پکڑنے کا مقابلہ کرو حضور کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت اور توانا جسم دیا تھا۔ کوئی طالب علم بھی حضور سے کلائی پکڑنے کے مقابلہ میں جیت نہ سکتا تھا۔ بعض اوقات چوہدری محمد اشرف صاحب جو ہمارے کالج کی کبڈی ٹیم کے رکن تھے حضور سے مقابلہ میں برابر رہتے۔

کالج میں نظم و نسق قائم رکھنے کے لئے کبھی کسی طالب علم کے خلاف تادیبی کاروائی فرماتے تو اس وقت بھی انداز منتقمانہ نہ ہوتا۔ بلکہ صاف ظاہر ہوتا کہ اپنی طبیعت پر جبر کر کے محض طالبعلم کی خیر خواہی اور اصلاح کی خاطر سزا دے رہے ہیں۔ ہم طالب علم آپس میں بات کیا کرتے تھے کہ جب حضرت میاں صاحب منہ سے غصے کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں اور کسی کو ڈانٹ ڈپٹ کر رہے ہوتے ہیں تو آپؒ کی آنکھیں اس وقت بھی مسکرا رہی ہوتی ہیں۔ بھلا اس طرح کون ڈرتا اور خوف کھاتا ہے؟ لیکن بات ڈرنے اور خوف کھانے کی نہ تھی حضور کا ہمارے دلوں میں اتنا احترام اور محبت تھی کہ ہر کسی کی خواہش ہوتی تھی کہ اس سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو کہ وہ آپ کی نظروں سے گر جائے یا آپ ان کی محبت سے محروم ہو جائے۔

قیام پاکستان کے بعد جب کالج کا دوبارہ اجراء لاہور میں کیا گیا تو یہ دور آپ کے لئے بڑا صبر آزما اور کٹھن تھا۔ کالج کے طلباء تبادلہ آبادی کی بناء پر ادھر اُدھر بکھر چکے تھے اساتذہ بھی پوری تعداد میں میسر نہ تھے۔ نومبر ۱۹۴۷ء میں کالج کو ایک شکستہ سی عمارت ملی تھی جو آٹھ دس کمروں پر مشتمل تھی اور اکثر دروازے کھڑکیاں یا تو غائب تھے یا ٹوٹی پھوٹی حالت میں تھے۔ یہ عمارت ۲۷ کینال پارک کے نام سے موسوم تھی۔ بتایا جاتا تھا کہ اس عمارت میں کسی غیر مسلم کا ڈیری فارم تھا حضور نے محکمہ بحالیات اور محکمہ تعلیم کے دفاتر میں بڑی بھاگ دوڑ کے بعد یہ عمارت کالج کے لئے حاصل کی کالج میں تعلیم باقاعدہ شروع ہوئی تو کالج کا عجب سماں تھا۔ چونکہ کوئی میز کرسی میسر نہ تھی اس لئے طلباء چٹائیوں پہ بیٹھ کر پڑھتے اور اساتذہ کے لئے سرکنڈہ کے موڑھوں کا انتظام کیا گیا۔

حضور نے انتہائی محبت اور جانکاہی سے ایک ایک تنکا اکٹھا کر کے پھر کالج کا آشیانہ تعمیر کیا۔ کالج کی عمارت اپنی ذاتی نگرانی میں چلچلاتی دھوپ اور بے پناہ گرد و غبار میں ایک چھتری کے نیچے کھڑے ہو کر تعمیر کروائی۔ حضور نے ان کٹھن ایام میں بھی کبھی بددلی یا افسردگی کا اظہار نہ فرمایا۔ بلکہ اپنے لبوں پر بدستور اپنی جانفزاء مسکراہٹ قائم رکھی۔

حضور کو جماعتی وقار اور عزت کا بڑا خیال رہتا تھا فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں جماعت کی عزت اور وقار کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیئے اور کوئی کام ایسا نہ کرنا چاہیئے جس سے احمدیت کی عزت اور نیک نامی پر حرف آئے۔ ایک دفعہ ویسٹ پاکستان روئنگ ایسوسی ایشن کے تحت دریائے راوی پر کشتی رانی کا مقابلہ تھا۔ ہمارے کالج کی ٹیم کا فائنل میں ریلوے کی ٹیم سے مقابلہ تھا۔ دوڑ شروع ہوئی تو ہماری ٹیم آگے نکل گئی۔ ریفری نے ہمیں جیتنے والی ٹیم قرار دے دیا۔ لیکن ریلوے کی ٹیم نے جھگڑا شروع کر دیا اور کہا کہ ان کے سٹیئر پر بیٹھنے والے لڑکے نے جان بوجھ کر اپنی کشتی ہماری کشتی میں پھنسا دی تھی جس کی بناء پر ہم پیچھے رہ گئے اور یہ جیت گئے۔ حضور کو جب یہ پتہ چلا کہ ریلوے والوں نے ہماری ٹیم پر اعتراض کیا ہے تو حضور نے مجھے بلا کر فرمایا کہ تم دوبارہ دوڑ میں شامل ہو۔ خاکسار ان دنوں اپنے کالج کی روئنگ ٹیم کا کپتان تھا میں نے لڑکوں سے کہا کہ میاں صاحب کا ارشاد ہے کہ ہم ریلوے کی ٹیم کے مطالبہ پر دوبارہ ریس میں شامل ہوں لڑکے بڑے جز بز ہوئے۔ کہنے لگے پتہ نہیں میاں صاحب ہمیں کیوں ہرانے پر تلے ہوئے ہیں ریفری نے ہمیں اوّل قرار دے دیا ہے۔ گورنر فرانسس موڈی نے انعام تقسیم کرنے تھے۔ کالج کے لئے ایک بڑا اعزاز تھا جب حضور کو علم ہوا تو حضور نے فرمایا کہ اگر تم دوبارہ ریس میں ہار بھی گئے تو بھی تمہیں جیتا ہوا سمجھوں گا لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ کوئی ہمارے کالج پر غلط طور پر بھی الزام لگائے کہ ہم نے کوئی خلاف قاعدہ کام کیا ہے۔ چنانچہ ریس دوبارہ ہوئی اور ہماری ٹیم بفضلہ تعالیٰ دوبارہ ریلوے کی ٹیم سے جیت گئی۔ حضور نے اس پر بے حد مسرّت کا اظہار فرمایا اور کہا کہ آج کالج کے جتنے لڑکے دریا پر موجود ہیں جتنا چاہیں پھل کھائیں۔

قادیان سے ہجرت کے بعد کالج جب لاہور منتقل ہوا تو حضور کی بڑی خواہش تھی کہ اپنے کالج کو لاہور میں جلد از جلد متعارف کروانے کے لئے کالجوں اور یونیورسٹی میں ہونے والی کھیلوں، مباحثوں اور دیگر غیر نصابی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا جاوے لیکن ساتھ ہی یہ ہدایت تھی کہ ان سرگرمیوں میں حصہ لیتے وقت ایسی کوئی حرکت سرزد نہ ہو جس سے جماعتی وقار مجروح ہو یا اسلامی آداب اور تعلیم کی خلاف ورزی ہو۔ ایک دفعہ دیال سنگھ کالج میں منعقد ہونے والی بین الکلیاتی مباحثہ میں حصہ لینے کے لئے خاکسار کو بھجوایا گیا۔ خاکسار اپنے کالج کے دستور کے مطابق شیروانی اور ٹوپی پہن کر گیا۔ مباحثہ کا عنوان تھا کہ "عورتیں مردوں سے بہتر حکمران ثابت ہو سکتی ہیں" خاکسار نے اس قرارداد کے خلاف تقریر کرنی تھی۔ تقریریں ہوئیں۔ جیسا کہ ان دنوں کالجوں کے مباحثوں میں ہوتا تھا۔ مقرروں کو بڑا ہوٹ کیا گیا۔ خاکسار بفضلہ تعالیٰ مباحثہ میں دوم قرار دیا گیا۔ انعامات محترمہ پرنسپل صاحبہ کنیرڈ کالج نے تقسیم کرنے تھے۔ انعام لیتے وقت خاکسار نے موصوفہ سے ہاتھ ملانے کی بجائے صرف ہاتھ بلند کر کے سلام کیا۔ اگلے روز جب کالج پہنچے تو ہماری یونین کے انچارج پروفیسر جو دیال سنگھ کالج سے آئے تھے اور انگریزی کے لیکچرار تھے نے بڑی خفگی کا اظہار کیا کہ ڈاکٹر صاحبہ سے ہی نے ہاتھ کیوں نہیں ملایا؟ اور دوسرے میں ٹوپی پہن کر کیوں گیا؟ فرمانے لگے تم جو ٹوپی پہن کر جاتے ہو خواہ مخواہ کارٹون بن جاتے ہو (ان دنوں خاکسار ترکی ٹوپی پہنا کرتا تھا) اگر کسی نے ہوٹ نہ بھی کرنا ہو تو اس ٹوپی کو دیکھ کر ضرور ہوٹ کرے گا۔ تمہاری قسمت اچھی تھی کہ تم کل ہوٹ ہونے سے بچ گئے" پروفیسر صاحب موصوف چونکہ احمدی نہ تھے انہیں اس بارہ میں ہمارے کالج کی روایات کا علم نہ تھا۔ میرے عرض کرنے کے باوجود کہ ہم عورتوں سے مصافحہ اس لئے نہیں کرتے کہ یہ اسلامی شعار کے خلاف ہے دوسرے ننگے سر جانے کو بھی ہم آداب اسلامی کے خلاف تصور کرتے ہیں اور اس بارہ میں ہمارے کالج کی روایات بھی یہی ہیں۔ پروفیسر صاحب کی تسلی نہ ہوئی اور وہ اپنی بات پر مصر رہے کہ آئندہ جب کسی مباحثہ میں جاؤ تو ننگے سر جاؤ اور اگر کوئی خاتون انعام وغیرہ تقسیم کرے تو ہاتھ ملانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حضور کو جب اس بارہ میں علم ہوا تو حضور نے فرمایا کہ ہم نے عام رَو کے ساتھ نہیں بہنا، بلکہ اسلامی آداب اور شعار پہ قائم رہ کر اپنے کالج کا تعارف کروانا ہے۔ محض انعام وغیرہ حاصل کرنا کوئی مقصد نہیں۔ میرے انعام جیتنے اور اپنے کالج کی اسلامی روایات پر کاربند رہنے پر حضور نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور میری بڑی حوصلہ افزائی فرمائی

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم

خاکسار نے حضور کے کالج کے پرنسپل ہونے کے زمانہ کے بارہ میں کچھ واقعات مفصّل اس لئے

تحریر کئے ہیں تاکہ حضور کے پرنسپل تعلیم الاسلام کالج قادیان اور کالج کی ہجرت کے واقعات بھی ریکارڈ پر آجائیں۔ کیونکہ میرے خیال میں ان واقعات پر کم لوگوں کی نگاہ ہے اور حضور کی حیاتِ طیبّہ کا یہ حصّہ عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہے۔ اسی طرح اکثر لوگوں کو علم نہیں کہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی عمارت کی تعمیر حضور نے اپنی ذاتی نگرانی میں چلچلاتی دھوپ میں کھڑے ہو کر کروائی ہے۔

حضور کے اوصافِ حمیدہ میں حلم، بردباری شفقت علی الناس، صبر و استقامت توکل علی اللہ شجاعت اور وفاداری نمایاں مقام رکھتے تھے حضور کی وفا اور شفقت کا جذبہ ایک بحرِ بیکراں کی طرح تھا۔ حضور نے اپنے نہایت حقیر اور ناچیز غلاموں کو بھی کبھی فراموش نہیں کیا۔ یہ کسرِ نفسی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ خاکسار جماعت احمدیہ کا ایک نہایت ادنیٰ رکن ہے۔ لیکن حضور پُرنور کی شفقت کا یہ عجب عالم تھا۔ ۲۳ر مارچ ۱۹۸۲ء کو حضور نے صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ کے دفاتر کا سنگِ بنیاد رکھنا تھا۔ خاکسار بھی بوجہ صد سالہ جوبلی کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے اس تقریب کے موقعہ پر موجود تھا۔ سب لوگ صف بستہ سنگِ بنیاد رکھنے والی جگہ کے قریب شامیانہ کے نیچے کھڑے تھے۔ حضور تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر دریافت فرمایا کب آئے ہو؟ عرض کیا آج ہی حاضر ہوا ہوں۔ چونکہ گلا سخت خراب تھا آواز نہیں نکل رہی تھی۔ فرمایا "مت بولو۔ تقریب کے بعد میاں لقمان سے لانمبر دوائی لے لینا۔" پھر کئی بار دریافت فرمایا کہ گلے کا کیا حال ہے؟ اللہ! اللہ! عالمگیر جماعت احمدیہ کا امام بے شمار مصروفیات۔ لیکن شفقت کا یہ عالم کہ اپنے ایک نہایت حقیر غلام سے کئی بار اس کی طبیعت اور گلے کا حال دریافت فرمایا جا رہا ہے۔

۲۷ر مارچ ۱۹۸۲ء کو مجلس مشاورت کے نمائندگان کے عشائیہ میں خاکسار حضور کے عین سامنے فرش بیٹھا تھا۔ روٹی کا ایک ٹکڑہ لے کر اشارہ فرمایا کہ لے لو۔ میں نے ٹکڑا لے لیا اور اپنی جگہ پر بیٹھ کر کھانے لگا تو ارد گرد بیٹھے احباب نے اس ٹکڑے میں سے تبرک کے طور پر چھوٹے چھوٹے لقمے حاصل کر لئے۔ حضور بڑی شفقت سے مسکراتے ہوئے سب کچھ دیکھتے رہے۔ پھر یاد فرمایا اور اپنی روٹی سے مزید ایک ٹکڑا عطا کیا۔ اور فرمایا کہ "یہ روٹی پانچ اناج ملا کر پکائی جاتی ہے۔ میرے لئے دو روٹیاں پکتی ہیں میں صرف ایک روٹی کھاتا ہوں دوسری لقمان کے حصّہ میں آجاتی ہے اور آج تمہارے حصّہ میں آگئی ہے" حضور کے یہ محبت اور شفقت بھرے کلمات سن کر رُوح پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور سر عجز و نیاز سے جھک گیا۔

حضور کی محبت اور شفقت کسی ایک شخص تک محدود نہ تھی بلکہ جماعت کا ہر فرد اور حضور کا ہر خادم یہی محسوس کرتا تھا کہ حضور اس سے خاص محبت و شفقت کا سلوک فرماتے ہیں فی الحقیقت حضور محبت و شفقت اور جود و سخا کے ایک بحرِ بیکراں تھے جس سے ہر شخص اپنے ظرف اور استعداد کے مطابق فیضیاب ہوتا تھا۔ حضور عزم و ہمت کے پیکر اور صبر و استقلال کے پہاڑ تھے۔ آپ کے دورِ خلافت میں بے پناہ سیلاب بلا آئے۔ جور و جفا کی تیز آندھیاں چلیں۔ ظلم و استبداد کی منہ زور موجیں آپ کے قدموں سے سر پٹک پٹک کر شانت ہوگئیں لیکن آپ بفضلہٖ تعالیٰ کوہِ وقار بنے اپنے مقام و موقف پر قائم رہے۔ آپ کے دورِ خلافت میں جماعت احمدیہ نے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک ہر لحاظ سے ترقی کی اور جس مقام سے حضور نے جماعت کی قیادت سنبھالی تھی آج جماعت کا قدم اس مقام سے ہزاروں میل آگے ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

آیئے ہم سب مل کر اپنے محبوب، محسن اور مشفق آقا کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی بے شمار برکات نازل فرمائے۔ آپ کو اپنے قرب خاص کا مقام عطا فرمائے۔ اور وہ پروگرام جو آپ جماعت کے لئے مرتب کر گئے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز اللہ تعالیٰ خلافت احمدیہ کو قائم دائم رکھے اور ہمیں قدرت ثانیہ کے ہر مظہر سے وابستگی اور وفا کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محبت کا سفیر

"مَیں محبت کے پرچار کی خاطر محبت کے جہاد پر نکلا ہوں"

"امن، مُہلک ہتھیاروں سے نہیں، ایک دُوسرے سے محبت کرنے سے قائم ہوگا"

مکرم محمود مجیب اصغر صاحب ۔ انجینئر

سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ خلافتِ احمدیہ کے روحانی آسمان پر پونے سولہ سال اور سات ماہ روشن ستارہ بن کر چمکتے رہے حضورؒ کی سیرتِ طیّبہ کا ایک نمایاں پہلو حضور کی بے مثل محبت، شفقت اور ہمدردی ہے جس کا دامن جماعت احمدیہ اور عالم اسلام سے لے کر تمام بنی نوع انسان تک پھیلا ہوا تھا۔

حضورؒ نے جماعت اور جماعت سے باہر ہر غریب امیر چھوٹے اور بڑے سے ماں باپ سے بڑھ کر بے حد شفقت اور محبت کا سلوک فرمایا وہ قومیں جو ہمیشہ سے پیار سے محروم چلی آرہی تھیں۔ حضورؒ نے اُن کو بھی پیار دیا اور اُن کی بھلائی اور خدمت کے لئے نصرت جہاں سکیم جیسا منصوبہ بنا کر اُن کی تعلیم، صحت عامہ اور روحانی آسودگی کے سامان کئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ مجسّم محبت و شفقت تھے خفیف سا دکھ بھی جہاں کہیں حضورؒ کو نظر آتا حضورؒ درد محسوس کئے بغیر نہ رہ سکتے۔ حضورؒ نے مخالفین کی تمام اذیتوں کے باوجود اُن کے پاؤں میں کانٹا تک چبھنے کو برداشت نہیں کیا اور "محبت سب کے لئے نفرت کسی سے بھی نہیں" کا دلوں پر گہرا اثر کرنے والا ماٹو ہمیں دیا یوں لگتا ہے جیسے حضورؒ کی روحانی توجہ اور قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں دلوں سے نفرتیں نکال کر محبت بھر دی گئی اور مسکراتے چہروں سے مصائب کو برداشت کرنے کا حوصلہ دے دیا گیا ہو جیسا کہ جنتوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وَ نَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ ۔ (الاعراف: ۴۴)

ترجمہ:۔ اور ہم جنتیوں کے سینے میں سے (ایک دوسرے کے متعلق) سب کدورت نکال پھینکیں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ امن اور سلامتی کے پیکر تھے حضورؒ نے ملک ملک جا کر محبت کا پیغام دیا۔ غیر قوموں نے حضورؒ کو امن اور محبت کا سفیر قرار دیا حضورؒ کے اس خُلق کے بارہ میں سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۱۰؍ جون ۱۹۸۲ء کو پہلی بیعت کے موقع پر جو تقریر فرمائی اس میں فرمایا:۔

"حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے لئے بے شمار اور مسلسل دعائیں کیں اور ان کی زندگی میں ایسی راتیں بھی آئیں جب کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں سوئے وہ بے حد ہمدرد، شفیق اور لوگوں کے دکھوں پر تڑپ اُٹھنے والے وجود تھے" (الفضل)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی زندگی کا مطمح نظر

خلیفۃ المسیح منتخب ہونے کے بعد حضور کے حلیم ہونے کا ثبوت دنیا نے بارہا دیکھا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ علیہ ۱۹۸۰ء کے دورۂ مغرب کے دوران مغربی جرمنی میں فرینکفورٹ کے ہوٹل "فرینکفرٹر ہوف" میں ایک عظیم الشان پریس کانفرنس کے دوران ایک صحافی نے پوچھا کہ حضور کی زندگی کا مقصد اور مطمح نظر کیا ہے تو حضورؒ نے بے ساختہ فرمایا:۔

"میں نے اپنی زندگی بنی نوع انسان کی فلاح کے لئے وقف کر رکھی ہے میرے دل میں نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کا ایک سمندر موجزن ہے اسی لئے میں انہیں راہِ فلاح کی طرف جو بلا شبہ اسلام کی راہ ہے بلا رہا ہوں یہاں بھی میں محبت کا پیغام لے کر آیا ہوں اور وہ یہی ہے کہ انسان انسان سے محبت کرے محبت کے نتیجہ میں محبت پیدا ہوتی ہے ہمیشہ محبت ہی غالب آتی ہے اور تعصب کے لئے سدا سے شکست مقدر ہے"

(دورۂ مغرب صہ ۵۵)

چنانچہ مغربی جرمنی کی اخبارات نے حضور کے ان پیارے کلمات کو شائع کیا اور حضور کو محبت کا سفیر[ل] قرار دیا۔

پریس کانفرنس کی خبر دیتے ہوئے اخبار شاکسس ہوزربروکے نے اپنی ۱۷؍ جولائی ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں لکھا کہ (حضرت امام جماعت احمدیہ نے) اپنے موجودہ سفر یورپ (جو ۱۹۶۷ء کے بعد سے ان کا بلحاظ ترتیب ساتواں سفر ہے) کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ وہ میزبان ملک (مغربی جرمنی) کے لوگوں سے ملنا اور اسلام کی طرف سے انہیں "محبت کا پیغام" دینا چاہتے ہیں۔ مغربی جرمنی کے بعد وہ سوئٹزر لینڈ، ہالینڈ، سپین، ڈنمارک، سویڈن، ناروے، برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، نائیجیریا اور غانا کا دورہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

(دورۂ مغرب صہ ۶۳-۶۴)

چنانچہ حضور نے ان تمام ممالک میں اپنے اس عظیم الشان مطمح نظر کو نہایت خوش اسلوبی سے پیش فرمایا اور انہیں عالمی خطرات سے بچنے کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

قیامِ امن کی نشاندہی

۱۹۸۰ء کے دورہ میں مغربی جرمنی کے بعد حضور سوئٹزرلینڈ تشریف لے گئے اور وہاں ایک پریس کانفرنس میں عالمی قیام امن کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنے مطمح نظر کو یوں واضح فرمایا کہ:۔

"امن کے قیام کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ بنی نوع انسان کے دل محبت و پیار اور بے لوث خدمت کے ذریعے جیتے جائیں اور انہیں یہ باور کرایا جائے کہ امن مہلک ہتھیاروں کے ذریعے نہیں بلکہ ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے کی بے لوث خدمت کرنے کے ذریعہ قائم ہوگا"

حضور نے فرمایا:۔

"میں یورپی ممالک کا یہ دورہ اسی لئے کر رہا ہوں کہ یہاں کے لوگوں کو اسلام کی طرف سے امن کا پیغام دوں اور قیام امن کی حقیقی راہ انہیں بتاؤں چنانچہ میں جس ملک میں بھی جاتا ہوں لوگوں کو یہی یقین دلانے کی کوشش کرتا ہوں کہ انسانیت کی بقاء کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنا سیکھو۔ اس لئے میں محبت کے ایک سفیر کی حیثیت سے یہ دورہ کر رہا ہوں۔"

(دورۂ مغرب صہ ۱۱۶-۱۱۷)

زیورک کے میئر کے ذریعے سوئٹزرلینڈ والوں کو حضور کا پیغام

پریس کانفرنس کے علاوہ حضور کو زیورک کے میئر کی طرف سے استقبالیہ دیا گیا جس میں حضور نے اپنے موقف کی وضاحت فرمائی اور فرمایا:۔

"میں دنیا کی قوموں اور ان کے افراد کو ایک پیغام دینے یہاں آیا ہوں میں جس ملک میں بھی جاتا ہوں انہیں یہ پیغام دیتا ہوں کہ انسان انسان سے محبت کرے، میں سمجھتا ہوں کہ دو تباہ کن جنگوں سے دنیا کو اتنا سبق ضرور سیکھنا چاہیئے کہ آئندہ جنگوں سے بچنے کا ایک ہی طریق ہے کہ انسان انسان سے نفرت کرنا اور تعصب برتنا ترک کر دیں اس کی بجائے وہ ایک دوسرے کا احترام کریں ایک دوسرے کے ساتھ محبت

[ل] اخبار "فرینکفرٹر انڈشا" ۹ جولائی ۱۹۸۰ء فرینکفورٹ

اور پیار سے پیش آئیں اور نوع انسان کی فلاح کو مدّنظر رکھ کر ہر قدم اُٹھائیں ۔۔۔ اسی لئے اسلام نے اپنی تعلیم میں سب سے زیادہ زور محبت و پیار اور بے لوث خدمت پر دیا ہے میں آپ کو اور آپ کے ذریعہ تمام سوئٹزرلینڈ کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ انسان اپنے ساتھی انسانوں سے محبت کرنا سیکھیں "

(دورۂ مغرب ص ۱۲۵-۱۲۶)

بد دُعا کرنیکی ممانعت

دورہ ۱۹۸۰ء کے دوران ہمبرگ جرمنی میں حضور نے جہاں اسلامی معاشرے کو آپس میں محبت کے ذریعے سے حسین بنانے پر زور دیا وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو پیش فرما کر تلقین فرمائی کہ انتہائی دُکھ پہنچانے والے دشمنوں سے بھی درگذر کرو اور انہیں معاف کر دو ۔ اسی ضمن میں حضور نے فرمایا :۔

"ایک بات اَور یاد رکھیں کہ کسی کے خلاف بد دُعا نہیں کرنی یہ خُدا کا کام ہے کہ وہ اپنے کسی بندے سے کیا سلوک کرے "

(دورۂ مغرب ص ۱۵۲)

غلبۂ اسلام کس طرح ہوگا

ہمبرگ جرمنی میں ایک پریس کانفرنس کے دوران حضور نے حضرت مہدی موعود علیہ السّلام کے ذریعہ اسلام کے بالآخر ساری دنیا میں غالب آنے اور نوع انسان کے امتِ واحدہ بننے کا بھی وضاحت سے ذکر کیا اور بتایا کہ "یہ غلبہ محبت اور پیار ۔۔۔ انسانوں کے دل جیتنے کے نتیجہ میں ظاہر ہوگا"

(دورۂ مغرب ص ۱۵۶)

ڈنمارک والوں کو محبّت کا پیغام

گوٹن برگ میں ایک پریس کانفرنس کے کے دوران حضور نے فرمایا :۔

"میرا مشن یہ ہے کہ میں یہاں کے لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھانا چاہتا ہوں کہ ان کے مسائل کا حل اس امر میں مضمر ہے کہ وہ نوع انسان سے محبت کرنا سیکھیں ۔۔۔۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ محبّت اور پیار اور بے لوث خدمت کے ذریعہ ایک دن ہم اسلام کے لئے تمہارے دل جیتنے میں کامیاب ہو جائیں گے جس دن ہم تمہیں یہ یقین دلا دیں گے کہ ہم جو کچھ تمہارے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ اس سے جو پہلے سے تمہارے پاس ہے بہتر ہے تو تم اسلام کو قبول کئے اور اسلام کی آغوش میں آئے بغیر نہ رہو گے"

(دورۂ مغرب ص ۱۸۵)

اس پریس کانفرنس کی خبر ایک مقامی اخبار نے دیتے ہوئے لکھا ۔

"حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایسی شخصیت ہیں جو مغرب اور مشرق کو پیار اور خیر خواہی سے مسخر کرنا چاہتے ہیں "

(اخبار آربے تیت ۳۰ جولائی ۱۹۸۰ء بحوالہ دورۂ مغرب ص ۱۹۰)

ناروے والوں کو امن و محبت کا پیغام

اسی دورہ کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اوسلو میں مسجد نور کا افتتاح فرمایا اور ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :۔

"میرا ایک مشن ہے جسے پورا کرنے کے لئے میں مختلف ملکوں کا دورہ کر رہا ہوں اور اس سلسلہ میں یہاں بھی آیا ہوں یہ آپ جانتے ہیں کہ اس وقت دنیا دو کیمپوں میں بٹی ہوئی ہے ... ان دونوں بڑی طاقتوں نے سوچا تھا کہ اگر ہم انتہائی مہلک ہتھیاروں کے اپنے پاس انبار لگا لیں گے تو اس سے دنیا میں قیامِ امن میں بہت مدد ملے گی ۔ قیامِ امن کی اس انوکھی کوشش میں وہ ناکام ہو چکے ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ امن اسلام کے لازوال اصولوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے انسانوں کو باہم ایک دوسرے سے محبت کرنے کی تعلیم دینے سے قائم ہو گا اسی لئے میں محبت کا سفیر بن کر یہاں آیا ہوں "

(دورۂ مغرب ص ۲۱۱)

ہالینڈ کو انتباہ

ہالینڈ میں ایک پریس کانفرنس میں سوالوں کا جواب دیتے ہوئے حضور رحمہ اللہ نے فرمایا :۔

"دنیا بڑی تیزی سے ایک تیسری عالمگیر تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے اس تباہی کو محبّت و پیار اور بے لوث خدمت کے ذریعہ انسانوں کے دل جیت کر اور خدائے واحد کے ساتھ ان کا تعلق قائم کر کے روکا جا سکتا ہے ۔"

(دورۂ مغرب ص ۲۴۸)

حضور نے فرمایا :۔

"میں محبّت کے پرچار کی خاطر محبّت کے جہاد پر نکلا ہوں "

(دورۂ مغرب ص ۲۴۸)

انگلستان والوں کو محبّت کا پیغام

۱۹۸۰ء کے ہی دورہ میں حضور نے لندن میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ۔

"میں ایک مذہبی آدمی ہوں میں سیاست میں دخل نہیں دینا چاہتا میرا پیغام اسلام کا پیغام ہے اسلام کہتا ہے انسان ۔ انسان میں کوئی فرق نہیں ہے اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ بلا استثناء ہر انسان سے محبّت کرو اور اس کے حقوق غصب نہ کرو ۔۔۔ اس بنیادی اصل پر عمل پیرا ہو ۔ "نفرت کسی کے لئے نہیں محبّت سب کے لئے" اور اسی لئے میں کہتا ہوں کسی اَور کی طرف نہ دیکھو قرآن کی طرف آؤ "

(دورۂ مغرب ص ۲۸۷-۲۸۶)

افریقہ والوں سے بے پناہ محبّت

افریقہ کے لوگ جو انسانی مساوات اور محبّت سے ہمیشہ محروم رہے ہیں ان کے ساتھ حضورؒ نے جس محبت اور شفقت کا سلوک فرمایا وہ سنہری حروف میں لکھنے کے لائق ہے حضور فرماتے ہیں :۔

"۱۹۷۰ء میں مَیں مغربی افریقہ کے دورے پہ گیا میں نے محسوس کیا کہ وہاں کے لوگ محبّت کے بھوکے ہیں ماضی میں ان پر اتنا ظلم و تشدّد کیا گیا ہے کہ اب جبکہ وہ آزاد ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ کوئی اُن سے محبّت اور پیار کا سلوک کرے ۔ چنانچہ انہیں ایک نیا تجربہ ہوا ۔ جب مَیں نے ان کے ساتھ محبت اور شفقت کا اظہار کیا اور وہ بہت ممنون ہوئے "

(دورۂ مغرب ص ۱۸۶-۱۸۷)

نائیجیریا میں ایک صحافی کے سوال پر حضور نے فرمایا :۔

"بنی نوع انسان کی محبّت ہمارے دلوں میں ہے اور یہ محبّت ہی ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم انہیں راہِ نجات دکھائیں اور جو خدمت بھی ہم سے بن پڑے اُن کی بجا لائیں "

(دورۂ مغرب ص ۳۲۰)

کینیڈا میں حضور کا مشنِ محبّت

۱۹۸۰ء میں کینیڈا کے دورہ کے دوران حضور نے کئی پریس کانفرنسوں میں اپنے محبّت کے مشن کی ترجمانی کی اور ایک موقع پر فرمایا :۔

"مذہب کا تعلق دل سے ہے اور دل کو جبر سے یا قوّت کے بل پر بدلا نہیں جا سکتا دل ہمیشہ کسی عقیدہ کے باطنی حُسن اور خوبی سے بدلتے ہیں یا محبّت و پیار اور بے لوث خدمت سے ۔ اسلام نہ پہلے تلوار سے پھیلا تھا اور نہ اب تلوار یا فوجی قوّت سے پھیلے گا پہلے بھی اسلام کے حُسن نے دلوں کو مسخّر کیا تھا اور اب بھی اس کا اپنا حُسن نوعِ انسانی کے دلوں کو مسخّر کر کے ان پر فتح حاصل کرے گا اور ہر قوم اور ہر ملک کے لوگ خود بخود اس کی طرف کھنچے چلے آئیں گے ۔

ہم پُرامن تبلیغ و اشاعت کے ذریعہ اور محبّت و پیار اور بے لوث خدمت کے ذریعہ اسلام کو دنیا میں پھیلانے میں کوشاں ہیں ۔۔۔ ایک وقت آئے گا کہ تمام نوعِ انسانی اسلام کے محسن کی گرویدہ ہو کر اس کی طرف کھنچی چلی آئے گی اور دینِ واحد پر جمع ہو کر اُمّتِ واحدہ کی شکل اختیار کر لے گی "

(دورۂ مغرب ص ۴۶۱-۴۶۰)

ایک موقع پر فرمایا ۔

"تیسری عالمگیر جنگ کا خطرہ نوعِ انسانی کے سر پر منڈلا رہا ہے اس مکمل تباہی سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ پوری نوعِ انسانی متحد ہو کر اس خطرہ کو دور کرنے کی کوشش کرے اسے ONE GOD AND ONE HUMANITY (یعنی ایک خدا اور ایک نوعِ انسانی) کے اصول پر متحد ہونا چاہیئے ۔

(دورۂ مغرب ص ۴۷۰)

امریکہ میں محبّت اور امن سے خدمت کا اعتراف

حضورؒ کی امن عالم کی کوششوں کا اعتراف کرتے ہوئے ایک امریکی جرنیل نے ایک استقبالیہ تقریب میں کہا ۔

"یہاں بہت سے لوگ ہیں جو آپ سے ملنے اور تبادلِ خیالات کرنے کے متمنّی ہیں ۔ کیونکہ آپ جہاں بھی جاتے ہیں امن لے کر جاتے ہیں آپ امن کی باتیں کرتے ہیں امن ہی آپ کی گفتگو کا موضوع ہوتا ہے امن کا پرچار ہی آپ کا مشن ہے اور باہمی تفرقوں ۔ مخاصمتوں اور نفرتوں کو ختم کرنا آپ کا مقصد ہے آپ کو تو امریکہ میں زیادہ عرصہ ٹھہرنا اور قیام کرنا چاہیئے تاکہ ملاقات کے متمنی آپ سے مل سکیں اور آپ کے بیش قیمت خیالات سے مستفیض ہو سکیں "

(دورۂ مغرب ص ۵۱۰)

واشنگٹن میں امریکی احمدیوں کو مخاطب کر کے فرمایا :۔

"خدا تعالیٰ کی طرف دوڑ کر جاؤ اور اس کی طرف اپنی پیش قدمی کو تیز کرو ۔ بلالؓ کا نمونہ تمہارے سامنے ہے بلالؓ غلام تھا لیکن خدا کی راہ میں ثابت قدمی دکھانے اور اس کے ساتھ زندہ تعلق قائم کرنے کی وجہ سے وہ مسلمانوں کا سردار بنا اور "سیدنا بلالؓ" کہلایا ۔ تم بنی نوعِ انسان کی حالت کو محسوس نہیں کرتے وہ مکمل تباہی کے کنارے پر کھڑے ہیں ہر احمدی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نوعِ انسانی کو تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچائے بس ایسے بنو کہ نوعِ انسانی کو مکمل تباہی سے بچا سکو ۔ خدا تمہارے ساتھ ہو اور تمہیں اس کی توفیق دے آمین "

(دورۂ مغرب ص ۵۲۸)

انگلستان کے جلسہ سالانہ میں مشنِ محبّت پر زور

۱۹۸۰ء میں افریقہ کینیڈا اور امریکہ سے واپسی پر حضورؒ نے انگلستان کے جلسہ سالانہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :۔

"میں نے اپنی عمر میں سینکڑوں مرتبہ قرآن کریم کا نہایت تدبّر سے مطالعہ کیا ہے اس میں ایک آیت بھی ایسی نہیں جو کہ دنیاوی معاملات میں ایک مسلم اور غیر مسلم میں تفریق کی تعلیم دیتی ہو شریعت اسلامی بنی نوعِ انسان کے لئے خالصتہً باعثِ رحمت ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے لوگوں کے دلوں کو محبّت پیار اور ہمدردی سے جیتا تھا ۔ اگر ہم بھی لوگوں کے دلوں کو فتح

کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا قرآنِ کریم کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے "سب سے محبّت اور نفرت کسی سے نہیں"

LOVE FOR ALL
HATRED FOR NONE

یہی طریقہ ہے دلوں کو جیتنے کا اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں " (دورۂ مغرب صـ۵۲۳-۵۲۴)

صدیوں بعد سپین میں مسجد کا سنگِ بنیاد اور محبّت کا پیغام

صدیوں بعد ۹ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو حضور کے ذریعے مسجد بشارت سپین کا سنگِ بنیاد رکھا گیا اس موقع پر اپنی تقریر میں حضور نے فرمایا :-

"مسجد ہمیں یہ سبق سکھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تمام انسان برابر ہیں خواہ وہ غریب ہوں یا امیر۔ پڑھے لکھے ہوں یا اَن پڑھ.... اسلام ہمیں باہم محبّت اور الفت سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے ہمیں انکساری سکھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ انسانوں کے ساتھ حُسن سلوک کرتے وقت ہمیں مسلم اور غیر مسلم میں کسی قسم کی کوئی تمیز روا نہیں رکھنی چاہیئے انسانیت کا یہی تقاضا ہے۔

میرا پیغام صرف یہ ہے کہ :-

LOVE FOR ALL
HATRED FOR NONE

یعنی "سب کے ساتھ پیار کرو، نفرت کسی سے نہ کرو" (دورۂ مغرب صـ۵۴۴)

جماعت کیلئے حضور کی بے پناہ محبّت

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدھا کی بیماری کے دوران صدقات اور دعاؤں اور وفات کے وقت جس گہری ہمدردی کا اظہار جماعت کے افراد نے کیا اس کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۸۱ء میں اپنا خصوصی پیغام شائع کروایا۔ جس میں جماعت کو بہت دعائیں دیں پیغام کا ایک حصّہ درج ذیل ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے دل میں جماعت کے لئے سمندر کی طرح گہری اور وسیع محبّت تھی۔ حضور نے فرمایا :-

"منصورہ بیگم کی بیماری میں بھی اور وفات کے بعد بھی آپ سب نے جس پیار اور محبّت اور ہمدردی کا مظاہرہ کیا ہے۔ آپ کے اس پیار اور محبّت اور اخلاص کی میرے دل میں بہت قدر ہے اور اس کے لئے میں آپ سب کا بہت ممنون ہوں اس کے شکریہ میں مَیں آپ کے لئے دعا ہی کر سکتا ہوں۔

اے میرے ربّ! میرے رحیم اور کریم خدا! میرے پیاروں کو اپنی پناہ میں رکھ جس پیار اور محبّت اور اپنائیت اور اخلاص کا اظہار انہوں نے میرے ساتھ کیا ہے اُسی پیار اور محبت کا سلوک تو ان سے کر۔ شفقت اور رحمت کی نظر سے اِن کو دیکھ۔ اے میرے مہربان اور رحمٰن خدا تُو اِن کا ہوجا اور یہ تیرے ہو جائیں۔ میری آنکھیں ہمیشہ اِن سے ٹھنڈی رہیں۔ میرا دل ہمیشہ ان سے راضی رہے اور میری رُوح ہمیشہ اِن سے خوش رہے۔

اے میرے ربّ مجھے اِن کی کوئی تکلیف نہ دکھا ہر خیر اِن کو عطا کر اور ہر بھلائی کا اِن کو وارث کر۔ یہ دنیا میں تیری بادشاہت اور دلوں میں تیری اور تیرے مقدّس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت قائم کرنے والے ہوں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔" (پیغام خصوصی ۸ دسمبر ۱۹۸۱ء)

کون سوچ سکتا تھا کہ جماعت کے لئے اتنا دردمند دل رکھنے والا وجود اس پیغام کے ٹھیک چھ ماہ بعد اس دنیائے فانی سے رحلت فرما جائے گا۔ وہ بے شک ایک خوبصورت چہرے والا اور دردمند دل رکھنے والا بہت ہی پیارا وجود تھا۔ حضور کی یاد دلوں سے محو ہونے والی نہیں اور حضور نے جس محبت کا سلوک جماعت سے فرمایا اور امن اور محبت کا جو پیغام مُلک مُلک پہنچایا وہ ابد تک تاریخ کا ایک سنہری باب بنا رہے گا اور جیسا کہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۂ وقت نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ جون ۱۹۸۲ء کو فرمایا ہے "حضور کی یاد دل سے محو ہونے والی نہیں ان کی زندہ جاوید شخصیّت کے تذکرے ہوتے رہیں گے" خدا کرے حضورؒ کی روح ہمیشہ ہم سے خوش رہے اس پیاری اور نہایت حسین روح سے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدھا کی زبان میں ہم اپنی عقیدت کا اظہار اس مصرعہ سے کرتے ہیں ؎

اے یوسفِ کنعاں خدا حافظ و ناصر

شکریہ

ادارہ الفضل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں خاص نمبر قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ ادارہ نے اس نمبر کو مقدور بھر بہتر بنانے میں حتی الامکان پوری کوشش کی ہے۔ اس موقعہ پر ادارہ اپنا یہ فرض محسوس کرتا ہے کہ اس نمبر کی تیاری میں ادارہ کے اراکین کے علاوہ جن احباب نے حصّہ لیا ان کا دلی شکریہ ادا کیا جائے۔

سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ہمارے شکریہ کے مستحق محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایم۔ اے ناظر تعلیم ہیں جنہوں نے انتہائی محنت لگن اور جاں سوزی سے دن رات جاگ کر اور بھاگ دوڑ کر کے اس نمبر کے نئے مضامین کا حصول ممکن بنایا۔ آپ نے درحقیقت شدید محنت اور ذمہ داری کی ایک مثال قائم کر دکھائی محترم صاحبزادہ صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے انتہائی نادر و نایاب فوٹو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تلاش کئے اور پھر ان قیمتی فوٹوز کو اپنی ذاتی ذمہ داری پر مختلف احباب سے لے کر ادارہ الفضل کے حوالے کی۔ یہ تصاویر اس نمبر کی جان ہیں۔ درحقیقت اس نمبر کی تیاری میں محترم صاحبزادہ صاحب نے جتنی محنت کی اور ادارہ الفضل کا جس جس طرح ہاتھ بٹایا اس پر وہ ساری جماعت کی دعاؤں کے مستحق ہیں۔ ادارہ الفضل ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کی خدمت میں جزاکم اللہ احسن الجزاء کا تحفہ پیش کرتا ہے۔ محترم صاحبزادہ صاحب کے علاوہ جن دوستوں نے اس نمبر کی تیاری میں ہاتھ بٹایا ان میں محترم صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب کا تعاون بھی لائق صد تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزا عطا کرے۔

(خاکسار:- عباداللہ گیانی مینیجر الفضل ربوہ)